بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی لٹریچر میں تفسیر و سیرت کا عجیب و غریب امتزاج

تاریخ الاحکام

فی

تفسیر القرآن و سیرتِ خیر الانام

یعنی

ان پاک اور سیرت مقدسہ کی روشنی میں اسلامی احکامات کی تاریخ
ان کے تدریجی اور ارتقائی منازل اور ان کا پس منظر

از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنور

ناشر
مدنی دار التالیف۔ بجنور، یوپی

نام کتاب :- تاریخ الاحکام

مؤلف :- مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

صفحات :- (۴۷۲)

ہدیہ مجلد :- ۲۲ روپے ۔ سنہری جلد ۲۵ روپے

سن طباعت :- مارچ ۱۹۸۰ء

تعداد :- ۱۰۰۰

کتابت محمد سلیم قاسمی دیوبند

معاونین خصوصی

(۱)۔ سیٹھ محمد مصطفےٰ صاحب۔ احمد آباد

(۲)۔ سیٹھ رفیع الدین صاحب۔ "

(۳)۔ غلام محی الدین صاحب۔ "

(۴)۔ غلام دستگیر صاحب۔ "

(نعمانی پریس دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیات

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ وانعامہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

چند سال ہوئے (تاریخ اور دن کسی جگہ نوٹ کر چکا ہوں) ایک شب کو میں نے خواب دیکھا کہ میں مدینہ منورہ کو جا رہا ہوں جس وقت "باب المدینہ" پر پہونچا تو سینہ کے بل لیٹ کر آگے کو سرکنا شروع کیا۔ اس خیال سے کہ یہ مقدس زمین پیروں کے بل چلنے کے لئے نہیں ہے اسی طرح سرکتے سرکتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر پہونچ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں چادر اوڑھ رکھی ہے۔ داہنی طرف کوئی صاحب بیٹھے ہیں آپ ان کو کچھ لکھا رہے ہیں۔ میری آہٹ پاتے ہی رُخِ انور میری طرف کر لیا میں گردن جھکائے دو زانوں بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں؟

یقیناً اس وقت خالص توفیق الٰہی ہی نے رہبری کی۔ اگر عالمِ ہوش و حواس میں بھی مجھ سے یہ سوال کیا جاتا تو میں ہرگز یہ جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اس عالم روحانیت میں توفیق الٰہی تھی اور حضور ؐ کے تصرفات! جواب نکلا تو ایسا جواب کہ اس سے بہتر جواب نہیں ہو سکتا۔

اس وقت میں نے عرض کیا:-

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ — میں اللہ کے رب ہونے اور اسلام

دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ	کے دین ہونے اور حضور صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَرَسُوْلًا لہ	علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے
	پر راضی ہوں

آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جائیے! اس کے بعد آنکھ کھل گئی ـــــــ میری پوری زندگی اس مبارک ساعت پر قربان۔ اس وقت میں "سیرت خیر العباد" کا پہلا حصہ لکھ کر فارغ ہوا تھا اسی وقت میں نے طے کر لیا کہ سیرت پاک اور اسلام کی بنیادی تعلیمات (قرآن اور حدیث) کے موضوع کے علاوہ کسی موضوع پر کچھ نہ لکھوں گا اگر کسی دوسرے موضوع پر کچھ لکھا تو وہ موضوع اصل نہیں بلکہ تابع ہوگا۔ اس وقت سے مجھے بزرگوں کے حالات لکھنے سے دل چسپی کم ہو گئی جو کچھ لکھا اس سے پہلے لکھا تھا۔ بعد میں میرا ذہن لکھنا تو کجا گفتگو میں بھی سیرت پاک ہی کی طرف چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کرم اور انعام ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی میرے وقت میں برکت دی اور باوجود کثرتِ تضاد مشاغل کے قلمی محنت کے لئے معلوم نہیں کہاں سے وقت نکل آتا ہے کہ میں یکے بعد دیگرے اسی مشغلہ میں لگا رہتا ہوں "سیرت خیر العباد" کے سترہ سو صفحات "سیرت رسالتمآب" کے پونے سات سو صفحات، "اسلامی علوم اور معاشرت" کے چار سو صفحات، "سیرت اصحاب النبی ؐ" کے چار سو صفحات، "اسلامی دستور کے بنیادی اور رہنما اصول" کے چار سو صفحات، "حیات امام اعظم ابو حنیفہ رح" کے چار سو صفحات، اور اسی طرح فتاویٰ، دیگر قلمی امور، جن کی مجموعی تعداد شمار کرانے سے میں عاجز ہوں۔

لہ مدتوں یہ خواب چھپانے کے بعد آج محض اس وجہ سے لکھ دیا کہ ہمارے بزرگوں خصوصًا حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح نے اپنی کتاب نقش حیات میں اپنے بارے میں بہت خواب لکھے ہیں۔ اس طرح یہ اتباعِ شیخ بھی ہے اور ہمارے لئے وجہ جواز بھی۔

دور سے دیکھنے والا مجھے اسی مشغلہ کا آدمی جانے گا لیکن قریب رہنے والے آدمی مجھے مدرسہ کا چندہ کرتے دیکھتے ہیں تو سفیر جانتے ہیں پڑھاتا دیکھتے ہیں تو صرف مدرس ہی جانتے، تعمیرات مدرسہ کو دیکھتے ہیں تو صرف مہتمم مدرسہ ہی خیال کرتے ہیں۔ اجتماعات میں دیکھتے ہیں تو صرف تبلیغی آدمی ہی سمجھتے ہیں اور طباعت کی تگ و دو میں پھرتا دیکھتے ہیں تو صرف تاجر ہی خیال کرتے ہیں۔ اس کو میں اگر خود سوچتا ہوں تو خالص کرم اور توفیق الٰہی یقین کرتا ہوں اور کچھ نہیں۔ اب تک جتنا لکھا وہ چھپ گیا اور جس قدر چھپا وہ فروخت ہو گیا میری جیب کی تلاشی لینا چاہیں تو پاس کچھ نہیں معلوم نہیں کس طرح سے یہ سب کچھ ہو جاتا ہے۔ کوئی سرمایہ دار توجہ نہیں دیتا، کسی کی کوئی خاص اعانت نہیں جو ہمارا ہاتھ بٹا سکے۔ اپنے اوپر جبر اور دل میں صبر، جسم پر مشقت برداشت کرکے یہ سب کچھ محض رضاء الٰہی اور رضاء رسول کے لئے وجود میں آجاتا ہے اور کس طرح آتا ہے یہ میں کبھی نہیں جانتا

گذشتہ تین برسوں میں سیرت رسالتمآب، سیرت اصحاب النبی، اسلامی علوم اور معاشرت، اسلامی دستور کے بنیادی اور رہنما اصول لکھنے کے بعد میرے ذہن میں کوئی موضوع نہ تھا کہ جس پر کچھ لکھوں۔ نہ کسی طرف سے کوئی مطالبہ ہوا دو تین مہینہ ویسے ہی گذر گئے کہ اچانک یہ موضوع (تاریخ الاحکام) ذہن میں آیا دو تین مہینہ اس پر سوچتا رہا کس طرح ابتداء کروں اور کن بنیادوں پر کام کروں۔ اچانک ترتیب نزولی اور سیرت پاک پر نظر گئی: چند کتابیں تفسیر اور سیرت کی پڑھ ڈالیں تو زیر نظر کتاب کی یہ ترتیب ذہن میں آئی۔ اسی ترتیب کا سب سے زیادہ دشوار گذار مرحلہ قرآنی سورتوں کا سن نزول دریافت کرنا تھا جو بذات خود نہایت دشوار کام تھا۔ تفسیر و سیرت اور شروحات حدیث کی سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ کام ہو سکتا ہے اس کام کیلئے حوالہ کے لئے مآخذ موجود ہیں (جو ایک مصنف کیلئے

سب سے بڑا سہارا ہوتا ہے) چنانچہ سب سے پہلے میں نے اتقان اور بعض مطبوعہ قرآن پاک کی مدد سے سورتوں کی ترتیب نزولی دریافت کی جس کو حضرت ابن عباسؓ اور بعض دوسرے مفسرین نے روایت کیا ہے اُن کے سامنے مستثنیٰ آیات کو نمبروار لکھا دوسرا مرحلہ قرآنی سورتوں کا سن نزول دریافت کرنا تھا مجھے معلوم ہوا کہ سیٹھ یعقوب حسن صاحب نے اس موضوع پر کچھ لکھا ہے مگر وہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی۔ پھر معلوم ہوا کہ کسی جرمن مستشرق نے بھی سن نزول کے اعتبار سے کچھ لکھا ہے وہ بھی دستیاب نہ ہوسکی اور یہ چیزیں تھیں کس طرح حاصل ہوتیں جبکہ کسی اسلامی ادارہ، کسی حکومت، کسی سرمایہ دار کی کوئی خاص اعانت ہمیں حاصل نہیں ہے تحقیق اور تجسس کا یہ کام ہم کسی تنہائی کی جگہ بھی جاکر نہیں کرسکتے تھے کیونکہ نہ ہم کوئی بڑے مصنف ہیں اور نہ ان کی سی ہماری قسمت۔ ہم کسی پیر کی بھی اولاد نہیں کہ ہمارے اوپر روپیہ صرف کرکے لوگ اپنے لئے جنت کو یقینی بنالیں۔ ہمیں کسی بڑے عالم کا نسب اولاد دادا اور نسب دامادی بھی حاصل نہیں! لاحول ولاقوۃ الا باللہ" یہ سب چیزیں تھوک دینے کے قابل ہیں۔ الحمدللہ کہ ہمیں کرم اور توفیق الٰہی حاصل ہے۔ جنہیں دنیاوی سہارے حاصل ہیں وہ خود ہیچ ہیں اور قوم کو برباد کرتے ہیں

متعدد سورتوں کا سن نزول تو بہت واضح تھا مثلاً سورۂ اقراء کا سن نزول، سورۂ المدثر کا سن نزول یعنی زمانہ فترۃ الوحی (۳ سال) کے بعد، سورۂ البقرہ کا نزول ہجرت کے بعد، سورۂ فتح کا نزول صلح حدیبیہ کے بعد، سورۂ النصر کا نزول حجۃ الوداع کے موقع پر وغیرہ ذلک۔ لیکن مسئلہ صرف ان ہی سورتوں کا نہ تھا بلکہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں کا مسئلہ تھا اس لئے میرا قلم بہت جگہ رُک گیا اور تلاش جاری رہی سیرت اور تفسیر کی کتابوں کو لوٹ بدل کرتا رہا الحمدللہ کہ یہ کام مکمل ہوگیا۔

سن نزول کی دریافت شرعی نقطہ نظر سے کوئی خاص اہمیت نہیں

رکھتی کیونکہ قرآن پاک اور احادیث تاریخ کی کتابیں نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حالات محض ضرورت اور نصیحت کے لئے ہیں نہ کہ تاریخ بیانی کے لئے، البتہ اگر کوئی مؤرخ تاریخ بیانی میں قرآنی آیات اور حدیثی روایات سے استدلال کرتا ہے تو اس کے لئے یہ بڑی قوت کی بات ہے چنانچہ ہم نے ترتیب سن نزول میں تاریخ اور سیرت کے واقعات اور شان نزول آیات کا سہارا لیکر ڈالا ہے مثلاً حضرت عمر رضہ کے واقعہ اسلام میں مذکور ہے کہ جب وہ اپنی بہن کے یہاں گئے تو ان کی بہن اور بہنوئی سورہ طٰہٰ کی قرأت کر رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ طٰہٰ کا نزول حضرت عمر رضہ کے اسلام سے قبل ہوا تھا۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر رضہ نے سورۂ مریم کی قرأت فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ مریم کا نزول ہجرت حبشہ سے پہلے ہو چکا تھا۔ ایسے ہی حضرت عمر رضہ اپنے واقعۂ اسلام کو بیان کرتے ہیں کہ میں جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو حضور سورۂ الحاقہ کی قرأت فرما رہے تھے ان ہی قرائن کی بنا پر ہم نے قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں کا سن نزول تقریبی لکھا ہے لیکن اس دریافت کے بعد ہمیں اصرار نہیں ہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ درست ہے۔ اور ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جبکہ بیشتر سورتوں کا سن نزول دریافت کرنے میں قرائن کا سہارا لینا پڑا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قرینہ قرینہ ہی ہوتا ہے اس کو شہادت کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔

یہ قلمی کاوش اور اخذ و استنباط کا حوالہ میں نے فہرست میں نہیں دیا ہے کیونکہ اگر میں ایسا کرتا تو ایک سن کے لکھنے کے لئے بہت سے قرائن سے مدد لینا پڑی ہے اور وہ قرائن متفرق کتابوں میں ہیں۔ حوالہ دینے میں موضوع میں انتشار پیدا ہو جاتا البتہ کتاب کے بقیہ مباحث میں کسی نہ کسی جگہ سب حوالے آگئے ہیں اور اہل علم کے لئے یہ بہت کافی ہے

اس مرحلہ سے فراغت کے بعد مستثنیٰ آیات اور مختلف فیہ سورتوں کا

مسئلہ تھا اس باب میں نے حافظ عماد الدین ابن کثیر اور علامہ سید محمود آلوسی کی تفسیر روح المعانی کے دامن میں پناہ لی ہے اور حق یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے تفسیر کا حق ادا کیا ہے ان حضرات نے مفسرین کی طرح نقل اقوال اور تاویلات ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آخر میں فیصلہ کن رائے سے بھی آگاہ کر دیا ہے اگر ان دو حضرات اور تیسرے علامہ عبد الحق صاحب تفسیر اکلیل کی کتابیں میرے سامنے نہ ہوتیں تو میں ہرگز اس باب میں کامیاب نہ ہوتا کیونکہ تنہا اپنی رائے کو اختیار کرنا اس باب میں انتہائی خطرناک کام ہے اسی گھبراہٹ میں المعوذتین کو فہرست میں تو شمار کیا ہے لیکن اپنی تقسیم ادوار میں داخل نہیں کیا ہے (کیونکہ وقت نزول میں بہت اختلاف ہے)

اردو، فارسی، عربی کی سینکڑوں تفاسیری کتب پڑھنے کے بعد میرا اعتمادی درجہ صرف ان ہی تین کتابوں یعنی تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح المعانی تفسیر اکلیل پر جاکر رک گیا ہے۔ دوسری کتابوں اور مفسرین کو میں کیا کہوں! بس اتنا ہی کہتا ہوں کہ ان تینوں کے مقابلہ میں میری نظر میں کوئی جمتا نہیں ہے۔ علامہ ابوالاعلیٰ مودودی نے اردو میں جو تفسیر لکھی ہے انہوں نے حوالہ جات تو بہت دیئے ہیں جس سے ان کی وسعت نظر سے مرعوبیت ہوجاتی ہے لیکن جب تقابلی مطالعہ شروع ہوتا ہے تو وہ بھی اپنی تحقیقات میں روح المعانی اور ابن کثیر سے آگے نہیں بڑھے ہیں ان کے حوالوں کے پھیلاؤ کو دیکھ کر اور پھر ان دو کتابوں کو دیکھ کر مجھے لکھنا پڑ رہا ہے کہ یہ کوئی علمی دیانتداری کی بات نہیں ہے ـــــ میں ان کی تفسیری محنت کی داد نہیں دے سکتا وہ فہم قرآن میں بے حد ناقص ہیں

ان مراحل سے گذر کر سورتوں کو ادوار کے اعتبار سے تقسیم کرنا یہ میرے ذوق مطالعہ اور اس موضوع کے تقاضہ کی بات ہے۔ امید یہ ہے کہ اہل علم اس تقسیم سے متفق ہونگے۔

پہلا دور: ابتدائے نبوت سے لیکر ہجرت حبشہ ثانیہ تک یعنی سنہ ۱ تا سنہ ۵ نبوی
دوسرا دور: حضرت عمرؓ کے اسلام سے لیکر معراج تک۔ یعنی سنہ ۶ تا سنہ ۱۱ نبوی
تیسرا دور: سنہ ۱۲ تا سنہ ۱۳ نبوی یعنی ہجرت مدینہ تک
چوتھا دور: ہجرت مدینہ سنہ ۱ھ سے صلح حدیبیہ تک
پانچواں دور: صلح حدیبیہ سے وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے

اہل علم جانتے ہیں اسلام کی تاریخ میں یہ ادوار نمایاں تبدیلیوں کو مشتمل ہیں۔

یہ ترتیب و تقسیم اگرچہ بالکل غیر قطعی ہے لیکن تاریخی قرائن اور قیاسات کی اس روشنی میں ہے جس کو روایات کی تائید حاصل ہے اس طرح پر قرآن پاک اور سیرت پاک اور فقہ اسلامی کا مطالعہ کرنے میں جو بصیرت حاصل ہوگی وہ بہت بڑی حد تک تاویلات اور احتمالات کے طریقہ سے نجات دلادیگی اس طرح سیرت اور تفسیر، اور حدیث اور فقہ کے مطالب نہایت نکھر کر سامنے آئینگے۔ (انشاءاللہ) اور یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہے

یہ وہ ابتدائی چیزیں تھیں جو ہمارے موضوع کی ابتدائیات میں داخل ہیں۔ اصل موضوع "تاریخ الاحکام" ہے احکامات میں اٹکل سے چلنا ہرگز مناسب نہیں تھا اور موضوع میں خود اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ تعمیر کرنا یہ بھی یکسر غلط تھا کیونکہ اس باب میں جب تک اکابر کی تصریحات موجود نہ ہوں قدم اٹھانا نہایت خطرناک کام تھا لیکن قربان جاؤں تائیدات اور توفیقاتِ خداوند عالم کے اس نے میری ایسی مدد کی جیسی بے آب و گیاہ ریگستان میں بھولے بھٹکے اور بھوکے پیاسے مسافر کو چشمۂ آب شیریں دکھلا کر۔ بالکل یہی حالت میری ہوئی اور اس نعمت غیر مترقبہ کے ملنے پر جو خوشی مجھے حاصل ہوئی اس کے اظہار کے لئے اور اس کے شکریہ کیلئے

میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اچانک "حجۃ اللہ البالغہ" از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کا باب ۴۷ نظر سے گذرا جس کو بعینہ میں نے ابتدائی دور کے پس منظر میں زیر عنوان "زمانہ جاہلیت اور نزول قرآن" میں نقل کر دیا ہے اس باب کے پڑھنے کے بعد میرا کام اتنا سہل ہو گیا جتنا سہل منتہی عالم کے لئے قاعدہ بغدادی ہوتا ہے۔

اس رہنمائی سے مجھے دو فائدے ہوئے پہلا یہ کہ زمانہ جاہلیت کو سمجھنے میں مدد ملی اور موجودہ تمام اسلامی ارکان کی اصلیت معلوم ہو گئی اس کے بعد جب میں نے تفاسیر کو اٹھا کر دیکھا تو مفسرین کرام کے اقوال وتاویلات کے بحر بیکراں کی امواج میں ان اقوال اور روایات کو پھنسے پایا جن پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کی تحقیق کی بنیاد تھی مثلاً مکی سورتوں کی ان آیات میں جن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہے۔

۱۔ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (المزمل) — وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

۲۔ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (المدثر) — ہم نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ مساکین کو کھانا کھلاتے ہیں۔

۳۔ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (السجدہ) — مشرکین کی تباہی ہو جو زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر) — اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر۔

اور بہت سی آیات ہیں جن کو مستثنیٰ بھی تسلیم نہیں کیا اور مفسرین حضرات نے قیل کہہ کر اضافات اور تاویلات سے کام لیا ہے مگر حضرت شاہ صاحب، حافظ ابن کثیر، علامہ آلوسی، صاحب تفسیر اکلیل کی تنقیدات نے قرآن پاک اور احکامات کو بلا تاویلات کے صاف ستھرے طور پر سامنے لا کر رکھ دیا جس سے ایمان کو مزید نورانیت حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہمارے مستشرقین اور متعدد ہندوستانی علماء (جو مستشرقین سے مرعوب ہو گئے ہیں) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام لکھ دیتے ہیں اس کی مثبت طور پر تردید ہوئی اور صاحب تفسیر حقانی کی صداقت کھل کر سامنے آئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"بانی اسلام نہیں ہیں بلکہ پیغمبر اسلام ہیں۔"

اس کا واضح ثبوت حضرت شاہ صاحب کے باب ۴۲ اور ہماری اس کتاب کے عنوان "تاریخی حالات اور پس منظر" اور احکامات سے ملتا ہے وللہ الحمد۔

یہ بات بھی عرض کرنا بہت ضروری ہے کہ احکامات کو بیان کرنے میں زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا گیا ورنہ یہ کتاب "تاریخ الاحکام" احکام القرآن ہو جاتی اور یہ دوسرا موضوع ہے۔ اس کتاب میں تو بیشتر بنیادی احکامات اور بعض جزوی احکامات کی ابتداء اور اصلیت اور ان کا تدریجی اور ارتقائی دور دکھلایا گیا ہے اس طرح سیرت پاک، تفسیر قرآن، فقہ اسلام کے مطالعہ کا بالکل جدید راستہ دکھلایا گیا ہے اللہ تعالٰے قبول فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالٰے کے ان بیکراں انعامات کا ذکر اور شمار اور اس کا شکر یہ دشوار تر ہے جس وقت میں صحابہ اور قبائلی عصبیت پر کچھ لکھ رہا تھا اس شب (خواب میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا براہ راست "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم" اس حقیر اور فقیر کو پہونچا۔ میں کیا عرض کروں اور عرض کرنے کا موقعہ بھی نہیں ہے بس یوں کہتا ہوں: ان انعامات احسانات، توفیقات، کرم ہائے بے کراں پر مجھے شرمندگی ہے قبولیت کی بھی کیا درخواست کروں، میرا کچھ ہو تو پیش کروں ندامت اور عجز اور

کم مائیگی اور معصیت کے علاوہ کچھ ہو تو پیش کردوں۔ امید کرتا ہوں جو توفیق عنایت یہاں ہے خدا کرے آخرت میں بھی وہی حاصل رہے اور مجھے میری لغزشوں پر معاف کر دیا جائے اور بس۔!

والسلام

عزیز الرحمٰن غفرلہٗ

مدنی دارالافتاء

مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بجنور

۹ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنی سورتوں کی ترتیب و سن نزول

۱ سامنے فہرست میں ترتیب ' اتقان سے ماخوذ ہے

۲ سنین کا اندراج متعدد کتب تفسیر سے کیا گیا ہے جن کا حوالہ تفصیلی مباحث میں درج کر دیا گیا ہے

۳ مستثنیٰ آیات ایک بہت قدیم مطبوعہ قرآن پاک سے ماخوذ ہیں

۴ مستثنیٰ آیات کا جائزہ حوالوں اور دلائل کیساتھ اس کے بعد ہے۔

ترتیب نزول

نمبر شمار	نام سورت	مقام نزول	سن نزول تقریباً	مستثنیٰ آیات
۱	اقرا	مکی	سنہ ۱ نبوی	
۲	المدثر	"	سنہ ۳ نبوی	
۳	المزمل	"	" "	آیت ۱۰، ۱۱، ۲۰ مدنی
۴	ن والقلم	"	" "	
۵	الحمد	"	" "	
۶	تبت	"	سنہ ۴ نبوی	
۷	التکویر	"	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۸	الاعلیٰ	"	سنہ ۴ نبوی	
۹	اللیل	"	سنہ ۵ یا سنہ ۶ نبوی	
۱۰	الفجر	"	سنہ ۶ نبوی	
۱۱	الضحیٰ	"	سنہ ۴ نبوی	
۱۲	الم نشرح	"	سنہ ۴ نبوی	
۱۳	العصر	"	سنہ ۴ نبوی	
۱۴	العادیات	"	سنہ ۴ نبوی	
۱۵	الکوثر	"	دور متوسط نبوی یا سنہ ۹ یا سنہ ۱۰ نبوی	
۱۶	التکاثر	"	سنہ ۴ نبوی	
۱۷	الماعون	"	سنہ ۴ نبوی	پہلی تین آیات مکی بقیہ مدنی
۱۸	الکافرون	"	سنہ ۵ نبوی	
۱۹	الفیل	"	سنہ ۴ نبوی یا سنہ ۵ نبوی	

نمبر شمار	نام سورت	مقام نزول	سن نزول تقریباً	مستثنیٰ آیات
۲۰	الفلق	مکی		
۲۱	الناس	״		
۲۲	الاخلاص	״	سنہ ۴ نبوی	
۲۳	النجم	״	سنہ ۴ نبوی	
۲۴	عبس	״	سنہ ۵ یا سنہ ۶ نبوی	
۲۵	القدر	״	سنہ ۴ نبوی	
۲۶	الشمس	״	سنہ ۵ یا سنہ ۶ نبوی	
۲۷	البروج	״	سنہ ۶ نبوی	
۲۸	التین	״	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۲۹	قریش	״	سنہ ۴ نبوی	
۳۰	القارعہ	״	سنہ ۴ نبوی	
۳۱	القیامہ	״	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۳۲	الہمزہ	״	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۳۳	المرسلات	״	سنہ ۳ یا سنہ ۴ نبوی	
۳۴	قٓ	״	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	آیت ۳۸ مدنی
۳۵	البلد	״	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۳۶	الطارق	״	״ ״	
۳۷	القمر	״	سنہ ۷ یا سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	آیت ۴۴، ۴۵، ۴۶ مدنی
۳۸	صٓ	״	سنہ ۸ یا سنہ ۱۰ یا سنہ ۱۱ نبوی	
۳۹	اعراف	״	سنہ ۱۱ نبوی	آیت ۱۶۳ تا ۱۷۰ مدنی
۴۰	الجن	״	سنہ ۱۰ نبوی	
۴۱	یٰسٓ	״	سنہ ۱۲ نبوی سنہ ۱۳ نبوی	

نمبر شمار	نام سورت	مقام نزول	سن نزول تقریباً	مستثنیٰ آیات
۴۲	الفرقان	مکی	سنہ ۸ نبوی	
۴۳	الفاطر	"	سنہ ۷ یا سنہ ۸ نبوی	
۴۴	مریم	"	سنہ ۵ نبوی	
۴۵	طٰہٰ	"	سنہ ۶ نبوی	
۴۶	الواقعہ	"	سنہ ۴ نبوی	
۴۷	الشعراء	"	سنہ ۱۰ نبوی	آیت ۱۹۷، اور ۲۲۴ تا ختم سورت مدنی
۴۸	النمل	"	سنہ ۶ نبوی یا سنہ ۷ نبوی	
۴۹	القصص	"	سنہ ۸ یا سنہ ۹ یا سنہ ۱۰ نبوی	آیت ۵۲ تا ۵۵ مدنی، ۸۵ جحفہ میں اثنائے ہجرت
۵۰	بنی اسرائیل	"	سنہ ۱۲ نبوی	آیت ۲۶، ۳۲، ۳۳، مدنی اور آیت ۷۳ تا ۸۰ مدنی
۵۱	یونس	"	سنہ ۱۳ نبوی	
۵۲	ہود	"	سنہ ۱۳ نبوی	۱۲، ۱۷، ۱۱۴ مدنی
۵۳	یوسف	"	سنہ ۱۳ نبوی	آیت ۱، ۲، ۳، ۷ مدنی
۵۴	الحجر	"	سنہ ۱۰ نبوی	آیت ۸۷ مدنی
۵۵	انعام	"	سنہ ۱۳ نبوی	آیت ۲۰، ۲۳، ۹۱، ۹۳، ۱۱۴، ۱۴۱، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳ مدنی
۵۶	الصافات	"	سنہ ۹ نبوی	
۵۷	لقمان	"	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	آیت ۲۷، ۲۸، ۲۹ مدنی
۵۸	سبا	"	سنہ ۷ نبوی	
۵۹	الزمر	"	سنہ ۷ نبوی	آیت ۵۲، ۵۳، ۵۴ مدنی
۶۰	المومن	"	سنہ ۷ نبوی	آیت ۵۶، ۵۷ مدنی

نمبر شمار	نام سورت	مقام نزول	سن نزول تقریباً	مستثنیٰ آیات
۶۱	حم السجدہ	مکی	سنہ ۶ نبوی	
۶۲	الشوریٰ	"	سنہ ۶ نبوی	
۶۳	الزخرف	"	سنہ ۷ نبوی	
۶۴	الدخان	"	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	
۶۵	الجاثیہ	"	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	
۶۶	الاحقاف	"	سنہ ۱۰ یا سنہ ۱۱ نبوی	
۶۷	الذاریات	"	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۶۸	الغاشیہ	"	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۶۹	الکہف	"	سنہ ۵ تا سنہ ۱۰ نبوی	
۷۰	النحل	"	سنہ ۱۲ یا سنہ ۱۳ نبوی	آخر کی تین آیت مدنی سنہ ۳ ھ
۷۱	نوح	"	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۷۲	ابراہیم	"	سنہ ۱۲ نبوی	آیت ۲۸، ۲۹ مدنی
۷۳	الانبیاء	"	سنہ ۹ نبوی	
۷۴	المومنون	"	سنہ ۱۳ نبوی	
۷۵	السجدہ	"	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸ مدنی
۷۶	الطور	"	سنہ ۴ نبوی	
۷۷	الملک	"	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	
۷۸	الحاقہ	"	سنہ ۵ یا سنہ ۶ نبوی	
۷۹	المعارج	"	سنہ ۵ یا سنہ ۶ نبوی	
۸۰	النبا	"	سنہ ۳ یا سنہ ۴ نبوی	
۸۱	النازعات	"	سنہ ۳ یا سنہ ۴ نبوی	
۸۲	الانفطار	"	سنہ ۴ نبوی	

نمبر شمار	نام سورت	مقام نزول	سن نزول تقریباً	مستثنیٰ آیات
۸۳	الانشقاق	مکی	سنہ ۴ نبوی	
۸۴	الروم	"	سنہ ۷ یا سنہ ۱۰ نبوی	
۸۵	العنکبوت	"	سنہ ۱۳ نبوی یا سنہ ۱ ھ	آیت ۱ تا ۱۱ مدنی
۸۶	المطففین	"	سنہ ۱۳ نبوی یا سنہ ۱ ھ	یہ سب سے آخری سورت ہے جو مکہ میں نازل ہوئی
۸۷	البقرہ	مدنی	سنہ ۲ ھ	آیت ۲۸۱ منیٰ میں حجۃ الوداع
۸۸	انفال	"	سنہ ۲ یا سنہ ۳ ھ	آیت ۳۰ اور ۶۴ مکی
۸۹	آل عمران	"	سنہ ۳ تا سنہ ۹ ھ	
۹۰	الاحزاب	"	سنہ ۵ ھ	
۹۱	الممتحنہ	"	سنہ ۶ ھ	
۹۲	النساء	"	سنہ ۲ ھ تا سنہ ۵ ھ	
۹۳	الزلزال	"		
۹۴	الحدید	"	سنہ ۲ ھ یا سنہ ۳ ھ	
۹۵	محمد	"	سنہ ۲ ھ یا سنہ ۱ ھ	آیت ۱۳، اثنائے ہجرت میں
۹۶	الرعد	"	سنہ ۱ ھ سنہ ۱۳ نبوی	
۹۷	الرحمٰن	"	سنہ ۷ نبوی مکی ہے	
۹۸	الدہر	"	مکی ہے سنہ ۳ یا سنہ ۴ نبوی	
۹۹	الطلاق	"	سنہ ۲ ھ سورۂ بقرہ کے بعد	
۱۰۰	البینۃ	"		
۱۰۱	الحشر		سنہ ۴ ھ	
۱۰۲	النور	"	سنہ ۵ یا سنہ ۶ ھ	
۱۰۳	الحج	"	اختلاف	۱۹ تا ۲۲ مدنی۔ ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵ مکی

نمبر شمار	نام سورت	مقام نزول کا	سن نزول تقریباً	مستثنیٰ آیات
۱۰۴	المنافقون	مدنی	سنہ ۵ھ یا سنہ ۶ھ	
۱۰۵	المجادلہ	"	سنہ ۶ھ	
۱۰۶	الحجرات	"	سنہ ۹ھ	
۱۰۷	التحریم	"	سنہ ۷ھ یا سنہ ۸ھ	
۱۰۸	التغابن	"	مکی اور سنہ ۱ھ	
۱۰۹	الصف	"	سنہ ۲ھ یا سنہ ۳ھ	
۱۱۰	الجمعہ	"	سنہ ۷ھ	
۱۱۱	الفتح	"	سنہ ۷ھ	حدیبیہ سے واپسی پر
۱۱۲	المائدہ	"	سنہ ۳ھ یا سنہ ۵ھ سنہ ۶ھ سنہ ۷ھ	آیت ۳ عرفات میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر
۱۱۳	التوبہ	"	سنہ ۹ھ	آخر کی دو آیتیں مکی
۱۱۴	اذا جاء نصر اللہ	"	سنہ ۱۰ھ	حجۃ الوداع میں منیٰ میں نازل ہوئی

کل سورتیں ۱۱۴۔ مکی سورتیں ۸۶ - مدنی سورتیں ۲۸

یہ تعداد متفق علیہ ہے۔ اس کے علاوہ ۲۷ ر ۲۹ ر کے بارے میں بھی اقوال ہیں کیونکہ بعض حضرات نے سورہ انفال اور سورۂ برأت کو ایک ہی سورت قرار دیا ہے۔

سب سے پہلی سورت

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ اقرأ نزول میں سب سے پہلی سورت ہے البتہ اس سورت کے بعد تقریباً ڈھائی یا تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا اور اس کے بعد پھر قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا اس مدت کے بعد جو سورتیں نازل ہوئی ہیں ان کے بارے میں بہت اختلاف ہے بعض نے سورۂ ن کا اور بعض نے سورۂ مزمل کا اور بعض نے سورۂ فاتحہ کا اور بعض نے سورۂ مدثر کا نام لیا ہے۔ ہمارے نزدیک تحقیق کے بعد سورۂ مدثر کو اوّلیت حاصل ہے حضرت جابر رضہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رضہ نے ارشاد فرمایا :-

۱- ایک دن میں چلا جارہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی جب میں نے سر کو اٹھایا تو اسی فرشتے کو دیکھا جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا میں یہ دیکھ کر واپس آگیا اور دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ (مجھے کپڑا اڑھا دو مجھے کپڑا اڑھا دو) کہا۔ اس وقت یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ پوری سورت نازل ہوئی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے وہی فرشتہ دیکھا جو اس سے پہلے غار حراء میں دیکھا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ اقراء کی شروع کی پانچ آیتیں نازل ہونے کے بعد سورۂ مدثر نازل ہوئی ہے۔

۲- سورۂ اقراء تو اظہار نبوت کے اعتبار سے پہلی سورت ہے اور سورۂ مدثر اعلان رسالت کے اعتبار سے پہلی سورت ہے اسی سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے تبلیغ شروع فرما دی تھی اور یہ ۳ نبوی کا واقعہ ہے سورۂ مدثر میں مذکور ہے

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ! اور ڈرا

اس کے بعد پوری سورت کے مضامین پر غور فرمائیے! اس میں کافروں کے عقائد باطلہ اور ان کی بداعمالیوں کا ذکر ہے اور نزول وحی کے بعد انہوں نے جو کچھ کہنا

شروع کر دیا تھا اس کا تذکرہ ہے۔ بعض حضرات نے زمانہ فترت وحی کے بعد سورۂ فاتحہ کا نزول مانا ہے علامہ ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے اکثر علماء نے پہلے ہی قول کو اختیار کیا ہے اور سورۂ فاتحہ والے قول کو ترک کر دیا ہے۔ ہم نے سورۂ فاتحہ کو ۵ پر تحریر کیا ہے [1] صاحب تفسیر روح المعانی نے اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے ایک بہت آسان سی بات سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں تحریر فرمائی ہے:۔

"یہ سب ہیں پہلی سورتوں میں سے ہے [2]"

اس کا مطلب یہ ہے کہ سورہ اقراء کے بعد ۳ نبوی میں سورۂ مدثر، سورۂ مزمل، سورۂ ن، سورۂ فاتحہ نازل ہوئیں ان کے نزول پر آپ نے تبلیغ رسالت شروع فرما دی تو ۴ نبوی میں سورۂ لہب کا نزول ہوا بعض مفسرین اور محققین نے سورۂ اقراء کے بعد سورۂ "ن" کا نزول لکھا ہے چنانچہ علامہ ابوبکر محمد بن حارث اور علامہ الجعبری نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ پہلے سورۂ اقراء پھر سورۂ ن اور پھر سورۂ المزمل اور پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے تحریر فرمایا ہے:۔

"یہ ترتیب قابل نظر ہے [3]"

ہمارا خیال یہ ہے کہ اس ترتیب کے مرتبین نے غالباً سورۂ نٓ میں قلم کے تذکرہ سے فائدہ اٹھایا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔

لیکن ان حضرات نے غالباً سورت کے بقیہ مضامین پر غور نہیں فرمایا ہے کیونکہ اس سورت میں جو مضامین مذکور ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امور وہی ہیں جو کفار فردوں کی طرف سے وعظ و تنذیر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] تفسیر مظہری۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر اکلیل۔ تفسیر ابن کثیر۔ اتقان از علامہ جلال الدین سیوطی ص ۲۴ ج ۱

[2] روح المعانی سورۂ فاتحہ [3] اتقان ص ۲۵ ج ۱

علیہ وسلم کو پیش آئے تھے بعض مفسرین نے سورۂ مزمل کی آیت ۱۰، ۱۱، ۲۰ کو مدنی قرار دیا ہے کیونکہ آیت مبارکہ میں ہے :-

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى	اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ تم میں سے
وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي	کچھ لوگ مریض ہوں گے اور دوسرے
الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ	زمین پر چل کر تجارت کرینگے اور
اللّٰهِ وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ	کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں جنگ
فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا	کرینگے پس جتنا آسانی سے پڑھ
تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ	سکو پڑھو! اور نماز قائم کرو اور
وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا	زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا
اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۔ الآیۃ	قرض دو۔

۱۔ ان حضرات نے فرمایا ہے چونکہ نماز معراج کی رات کو فرض ہوئی ہے اور زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی ہے یا بقول دیگر زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوگئی تھی لیکن نصاب اور مقدار زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے اس لئے یہ آیات مدنی ہیں

۲۔ اور چونکہ قتال کا حکم مدینہ منورہ میں ہوا ہے اس وجہ سے بھی یہ آیت مدنی ہے [1]

لیکن یہ قیاسات دور از کار ہیں ان احتمالات کے جواب میں نہایت عمدہ بات حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائی ہے ۔

بل السورة كلها مكية	یہ پوری سورت مکی ہے اور قتال
ولم يكن القتال شرع بعد	اس کے بعد شروع نہیں ہوا تھا
فهي اكبر دلائل النبوة	بلکہ یہ آپ کی نبوت پر بڑی دلیل
لانه من باب الاخبار	میں سے ہے کیونکہ اس میں آئندہ

---

[1] تفسیر مدارک ۔ اکلیل ۔ مظہری

یا المغیبات المستقبلة [۱] پیش آنیوالی غیب کی خبر ہے

علاوہ ازیں آیت مبارکہ میں "سَيَكُوْنُ" استقبال کے لئے خاص ہے جس کے ذریعہ زمانہ مستقبل میں پیش آنے والے تمام حالات کی اجمالاً نشاندہی کردی گئی ہے رہا نماز اور زکوٰۃ سے استدلال تو اس کے بارے میں آئندہ صفحات میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا ارشاد نقل کیا ہے اس کی روشنی میں مزید کسی تاویل اور احتمال کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ سورۂ المزمل میں ہے

سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ہم آپ کی طرف عنقریب بھاری بات نازل کرینگے۔

مفسرین نے قولِ ثقیل کی تفسیر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے ہم اس سے متفق ہیں لیکن اسی کے ساتھ ایک دوسری بات کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔ وہ یہ کہ زمانہ فترۃ اور سورۂ المزمل کے بعد ۳ھ، ۴ھ، ۵ھ نبوی میں جتنا قرآن پاک نازل ہوا اور جس تسلسل کے ساتھ نازل ہوا وہ ہماری تقسیم کے مطابق ادوارِ خمسہ میں سے کسی دور میں نازل نہیں ہوا۔ اگر "قولِ ثقیل" کی تفاسیر کا مطالعہ کرتے وقت اس مطالعہ کو بھی ذہن میں رکھا جائے تو فائدہ سے خالی نہیں ہے

---

[۱] ابن کثیر ص ۴۳۹ ج ۴۔

مستثنیٰ آیات

سورۃ الماعون

سورۃ الماعون کی تین آیات کو مکّی اور آخر تک بقیہ آیات کو مدنی بتلایا جاتا ہے یعنی[۱]:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ	خرابی ان لوگوں کی جو اپنی نماز سے
هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ	بے خبر ہیں جو دکھلاوا کرتے ہیں اور
الَّذِیْنَ هُمْ یُرَاءُوْنَ وَ	مانگی نہ دیں برتنے کی چیز
یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝	

حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ کے ارشاد کے بموجب یہ پوری سورت مدنی ہے لیکن جمہور مفسرین کا فرمانا ہے کہ بلا استثنار یہ پوری سورت مکّی ہے[۱] اور عاص بن وائل سہمی یا ولید بن مغیرہ یا عمر بن عائذ مخزومی یا ابوجہل مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی ہے[۲] حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا ہے:-

ابوجہل مردود کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تو اس کے پاس آکر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیموں کو میرے سپرد کردو اور ان کا حصہ میرے پاس امانت رکھ دو میں ان کی خبرگیری کرونگا تاکہ ان کے وارث ان پر زیادتی نہ کرسکیں پھر جب مال پر قبضہ ہوجاتا تو ان یتیموں کو اپنے پاس سے بھگا دیتا تھا ایک مرتبہ ایک مسکین نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر شکایت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سفارش کے لئے

---

[۱] تفسیر اکلیل علی مدارک [۲] ایضاً ص ۲۴۳ ج ۶ [۳] تفسیر کشف الرحمٰن از مولانا احمد سعید صاحب، تفسیر فتح العزیز از شاہ عبدالعزیز صاحب رح

ابوجہل کے پاس گئے مگروہ نہ مانا تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی
حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا مذکورہ بالا ترجمہ سورت کے مکی اور مدنی ہونے کے احتمال کو مشتمل ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی حجۃ اللہ البالغہ کے باب ۲۷ میں جو کچھ مذکور ہے اس سے جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے، یہ پورا مقالہ آئندہ صفحات میں نقل کیا جا رہا ہے۔

سورۂ ق | جیسا کہ فہرست سے ظاہر ہے اس سورت کا نزول تقریباً ۴ھ یا ۵ھ نبوی میں ہوا ہے یہ پوری سورت مکی ہے حضرت حسن، عکرمہ، عطا، جابر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اسی کو جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے [۲] لیکن حضرت ابن عباس رضؓ اور قتادہ رحؒ فرماتے ہیں کہ آیت ۳۸

لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ	ہم نے آسمان اور زمین اور جو
الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ	ان کے درمیان میں ہے سب
سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ	کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ہم
لُّغُوْبٍ	کو تھکاوٹ نہیں ہوئی

یہ آیت یہودیوں کی تردید میں نازل ہوئی ہے ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان چھ دن میں بنائے لیکن ان میں پہلا دن اتوار کا تھا اور آخری دن جمعہ کا تھا اور یوم سبت (سنیچر) کے دن کی اللہ میاں نے چھٹی منائی اور عرش پر آرام فرمایا تھا [۳]
جمہور مفسرین کے نزدیک محض اس قرینہ کی وجہ سے کہ یہودیوں سے واسطہ مدینہ منورہ میں پڑا تھا سورت کی اس آیت کو مدنی قرار دینا مناسب نہیں بلکہ ترجیح حضرت جابر رضؓ اور عکرمہ، حسن وغیرہ حضرات کے قول کو رہے گی کیونکہ اگر یہی اعتقاد اہل مکہ کا ہو، بلکہ تھا کیونکہ ان کے

---

[۱] فتح العزیز [۲] اکلیل ص۱ ج ۷، [۳] اکلیل ص۵ ج ۷، تفسیر ابن کثیر ص۲۲۸ ج ۴

جاہلانہ عقائد اسی قسم کے تھے) تو غیر مناسب نہیں ہے

القمر یہ سورت مکہ معظمہ کے دور وسطیٰ یعنی ۷ ؁ یا ۸ ؁ یا ۹ ؁ نبوی میں نازل ہوئی ہے اور پوری سورت مکی ہے مگر حضرت ابن عباسؓ کا فرمانا ہے کہ اس سورت میں آیت ۴۴، ۴۵، ۴۶ یہ مدینہ منورہ میں عین غزوۂ بدر کے موقعہ پر نازل ہوئی ہیں آیات یہ ہیں:۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ	شکست کھائینگے سب اور بھاگینگے
الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ	عنقریب پشت پھیر کر بلکہ قیامت
مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ	ان کے وعدہ کا وقت ہے اور
اَدْهٰى وَاَمَرُّ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ	قیامت بڑی آفت ہے اور کڑوی
فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ	ہے بیشک مجرمین گمراہی میں ہیں اور
(الآیۃ)	سودا میں مبتلا ہیں

بخاری نے روایت کیا ہے کہ جنگ بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے بعد اپنی قیامگاہ سے ان آیات کو پڑھتے ہوئے نکل رہے تھے۔ اس کو حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل ہے جسکو عکرمہ نے روایت کیا ہے[1] حضرت ابن عباسؓ غزوۂ بدر میں شریک بھی نہیں تھے علاوہ ازیں مذکورہ واقعہ کے اعتبار سے ان آیات کا نزول غزوہ بدر کے موقعہ پر ہونا ثبوت کے لئے ناکافی ہے بلکہ اس وقت حضورؐ کا تلاوت کرنا ثابت ہے علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہ حضورؐ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا آج بدر کے دن مجھے ان آیات کا مطلب معلوم ہوا کہ سورت کے نزول کے وقت اللہ تعالےٰ کی مراد یہ تھی۔[2]

---

[1] مظہری ص ۱۴۲ ج ۲ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۹ ج ۴۔ اکلیل ص ۴۵ ج ۷

اعراف | یہ سورت مکی ہے اور دور وسطیٰ کے آخر یعنی تقریباً ۱۱ نبوی کے آخر میں نازل ہوئی ہے اس میں آٹھ آیات کو مدنی قرار دیا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور قاضی بیضاوی کا یہی ارشاد ہے [۱] وہ آیات ۱۶۳ لغایت ۱۷۰ ہیں :۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ	پوچھ ان سے حال اس بستی کا
الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ	جو دریا کے کنارے تھی ـــــ
الْبَحْرِ (الیٰ قولہ) اِنَّا لَا	ہم نیک لوگوں کا ثواب ضائع
نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ	نہیں کرتے ۔

جس طرح سورۂ بقرہ کے رکوع ۵ سے لیکر بہت دور تک بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے ۔اسی طرح اس سورت میں بنی اسرائیل سے متعلق بہت سی باتیں مذکور ہیں ۔اندازہ یہ ہے کہ یہ آیات بھی مدنی دور کے ابتدائی زمانہ کی ہیں ۔ اور حضورؐ کی نبوت اور رسالت پر اس میں بہت بڑی دلیل ہے

ان آیات میں جس بستی کا تذکرہ ہے مفسرین کے نزدیک وہ یا تو ایلہ ہے یا مدین ہے [۲]۔ یہ دونوں بستیاں (موجودہ خلیج عقبہ میں) ہیں بحر قلزم میں خلیج عقبہ کے پہلے شمال مشرقی کنارے پر مدین ہے اور آخری کنارے پر ایلہ ہے ۔جس طرح آج خلیج عقبہ مصر اور اسرائیل کے درمیان بہت بڑی فوجی اہمیت کو حاصل ہے ۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہ بہت بڑی اہمیت رکھتے تھے ۔

الشعراء | یہ سورت مکی ہے اور مکہ کے دور وسطیٰ یعنی قریباً ۱۰ نبوی یا اس سے کچھ قبل نازل ہوئی ہے مفسرین نے اس سورت کی آیت ۱۹۷ اور آیت ۲۲۴ سے ختم تک کو مدنی قرار دیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ آیت ۱۹۷ مدنی نہیں ہے بلکہ مکی ہے

---

[۱] تفسیر بیضاوی ص ۱۴۹ ج ۲ مظہری ص ۳۶۹ ج ۳ [۲] تفسیر ابن کثیر

۱۹۷ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ آيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ	کیا ان کے لئے یہ کوئی نشانی نہیں ہے کہ اس کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں اگر اس کو کسی عجمی پر اتار دیتے اور وہ اس کو ان پر پڑھتا تب بھی یہ ایمان نہ لاتے

اس آیت میں علماء بنی اسرائیل سے مراد یہ پانچ حضرات ہیں عبداللہ بن سلام رض وابن، یامین، اسد، اُسید۔ یہ قرینہ ہے کہ یہ مدنی ہے لیکن حضرت ابن عباس رض نے روایت کیا ہے۔ اہل مکہ نے یہود مدینہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے بھیجا تھا تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ بیشک یہ زمانہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا زمانہ ہے اور ان کے اوصاف توریت میں مذکور ہیں[1]۔ قرآن پاک میں یہود کی تصدیق کے بارے میں اور بھی چند جگہ مذکور ہے یہ روایت واضح ثبوت ہے کہ یہ آیت بھی مکی ہے اور مولانا مودودی صاحب نے بھی مذکورہ آیت کی تفسیر میں اس کو مکی آیت قرار دیا ہے اور دلیل میں سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے امام بیہقی کی روایت نقل کی ہے کہ حبشہ سے ۲۰ آدمیوں کا ایک وفد تفتیش حال کے لئے مکہ معظمہ آیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی الخ اس لئے یہ آیت مکی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس واقعہ کی تائید میں سورۂ قصص آیات ۵۲ تا ۵۵ کو پیش بھی کیا ہے (جس کی تفسیر آئندہ آرہی ہے[2])

محترم مولانا کو اس انتساب اور استدلال میں سہو ہو گیا ہے کیونکہ سورۂ قصص کی آیات میں آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ کا لفظ ہے اور یہاں علماء بنی اسرائیل کا لفظ ہے۔ قرآن پاک میں بنی اسرائیل کا لفظ صرف

---

[1] مظہری صفحہ ۲ ج ۲ [2] تفصیل ملاحظہ فرمائیں تفہیم القرآن صفحہ ۵۳۷ ج ۳ اور صفحہ ۶۲۵ ج ۳

یہودیوں ہی کیلئے استعمال کیا گیا ہے یعنی اس جگہ صرف یہودی مراد ہیں۔ ہاں اگر یہاں اہل کتاب کا لفظ ہوتا تو یقیناً مولانا کی مندرجہ تفسیر اور استدلال بہت مناسب تھا روایتی اعتبار سے مولانا کے استدلال کی غلطی سورۂ قصص میں آرہی ہے، اور سورۂ شعراء کی مستثنیٰ آخری آیات یہ ہیں۔

۲۲۴ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ	شاعروں کا اتباع گمراہ لوگ ہی
اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ	کرتے ہیں کیا آپ نے نہیں دیکھا
يَّهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ	کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے
مَا لَا يَفْعَلُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ	ہیں اور وہ کہتے ہیں کرتے نہیں
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے
وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ	اور اچھے کام کئے اور اللہ کو خوب
انْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا	یاد کیا اور مدد کی اس کے بعد
ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ	کہ ان پر ظلم کیا گیا اور عنقریب
ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ	جان لینگے ظالم کہ وہ کس کروٹ
	پڑتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضہ کے ارشاد کے مطابق آیت ۲۲۴ قبیلہ انصار اور ایک دوسرے قبیلہ کے شاعر کے بارے میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی[۱] ابن جریر، اسحٰق اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضہ کی ایک دوسری روایت اور ذکر کی ہے کہ جس وقت آیت مبارکہ الشعراء نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضہ اور حسّان بن ثابت رضہ اور دیگر شعراء اسلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! ہمارا بھی کہیں ٹھکانا ہے؟ تب اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ نازل ہوئی لیکن حافظ ابن کثیر رہ اس سے متفق نہیں ہیں وہ

---

[۱] مظہری ص۸۰ ج ۷، تفسیر ابن کثیر ص۳۵۳ ج ۳۔ مدارک

فرماتے ہیں کہ یہ پوری سورت مکی ہے اور یہ سب روایات مرسل ہیں اور قابل اعتماد نہیں ہیں بلکہ آیت مبارکہ میں شعراء جاہلیت ہی مراد ہیں جو پہلے تو اسلام کی ہجو بیان کیا کرتے تھے پھر بعد میں مسلمان ہو گئے تو استثناء والی آیات نازل ہوئیں ہیں مثلاً عبداللہ بن الزبعری رض انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد یہ اشعار کہے ہیں:-

یا رسول الملیک ان لسانی　　　راتق ما فتقت اذ انا بور
اذ اجاری الشیطان فی　　　سنن الغی ومن مال میلہ مثبور[۱]

القصص | یہ سورت مکہ معظمہ کے دور وسطیٰ یعنی ۸ھ یا ۹ھ یا ۱۰ھ نبوی میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت کی آیت ۵۲ لغایۃ ۵۵ کو اور آیت ۸۵ کو مفسرین نے مدنی قرار دیا ہے۔

۵۲ تا ۵۵ ــ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ	جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے
الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ	کتاب دی وہ قرآن پر ایمان لائے
بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا یُتْلٰی	اور جب ان پر آیات پڑھی گئیں
عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِہٖٓ	تو بولے ہم اس پر ایمان لائے،
اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا	بیشک وہ حق ہے ہمارے رب
کُنَّا مِنْ قَبْلِہٖ مُسْلِمِیْنَ	کی جانب سے اور ہم تو پہلے ہی
اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ	سے مسلمان[۲] ہیں۔ یہی لوگ ہیں

---

[۱] ابن کثیر ص۳۵۵ ج ۳　[۲] مولانا مودودی صاحب نے علامہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ پر نکیر فرمائی ہے کہ انہوں نے لفظ مسلم کو صرف امت محمدیہ کے مسلمانوں کیلئے خاص مانا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اسکے لئے علامہ سیوطی نے جو تاویلات پیش کی ہیں وہ بہت کمزور ہیں، اتفاق سے[۳] یہ تنقید مولانا نے اپنے ذمہ رکھ لی ہے اگر وہ تنقید کا انتساب علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی کی طرف کر دیتے تو ان کا بوجھ ہلکا ہو جاتا یہ تنقید علامہ آلوسی ہی کی ہو سکتی ہے ملاحظہ فرمائیں روح المعانی ص۹۵ ج۲۰۔ تفہیم القرآن ص۶۴۶ ج ۳۔

مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ

جنکو دو مرتبہ اجر ملیگا ان کے صبر کرنے کی وجہ سے اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں جب انہوں نے لغویت کو سنا تو اس سے اعراض کیا تو بولے ہمارے لئے ہمارے اعمال تمہارے لئے تمہارے اعمال سلام علیکم، ہم جاہلوں کے مقتدی نہیں بنتے

سورۂ الشعراء کے بیان میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی نے سورۂ الشعراء کی آیت مندرجہ بالا اور سورۂ قصص کی اِن آیات میں سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے ایک ہی واقعہ بیان کیا ہے (جس کی تردید ہم اوپر کر آئے ہیں) دیگر مفسرین نے ان آیات کو مدنی قرار دیا ہے اور سیرت ابن ہشام والے واقعہ کا نہ صرف انکار کیا ہے بلکہ تردید بھی کی ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر مظہری، ابن کثیر اور علامہ آلوسی نے اس وفد کے واقعہ کو ذکر کیا ہے جو حبشہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا

۱۔ ابن اسحٰق نے روایت کیا ہے کہ ۲۰ آدمیوں کا ایک وفد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہوا اور آپ کو مسجد حرام میں دیکھا اور آپ کے پاس آکر بیٹھے اور کلام کیا حضور صلعم نے انکو قرآن پاک سنایا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہ دیکھ کر ابو جہل

لہ اس آیت میں سلام علیکم سے مراد کافروں کو سلام کرنا نہیں بلکہ یہ کلمہ ترک اور اعراض کیلئے ہے اردو میں بھی اس معنی میں اس کا استعمال شائع ہے۔ روح المعانی صـ۹۵ ج ۲

نے ان پر اعتراض کیا۔ واہ آپ لوگ بھی عجیب لوگ ہیں ذرا سی بات میں بھڑک گئے۔ تب ان لوگوں نے کہا، سلام علیکم معاف فرمائیے! ہم جاہلوں کے پھندے میں آنے والے نہیں ہیں[1]

۴۔ صاحب تفسیر مظہری، روح المعانی اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے چالیس آدمیوں کا ایک وفد آیا (جس میں ۳۲ حضرات حبشہ کے تھے جو حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے اور آٹھ آدمی شام کے راہب اور عیسائی تھے جن کے نام یہ ہیں: بحیرہ، ابرہہ، اشرف، عامر، ایمن، ادریس نافع، تمیم داری وغیرہ اور سلمان فارسی، عبداللہ بن سلام یہ دونوں بھی شریک ہو گئے تھے۔ ان حضرات کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں صاحب تفسیر روح المعانی نے فرمایا ہے کہ اس واقعہ کو ابن مردویہ نے بسند جید روایت کیا ہے[2] قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۷ھ کا ہے اس وفد کے حضرات غزوہ خیبر میں شریک ہوئے اور انہوں نے اپنا مال بھی خرچ کیا جیسا کہ آیت مبارکہ سے ثابت ہے[3]

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ — اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں۔

اس تاویل کی بناء پر یہ آیات مدنی ہیں لیکن ہمارے نزدیک زیادہ معتدل رائے حافظ ابن کثیر کی ہے انہوں نے فرمایا ہے:

اللہ تعالے بہتر جانتا ہے کہ آیت مبارکہ میں کون حضرات مراد ہیں یا یہ آیات کن کے بارے میں نازل ہوئی ہیں[4]

۵۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ — جس نے حکم بھیجا ہے تجھ پر قرآن کا

---

[1] ابن کثیر ص ۳۹۶ ج ۳ [2] روح المعانی ص ۹۴ ج ۲۰ [3] مظہری ص ۱۶۷ ج ۷
[4] ابن کثیر ص ۳۹۶ ج ۳

الْقُرْاٰنَ لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَادٍ	وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ
قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ	تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے کون
بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ	لایا ہے راہ کی سوجھ اور کون پڑا ہے
مُّبِیْنٍ	صریح گمراہی میں ۔ (شیخ الہند)

علامہ آلوسی نے تحریر فرمایا ہے کہ بہت سے حضرات نے مختلف اسناد کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ یہ آیات ہجرت کے وقت مقام جحفہ پر حضور ص کی تسلی خاطر کے لئے نازل ہوئیں اور بیہقی نے اس کو دلائل نبوت میں قرار دیا ہے [1] اور مولانا مودودی صاحب نے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ معاد سے مراد مکہ معظمہ نہیں ہے اس وجہ سے ان آیات کو ہجرت کے وقت کی قرار دینے کے کوئی گنجائش نہیں۔ فرماتے ہیں :-

یہ سورت روایات کی رو سے بھی اور اپنے مضمون کی داخلی شہادت کے اعتبار سے بھی ہجرت حبشہ کے قریب کے زمانہ میں نازل ہوئی تھی تو اسے کس مناسبت سے یہاں اس سیاق و سباق میں لاکر رکھ دیا گیا الخ [2]

مولانا نے معاد کا ترجمہ مکہ معظمہ تسلیم نہیں کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے اس بارے میں کم از کم دس روایات ذکر کی ہیں کہ معاد سے مراد

یوم قیامت ۔ جنت ۔ موت ۔ ارض محشر ۔ بیت المقدس مکہ معظمہ ہیں [3]

افسوس کہ اس جگہ ہم مولانا مودودی صاحب کی رائے سے متفق نہیں ہیں اور جو تبصرہ انہوں نے فرمایا ہے وہ بھی ہمارے نزدیک معقول نہیں ہے ان کے اس تبصرہ کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان کی رائے کے مطابق قرآن پاک کی ہر سورت بتمامہ ایک وقت میں نازل ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے علاوہ ازیں ان کو

---

[1] روح المعانی ص ۱۲۸ ج ۲۰ [2] تفہیم القرآن ص ۶۶۷ ج ۳ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۲ ج ۳

معاد کے ترجمہ میں بھی سہو ہو رہا ہے۔ معاد عود سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد مکہ ہے یہی ضحاک و مجاہد نے روایت کیا ہے علامہ آلوسی نے فرمایا ہے اس زمانہ میں مکہ کا نام معاد بھی رائج تھا اہل قریش اس کو معاد کہتے تھے اس کے بعد فرماتے ہیں اس آیت کو اس جگہ رکھنے کی وجہ مطابقت بھی ہے کیونکہ اس سے قبل والی آیت اس آیت کے مضمون کے عین مطابق ہے[۱] اور حافظ ابن کثیر نے ان تمام اقوال میں مطابقت بھی پیدا کر دی ہے کہ بیک وقت سب مراد ہو سکتے ہیں[۲]

بنی اسرائیل یہ سورت مکی ہے اور آخری دور تقریباً سنہ ۱۲ نبوی میں نازل ہوئی ہے بعض مفسرین نے اس سورت کی آیت ۲۶ اور ۳۲، ۳۳ کو مدنی قرار دیا ہے

۲۶ وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا

اور دیجئے قرابت داروں کا حق اور مسکین اور مسافر کا اور فضول خرچ نہ کرو

علامہ بغوی نے علی بن حسین سے اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اور طبرانی نے حضرت ابو سعید خدری رضہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضہ کو بلا کر علاقہ فدک مرحمت فرمایا[۳] لیکن حافظ ابن کثیر نے اس پر سخت تنقید کی ہے اور فرمایا یہ پوری سورت مکی ہے یہ رافضیوں کا اضافہ ہے[۴] ہمیں قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پر حیرت ہے کہ انہوں نے حافظ صاحبؒ کی بالکل سامنے کی دلیل کو کیوں چھوڑ دیا؟ یہ بات ضرور ہے کہ قاضی صاحب نے روافض کی تردید کی ہے کہ یہ خیال غلط ہے

---

[۱] روح المعانی ص۱۲۸ ج ۲۰ [۲] ابن کثیر ص۴۰۲ ج ۳۔ فوائد عثمانی میں بھی اس کی تفصیل مذکور ہے اور حضرت شیخ الہندؒ اور شاہ عبد القادر صاحبؒ کے ترجمہ نے بہت کمال پیدا کر دیا ہے [۳] مظہری ص۳۸ ج ۵ [۴] ابن کثیر ص۳۶ ج ۳

کہ فدک کو حضور صلعم نے حضرت فاطمہ رض کو عطا فرما دیا تھا بلکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمایا ہے۔ اگر یہ حقیقت ہوتی تو پھر خلافت صدیق رض میں مانگنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ ملاحظہ فرمائیے تفسیر مظہری۔

اور آیت ۳۲، ۳۳ کو محض اس بنیاد پر مدنی قرار دینا کہ احکامات کا سلسلہ مدینہ منورہ سے شروع ہوا ہے غلط قسم کا وہم ہے بلکہ اس سورت کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی احکامات کے ارتقائی دور کی ابتدا ہجرت سے پہلے ہو چکی تھی کیونکہ اسلام صرف مکہ ہی میں نہیں بلکہ حبشہ اور مدینہ میں پہونچ چکا تھا اس لئے حرام و حلال کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا اس سورت میں جو احکامات مذکور ہیں وہ اس کا بالکل واضح اور کھلا ثبوت ہیں مثلاً زنا کی حرمت، یتیموں کے مال کی حرمت وغیرہ یہ وہ امور ہیں جن کو کافر تک بُرا جانتے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں ان کو قبیح لعینہٖ کہا جاتا ہے یعنی بنیادی طور پر یہ امور برے ہیں۔

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر کے شروع میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ سورت مکی ہے لیکن ۷۳ سے لیکر آٹھ آیتیں مستثنیٰ ہیں مگر حیرت یہ ہے کہ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور تفسیر کرتے ہوئے کچھ بھی اشارہ نہیں دیا آیت ۷۳ لغایۃ ۸۰ یہ ہیں:

۷۳	وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ	ان لوگوں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے
	عَنِ الَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ	کہ یہ آپکو ہماری وحی سے ہٹا دیں
لغایۃ ۸۰	وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ	اور فرما دیجئے! میرے رب! داخل
	مُدْخَلَ صِدْقٍ ۱۷	کر مجھے مدخل صدق میں۔

ان آیات کا مضمون اتنا واضح ہے کہ جس میں ذرہ برابر کوئی احتمال نہیں ہے بلکہ آیت ۸۰ میں ہجرت کی طرف اشارہ ہے اور اسی کو مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ لباب النقول کے مصنف نے اس کے شان نزول سے تو

اتفاق کیا ہے لیکن ان آیات کو مدنی کسی نے نہیں بتلایا [۱]

سورۂ ہود | یہ سورۃ مکی ہے اور ہجرت کے سال تقریباً ۱۳ سنہ نبوی میں نازل ہوئی ہے حضرت ابن عباس رضا اور مقاتل رحمۃ نے اس کی آیت ۱۲، ۱۷، ۱۱۴ کو مدنی قرار دیا ہے

۱۲ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ

شاید ایسا تو نہیں ہے کہ آپ کچھ چیز چھوڑ دیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس سے تنگ ہو کر کہ کافر کہتے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُترا، یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں ہے آپ تو محض ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر وکیل ہے

اس آیت میں وہی اعتراض ہے جو جہلائے مکہ کیا کرتے تھے جس کی تائید بعض دوسری آیات سے بھی ہو رہی ہے ۔ اس کے مدنی ہونے کی کوئی وجہ سامنے نہیں ہے ۔

۱۷ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ الخ

بھلا ایک شخص جو صاف راستہ پر ہے اپنے رب کے اور اسکے ساتھ ساتھ ایک گواہ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور اس سے پہلے گواہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے جو راستہ بتلاتی ہے اور بخشواتی ہے یہی لوگ ایمان لائے ہیں قرآن پر ۔

---

[۱] مظہری ص۶۵ ج ۵

۱۱۴ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئٰتِ — نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں

یہ آیات ہیں جن کو مدنی بتلایا جاتا ہے لیکن جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ پوری سورت مکی ہے کوئی آیت اس میں مدنی نہیں ہے [1]

سورۂ یوسف | یہ سورۃ بھی مکی ہے اور ہجرت والے سال تقریباً ۱۳ نبوی میں نازل ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے سورۂ یوسف کی ابتدائی سات آیتوں کو اور سورۂ ہود کی آخری آیت کو سورۂ یوسف سے تعلق جوڑتے ہوئے مدنی قرار دیا ہے[2] سورۂ ہود کی آخری آیات یہ ہیں۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ (آخر تک) — اور سب چیزیں بیان کر دی ہم نے تیرے پاس رسولوں کے احوال سے

ان آیات اور سورۂ یوسف کے ابتدائی حصہ کو مدنی قرار دینے میں بہت سے قصے بیان کئے ہیں مثلاً مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے آپ سے سوال کیا۔ ان گیارہ ستاروں کے کیا نام ہیں جن کو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جریان، ذیال، طارق، تابس، عمودان فلیق، مصبح، ضروح، ذوالکتفین، شمس، قمر۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ یہود نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ بنی اسرائیل مصر کس طرح پہونچے ان کے اس سوال کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے[3] لیکن علامہ آلوسی نے فرمایا ہے کہ پوری سورۃ مکی ہے اور یہ تمام مرویات واہیات ہیں ان کی طرف توجہ بھی نہ دینی چاہیئے۔ بالفرض اگر یہ کسی یہودی کے سوال کے جواب میں ہیں تو رفاعہ بن رافع نے روایت کیا ہے کہ رافع مکہ میں حاضر ہوا تھا اور اس نے آپ سے سوال کیا تھا اور پھر وہ مسلمان ہوگئے یہ بھی ہے کہ یہود مدینہ نے مشرکین مکہ کو سکھایا تھا کہ آپ لوگ یہ سوال دریافت کریں کہ بنی اسرائیل

---

[1] اکلیل علی مدارک ج ۵ ص ۲۹ [2] حاشیہ بیضاوی ج ۲ ص ۳۶۱ [3] اکلیل علی مدارک ص ۵۴ ج ۵

مصر کس طرح پہونچے الخ[۱]

سورۃ الحجر یہ سورت مکی ہے اور درمیانی زمانہ قریباً ۵ نبوی میں نازل ہوئی ہے صاحب تفسیر اکلیل نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے[۲] اور علامہ بغوی نے بھی یہی فرمایا ہے غالباً صاحب اکلیل نے علامہ بغوی ہی کی روایت کو اختیار کرلیا ہے لیکن علامہ سید محمود آلوسی نے فرمایا ہے کہ اس سورۃ میں استثنار نہ تسلیم کرنا عدم تحقیق کی دلیل ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس استثنار پر ترمذی کی ایک روایت بھی ذکر کردی ہے[۳]۔ بہرحال اس سورت کی آیت ۸۷ مدنی ہے وہ یہ ہے:-

۸۷ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا	اور ہم نے آپ کو سبع مثانی اور
مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ	قرآن عظیم عطا کیا ہے آپ متاع
۸۸ الْعَظِيْمَ ـ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ	دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں
اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا	جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں
مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ	کو دے رکھی ہیں اور نہ ان پر غم فرمائیں
وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ	اور آپ تو ایمان والوں کی طرف مائل رہیں

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رح نے اپنی کتاب بستان میں سعید بن جبیر کی روایت درج کی ہے کہ سبع مثانی سے مراد سات سورتیں ہیں یعنی سورۃ بقرہ۔ آل عمران انعام، اعراف، نسار، مائدہ اور ساتویں سورۃ یونس ہے[۴]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت ہے کہ سبع مثانی سورۃ فاتحہ ہے اور اس بارے میں دو مرفوع حدیثیں بھی ہیں اور علمار کی ایک کثیر جماعت نے اسی کو ترجیح دی ہے (تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب "اسلامی علوم اور معاشرت" ترجمہ بستان)

---

[۱] روح المعانی ص۱۷۱ ج ۱۲۔ مدارک ص۵۴ ج ۵ [۲] اکلیل ص۱۰۶ ج ۵ [۳] روح المعانی ص۲ ج ۱۴ [۴] اتقان ص۶۳ ج ۱

قاضی بیضاوی نے آیت ۹۳ کو بھی مدنی قرار دیا اور اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی کی ایک روایت بھی ذکر کی ہے[1]۔ اور ایسے ہی قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی مدنی ہے واللہ اعلم۔

سورۂ انعام یہ سورت مکی ہے اور ہجرت والے سال ۱۳ نبوی میں نازل ہوئی ہے اور ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی، سفیان ثوری اور دیگر حضرات نے روایت کیا ہے کہ یہ سورت یکبارگی نازل ہوئی اور ستر فرشتے اس کے ساتھ تسبیح کرتے ہوئے اترے۔

بعض مفسرین نے اس میں بہت مستثنیٰ آیات بتلائی ہیں لیکن یہ ان کا وہم ہے جیسا کہ ہم نے سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر کیا ہے کہ اسوقت سے اسلامی احکامات کا ارتقائی دور شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ دونوں سورتوں میں یکساں احکامات مذکور ہیں اور حجۃ اللہ البالغہ باب ۱۴۲ کے اعتبار سے زمانہ جاہلیت کے بہت سے مسائل کی اصلاح اس سورۃ میں کی گئی ہے اس طرح فہرست میں دی ہوئی مستثنیٰ آیات کا شمار درست نہیں ہیں البتہ سید محمود آلوسی جو متاخرین مفسرین میں بہت بڑے محقق ہیں اور کسی کمزور بات کو جلدی سے قبول نہیں کرتے ہیں ان کی تحقیق کے مطابق جن مستثنیٰ آیات کو اس جگہ ذکر کیا جا رہا ہے وہ فرماتے ہیں:۔

۱۔ نحاس فرماتے ہیں "قُلْ تَعَالَوْا" سے لیکر تین آیات مدنی ہیں

۲۔ ابوحجیفہ کہتے ہیں تین آیات قُلْ تَعَالَوْا سے لیکر اور تین آیات وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ سے لیکر کل آیات مدنی ہیں

۳۔ سفیان کہتے ہیں وہ آیات مدنی ہیں وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ

---

[1] بیضاوی صفحہ ۳۱ ج ۲

سے دو آیات مدنی ہیں۔

۴ – صرف ایک آیت مدنی ہے یعنی وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ[1]

۹۲ تا ۹۴ – وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَاءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ـــــ الیٰ قولہ ـــــ

اور پہچانا انہوں نے اللہ کو پورا پہچاننا جب بولے نہیں اتارا اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز فرما دیجئے کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے جو روشن تھی ہدایت تھی لوگوں کے لئے جس کو ورق ورق کر کے تم نے ظاہر کیا اور بہت سی باتوں کو تم نے چھپالیا (الیٰ قولہ)

۹۴ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ

اور تم اسکی آیات سے تکبر کرتے ہو۔

سعید بن جبیر نے اس واقعہ کے تحت یہودیوں کے ایک موٹے عالم مالک بن ضیف کا نام لیا ہے کہ یہود اس کو مناظرہ کے لئے لائے تھے حضور نے فرمایا کیا توریت میں موجود نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے اس کو غصہ آگیا۔ اور سدی نے اس عالم کا نام فنحاص بتلایا ہے بہرحال جو بھی تھا وہ لاجواب ہوگیا اور یہودیوں نے اس کے بجائے پھر ابن اشرف کو منتخب کیا تھا اس واقعہ کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں[2]۔

۱۵۲ تا ۱۵۴ – قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (الیٰ قولہ)

فرما دیجئے آؤ! سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے یہ کہ کسی کو اسکا شریک نہ بناؤگے

---

[1] روح المعانی ج ۷ [2] مظہری ص ۲۹۹ ج ۳ روح المعانی ص ۲۱۹ ج ۷

۱۵۴۔ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ — اسی کی تم کو وصیت کی ہے تاکہ تم ڈرو!

ہمیں حیرت ہے کہ ان تین آیات کو کس طرح مدنی قرار دیا ہے جبکہ کوئی ادنیٰ درجہ کا اشارہ کسی روایت سے ان آیات کے مدنی ہونے پر نہیں البتہ ان آیات کے مکی ہونے پر روایات موجود ہیں۔

حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایام منیٰ میں حضورؐ کے ساتھ میں اور حضرت ابوبکر رضؓ تھے کہ آپ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اسی اثناء میں آپ کی ملاقات مفروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ سے ہوئی انہوں نے کہا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں تب حضور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں[1]

علامہ بغوی رحؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے یہ آیات محکمات ہیں یہ احکام کسی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئے ہیں[2] اس صراحت سے ہماری اس تقریر کی تائید ہو رہی ہے جو ہم سورۂ بنی اسرائیل میں کر آئے ہیں کہ یہ زمانہ ۱۰ھ لغایت ۱۳ نبوی اسلامی احکامات کے ارتقائی دور کی ابتدائی منزل ہے اور ان چیزوں کی اصلیت زمانہ جاہلیت میں بھی برقرار تھی اہل قریش میں سے جو لوگ حنیف شمار ہوتے تھے مثلاً حضرت عبدالمطلب، عثمان بن زید اور دیگر پانچ حضرات جو بھی اس زمانے میں اپنے اہل اقران میں ذرا مہذب شمار ہوتے تھے وہ برائیوں کے ارتکاب سے اجتناب کرتے تھے۔

ان آیات کے علاوہ آیت ۲۳ اور ۱۱۴ کے مضمون میں اس قسم کا اشارہ ملتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آیات مدنی ہوں۔ مثلاً

۲۳۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ — جنکو ہم نے کتاب دی ہے وہ انکو

---

[1] حاشیہ مظہری ص۳۲۴ ج۳ [2] روح المعانی ص۵۷ ج۸

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ أَبْنَاءَهُمْ — (حضورؐ کو) پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں

۱۱۴ وَالَّذِيْنَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ — اور جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے حق کے ساتھ لہذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں

سورۃ لقمان

یہ سورۃ تمامہ مکی ہے اور وسطی زمانہ یعنی تقریباً ۸ سنہ یا ۹ سنہ نبوی میں نازل ہوئی ہے بعض اہل تفسیر نے اس سورت کی آیت ۲۷ تا ۲۹ کو مدنی قرار دیا ہے

۲۷ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الیٰ قولہ) — تمام روئے زمین کے درختوں کے قلم بنا لئے جائیں اور سمندروں کی روشنائی اور ان کے بعد مزید سات سمندروں کی روشنائی بنائی جائے تب بھی آپ کے رب کے کلمات ختم نہ ہونگے (الیٰ قولہ)

۲۹ وَأَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ — بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔

صاحب تفسیر روح المعانی نے بیان کیا ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے اور مشہور بھی یہی ہے لیکن نحاس کہتے ہیں کہ یہ آیات مدنی ہیں[۱] حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ اسی قسم کی آیات سورۂ کہف میں بھی ہیں اور مشہور بھی یہی ہے کہ یہ آیات مکی ہیں لیکن ایک روایت ہے کہ یہود مدینہ نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ انسانوں کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے حالانکہ ہمارے پاس

۱ـه

توریت موجود ہے اور اس میں ہر چیز کا ذکر ہے اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ آیات مدنی ہوں لیکن احتمال یہ ہے کہ یہ اعتراض اہل مکہ نے یہود سے سیکھ کر کیا تھا ۔ میں کہتا ہوں وسطی زمانہ سنہ یا سنہ نبوی کے نزول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے یہی زمانہ وہ ہے کہ اہل مکہ جب اپنی گھڑنت کے اعتراضات سے عاجز آگئے تو وہ ادہر اُدہر سے باتیں سیکھ کر آیا کرتے تھے

سورۃ الزمر یہ سورۃ مکی ہے اور دور وسطیٰ میں تقریباً سنہ نبوی میں نازل ہوئی ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ اس میں کوئی آیت مستثنیٰ نہیں ہے لیکن نحاس نے کہا ہے اور ایک روایت ابن عباس رض کی بھی ہے کہ اس میں دو یا تین آیات مستثنیٰ ہیں بعض نے سات آیات کو بھی کہا ہے وہ مستثنیٰ آیات ۵۲ سے علی اختلاف الاقوال ہیں یعنی آیت ۵۲ ہی سے سب نے تین یا سات مستثنیٰ قرار دی ہیں اور ان کو مدنی بتلایا ہے [۱]

۵۲ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ	فرما دیجئے ، اے میرے بندو!
أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا	جنہوں نے گناہ کر کے اپنے اوپر
تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ	زیادتی کی ہے وہ اللہ کی رحمت
إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ	سے مایوس نہ ہوں اللہ تعالےٰ تمام
جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ	گناہوں کو معاف کر دیگا وہ غفور
الرَّحِيمُ	رحیم ہے ۔

ایک حدیث طبرانی نے بسندِ ضعیف حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلِ حضرت حمزہ رض کو یعنی حضرت وحشی رض کو اسلام کی دعوت دی اس دعوت کے جواب میں حضرت وحشی رض نے عرض کیا حضور! آپ کا فرمانا ہے کہ جس نے شرک کیا یا قتل کیا یا زنا کیا اس کو عذاب ہوگا

---

[۱] مظہری ج ۸ ص ۲۷۶ روح المعانی ج ۲۴ ص ۶۲ ابن کثیر ص ۴۶ ج ۴

اور میں نے شرک بھی کیا ہے اور آپ کے چچا کو بھی قتل کیا ہے اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ	مگر وہ شخص جس نے توبہ کی اور
عَمَلًا صَالِحًا	ایمان لے آیا اور اچھے کام کئے۔

یہ سنکر حضرت وحشی رضؓ نے عرض کیا یہ شرط نہایت سخت ہے میں اس پر قادر نہ ہوسکوں گا تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ	اللہ تعالےٰ شرک کو معاف نہ کریگا
بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ	اور اس کے علاوہ جسکو چاہے گا
لِمَنْ یَّشَآءُ	معاف کردے گا۔

حضرت وحشی رضؓ نے کہا۔ اب بھی مجھے شبہ ہے ممکن ہے معافی ہو اور ممکن ہے معافی نہ ہو تب سورۂ زمر کی مذکورہ آیات نازل ہوئیں اس وقت یہ مسلمان تھے انہوں نے عرض کیا حضور! یہ آیات صرف حضرت وحشی کے لئے ہیں یا عام مسلمانوں کے لئے ہیں آپ نے فرمایا سب مسلمانوں کے لئے یہی حکم ہے علامہ بغوی نے حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات عیاش بن ربیعہ ولید بن ولید اور بعض دیگر مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئیں وہ پہلے تو مسلمان ہو گئے تھے پھر فتنہ میں مبتلا ہو گئے تو حضرت عمر رضؓ نے ان آیات کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر عیاش کی طرف بھیجا پھر یہ لوگ مسلمان ہو گئے [۱]

سورۂ زمر کی مذکورہ آیات مستثنیٰ قرار دینے کے لئے مفسرین نے جو بعید از قیاس باتیں تحریر کی ہیں اس پر ہم اس وجہ سے کلام کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں کہ ان کو بسند ضعیف نقل کیا ہے۔

حضرت وحشی رضؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو ۹ھ میں مسلمان ہوئے یہ فتح مکہ کے موقعہ پر طائف بھاگ گئے تھے وفد بنی طے کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر

---

[۱] مظہری صفحہ ۲۲۳ ج ۸۔

ہوئے۔ مذکورہ سطور میں روایت کے طرز ہی سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ یہ درمیان کے کسی راوی کا افسانہ ہے آیات کے نزول کو اس ترتیب سے بیان کر دیا ہے جو مختلف سورتوں کی ہیں کہ ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں اگر یہ سورۂ زمر ہی کی آیات ہوتیں تب بھی قیاس میں آنے والی بات تھی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت وحشی رضؓ نے ایمان لانے کے لئے کچھ اشکالات رکھے ہوں اور حضرت وحشی رضؓ کے اطمینان کے لئے حضورؐ نے مختلف سورتوں کی یہ آیات پڑھ کر جواب دیا ہو۔

عیاش بن ربیعہ کا واقعہ اس سے بھی زیادہ خلاف قیاس ہے کیونکہ عیاش بن ربیعہ رضؓ کے مسلمان ہونے کا واقعہ حضرت عمر رضؓ کی خلافت کے زمانہ کا ہے اس باب میں بخاری اور مسلم کی روایت زیادہ معتبر ہے۔

اہل شرک میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے بہت قتل و غارتگری ڈال رکھی تھی اور زنا کی بہت کثرت ہو گئی تھی یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے کہ آپ کی دعوت تو بہت اچھی ہے لیکن ہمارے ان اعمال کا کیا کفارہ ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

المؤمن یہ سورۃ تمام مکی ہے اور زمانہ وسطیٰ میں تقریباً ۹ نبوی میں نازل ہوئی ہے بعض روایات کی بنیاد پر آیت ۵۶، ۵۷ کو مدنی قرار دیا گیا ہے

۵۶-۵۷ ــ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ـ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ	جو لوگ بلا دلیل کے اللہ کی باتوں میں جھگڑتے ہیں جو دلیل بھی ان کے پاس ہو لائیں کچھ نہیں ان کے دلوں میں غرور ہے وہ کبھی نہ پہنچ سکیں گے اس تک لہذا آپ خدا کی پناہ مانگیں وہ سنتا ہے دیکھتا ہے

وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ النَّاسَ لَا يَعْلَمُوْنَ	البتہ زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا بڑا ہے انسان کے مقابلہ میں لیکن بہت لوگ جانتے نہیں

ان آیات کے طرز کلام سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ آیتیں مشرکین کے الٹے سیدھے اعتراضات کے رد میں ہیں (جیساکہ زمانۂ وسطیٰ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے) مگر بعض مفسرین نے کمزور اور غیر مرفوع روایات کا سہارا لے کر ان کو بھی مدنی قرار دیدیا۔ ابوحاتم نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ یہود مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ دجال آخری زمانہ میں ہم میں ہی سے ہوگا اور وہ پوری زمین پر قابض ہوجائیگا تب یہ آیات نازل ہوئیں[1]۔ حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ روایت قابل افسوس حد تک غریب[2] ہے۔ امام ترمذیؒ نے حضرت ابن عباس رضؓ کی ایک روایت ذکر کی ہے کہ :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو سورۂ بنی اسرائیل سورۂ زمر اور ساتوں حوامیم تلاوت فرمایا کرتے تھے اور یہ سب سورتیں مکی ہیں[3]

صاحب الکلیل نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی کے علاوہ نے بھی روایت کیا ہے یہ حدیث موضوع نہیں ہے[4]

سورۂ احقاف

یہ سورۃ بتمامہ مکی ہے اور تقریباً ۱۰ نبوی یا ۱۱ نبوی میں نازل ہوئی ہے بعض مفسرین نے اس کی آیت ۱۰ کو مدنی قرار دیا ہے

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ	فرمادیجئے! بتلاؤ تو سہی اگر وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن) اللہ کی جانب سے ہیں

---

[1] مظہری ص۲۶۲ ج ۸ [2] تفسیر ابن کثیر ص۶۴ ج ۴ [3] تفسیر مدارک
[4] الکلیل ص۱۱۹ ج ۶

شَاهِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ	اور تم نے انکار کر دیا حالانکہ بنی اسرائیل
عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ	میں سے ایک گواہ نے گواہی دی
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ	ہے اور تم متکبر ہو گئے بیشک اللہ تعالیٰ
الظّٰلِمِیْنَ	قوم ظالم کو ہدایت نہیں دیتا ۔

حضرت ابن عباس رض، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، یوسف، ہلال بن یساف، سدی، ثوری، مالک بن انس رض یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور مسروق و شعبی کہتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے عبداللہ بن سلام رض کے بارے میں نہیں ہیں اسی کو ابن جریر، ابن ابی حاتم نے اختیار کیا ہے۔ حضرت مسروق اور شعبی نے فرمایا ہے اس آیت میں شاہد سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں [1]

سورۃ النحل

یہ سورۃ مکی ہے اور آخری زمانہ تقریباً ۱۲ سنہ یا ۱۳ سنہ نبوی میں نازل ہوئی ہے علامہ سید محمود آلوسی نے تحریر فرمایا ہے کہ جمہور مفسرین نے آخر کی تین آیات کو مستثنیٰ کیا ہے اور بعض نے دو کو مستثنیٰ کیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کی چالیس آیات مکی ہیں باقی مدنی ہیں ہمارے نزدیک یہ آخری قول محض قول کے درجہ میں ہے جس کی تائید میں کوئی دلیل نہیں ہے آخری تین آیات یہ ہیں

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا	اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی جتنی تم
بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ	کو دی گئی ہے
(اِلٰی قولہ) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ	اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے
الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ	اور جو لوگ محسنین ہوتے ہیں ان
هُمْ مُّحْسِنُوْنَ	کے ساتھ ہے ۔

۱۔ حاکم نے حضرت جابر رض سے روایت کیا ہے کہ جب احد میں حضور صلی اللہ

---

[1] ابن کثیر ص۱۵۹ ج۴ مظہری ص۱۵ ج۸ اکلیل ص۱۸۵ ج۲ روح المعانی ص۸۹ ج۱۴

علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رض کا مثلہ پایا تو قسم کھائی کہ اگر مجھے کسی وقت کامیابی ہوئی تو میں ستر کافروں کا مثلہ

۲- ابن سعد اور بزار- ابن منذر اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے تو اسوقت حضرت جبرئیل ع یہ آیات لے کر آئے

۳- امام ترمذی، نسائی، ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابی بن کعب کی روایت ذکر کی ہے کہ جنگ احد میں ۶۴ صحابہ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے شہید ہوئے اور حضرت حمزہ کا مثلہ بنایا گیا تو حضرات انصار نے کہا ہم بھی کافروں کا مثلہ بنائینگے - جب مکہ فتح ہوا تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں تو اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم صبر کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے

ان احادیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آیات پہلے مکہ میں نازل ہوئیں پھر احد کے بعد، پھر فتح مکہ کے موقعہ پر لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے ان آیات کا نزول تو احد کے بعد ہوا ہے فتح مکہ کے موقعہ پر جب مسلمانوں نے بدلہ کا ارادہ کیا ہوگا اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو پھر سنایا ہوگا جس سے بعض راویوں کو یہ خیال ہوگیا کہ یہ فتح مکہ کے موقعہ پر نازل ہوئی ہیں واللہ اعلم [۱]

سورۂ ابراہیم | یہ سورۃ بتمامہ مکی ہے اور تقریباً ۱۲ نبوی میں نازل ہوئی ہے علامہ سید محمود آلوسی نے حضرت ابن عباس رض اور اور ابن زبیر رض کی روایت نقل کی ہے کہ یہ سورۃ بتمامہ مکی ہے - علامہ نے فرمایا کہ جمہور مفسرین کا مسلک یہی ہے لیکن نحاس نے کہا ہے کہ دو آیتیں (۲۸، ۲۹) مدینہ میں مشرکین بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں - آیات یہ ہیں -

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا کیا آپ نے انکو نہیں دیکھا جنہوں

---

[۱] مظہری ص۱۰، ج ۵

نِعْمَۃَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا — نے اللہ کے احسان کا ناشکری سے
قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ — بدلہ کیا اور اپنی قوم کو تباہی میں اتار دیا
يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ — جو دوزخ ہے داخل ہونگے اس میں
اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے اس میں کافروں سے مراد قریش ہیں۔ اور اللہ کی نعمت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ان کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالٰے نے حرم پاک جیسا ٹھکانا دیا رحلۃ الشتاء والصیف میں امن وسکون دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا محسن دیا مگر انہوں نے سب کو ٹھکرا دیا

حضرت عمر رض نے فرمایا اس آیت میں بنو مغیرہ اور بنو امیہ مراد ہیں، بنو مغیرہ کا انجام تو بدر میں دیکھ لیا گیا اور بنو امیہ بھی ایک مدت تک فائدہ اٹھائیں گے،، حضرت عمر رض کے اس ارشاد کو علامہ بغوی نے روایت کیا ہے ؎۱

بہر حال ان روایات کی وجہ سے قوت کے ساتھ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیات مدنی ہیں بلکہ جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے واللہ اعلم

سورۃ السجدہ

یہ سورۃ تمام مکی ہے اور تقریباً ۸ھ یا ۹ھ میں نازل ہوئی ہے امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رض ابن زبیر رض سے روایت کیا ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے لیکن نحاس نے آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸ کو مدنی قرار دیا ہے۔ علامہ آلوسی نے فرمایا ہے کہ ان تین آیتوں کو بوجہ شدت ارتباط کے مستثنیٰ کرنا بالکل بعید از قیاس ہے ؎۲

۱۶ تا ۱۸ — تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ — اور جدا رہتے ہیں ان کے پہلو بستروں
عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ — سے اور پکارتے ہیں اپنے رب کو

؎۱ مظہری ص۲۱ ج ۵۔ ابن کثیر ص۵۳۸ ج ۲ ؎۲ روح المعانی ص۱۱۵ ج ۲۱

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا	ڈر سے اور لالچ سے اور جو کچھ
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا	ہم نے ان کو دیا ہے خرچ کرتے
تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ	ہیں پس کوئی نہیں جانتا کیا چھپا
مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً	رکھی ہے ان کے آنکھوں کی ٹھنڈک
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اَفَمَنْ	بدلہ ہے اس کا جو کرتے ہیں بھلا
كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ	مومن کافر کے برابر ہو سکتا
فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ	ہے ہرگز نہیں ۔ !

۱۔ حضرت انس رضؓ کی ایک روایت اس بارے میں ہے کہ یہ آیات انصار کے بارے میں ہیں کہ وہ مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد ہی میں بیٹھے رہتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھ کر گھر جاتے تھے

۲۔ دوسری روایت عبداللہ بن عیسیٰ کی بھی ایسی ہی ہے [1]

لیکن بقول علامہ آلوسی کے کہ ان آیات میں ماقبل اور مابعد سے اتنا گہرا ربط ہے کہ ان کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا (قرآن پاک کو اٹھا کر تلاوت فرمائیے)

العنکبوت

یہ سورۃ مکی ہے اور تقریباً ۱۳ نبوی میں نازل ہوئی ہے حضرت جابر رضؓ اور عکرمہ نے فرمایا ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں سب سے آخری سورت ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں سب سے پہلی سورت ہے اور اکثر مفسرین نے شروع کی گیارہ آیتوں کو مدنی قرار دیا ہے [2] لیکن مولانا مودودی صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ سورت ہجرت حبشہ کے قریب نازل ہوئی ہے اس کے لئے مولانا نے سورت کی داخلی شہادت کا لفظ استعمال کیا ہے [3]

---

[1] روح المعانی ص ۱۳۱ ج ۲۱ [2] روح المعانی ص ۱۲۶ ج ۲۰ [3] تفہیم القرآن ص ۶۶۲ ج ۳

اس میں شک نہیں ہے کہ قرآن پاک کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے جس میں ترتیب و تاریخ کا اہتمام کیا گیا ہو سورتوں کے بارے میں سن نزول کا یہ اہتمام جو ہم نے کیا ہے قیاسات اور سیرت پاک کی روشنی حالات اور واقعات کے تحت ہے وثوق کے ساتھ کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا ہے اس لئے اس میں نقد و بحث مناسب نہیں ہے

مولانا مودودی صاحب نے جہاں کہیں ایسی گنجائش پائی ہے کہ آیت کو مستثنیٰ قرار دیا جائے مثلاً منافقین کا تذکرہ جیسا کہ اس سورت میں بھی ہے ایک دور از کار تاویل سے کام لیا ہے اور مکہ میں بھی منافقین کا وجود تسلیم کر لیا ہے، مولانا کی اس رائے سے ہم متفق نہیں ہو سکتے کیونکہ بعض جگہ قرآن پاک نے مکہ کے کمزور ایمان لوگوں کو مستضعفین تو قرار دیا ہے منافقین نہیں کہا ہے اور مکہ میں نفاق کا سوال ہی نہیں تھا وہاں تو صرف یکطرفہ رہنے ہی کے حالات تھے یعنی مومن یا کافر، یہ دورنگی پالیسی تو اس وقت بھی نہیں تھی کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہونچ گئے تھے اور اچھی خاصی تعداد مسلمانوں کی مکہ معظمہ میں تھی ان میں حضرت عباسؓ بھی تھے غزوہ خیبر میں فتح خیبر کے بعد جب اڑتی ہوئی جھوٹی خبر مکہ معظمہ میں پہونچی اسوقت مسلمانوں کو شدید رنج والم ہوا۔ یہ ایسی داخلی شہادتیں ہیں کہ جنکی بناء پر آیات کو مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مکہ میں منافق تھے۔

مولانا مودودی صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ سورت ہجرت حبشہ کے قریب نازل ہوئی ہے یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ کیونکہ سورۂ المطففین اور وہ سورتیں جنہیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیات اسلامی احکامات کے ارتقائی دور کی ابتدا کی طرف نشان دہی کر رہی ہیں مثلاً سورۂ بنی اسرائیل وغیرہ سورتوں کا مطالعہ کیا جائے تو سورۂ العنکبوت کو ہجرت حبشہ کے قریب

کی سورت قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم اس جگہ ادب کے ساتھ مولانا کی تحقیق کو صرف سخن پروری کہہ سکتے ہیں اور بس۔ واللہ اعلم

سورۂ العنکبوت کی شروع کی گیارہ آیتوں کے بارے میں صاحب تفسیر مظہری نے تحریر فرمایا ہے کہ ابی حاتم نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں کچھ لوگ تھے کہ جنکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ آجائیں چنانچہ انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا لیکن اہل مکہ ان کے آڑے آئے اور روک دیا ایسے ہی حضرت قتادہ رض نے روایت کیا ہے [1]

البقرہ یہ سورت مدنی ہے اور مدینہ منورہ کے ابتدائی زمانہ تقریباً ۲ھ میں نازل ہوئی ہے جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت ۲۸۱ حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ میں ۱۰ھ میں نازل ہوئی ہے [2]

۲۸۱۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ	ڈرو! اس دن سے کہ تم اس دن اللہ کی طرف لوٹ کر جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا

۱۔ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا یہ آخری آیت ہے جو حضور ص پر نازل ہوئی ہے۔

۲۔ سدی نے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد حضور ص ۲۱ یوم زندہ رہے اور ۸۱ دن کی بھی روایت ہے۔

۳۔ سعید بن جبیر رض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا سلسلہ اس آیت پر ختم کیا ہے۔

---

[1] مظہری ص ۱۹۴ ج ۷، [2] روح المعانی ص ۹۸ ج ۱

۴۔ بیہقی نے ایک حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا اس آیت کو آیت ربٰوا اور آیت دَین کے درمیان لکھدو اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا ہے کہ اس آیت کو نمبر ۲۸۰ کی آیت کے بعد لکھو۔[۱]

لیکن حضرت مولانا مودودی صاحب نے اولاً تو ان آیات پر سکوت فرمایا ہے اور اگر کچھ لکھا ہے تو یہ تحریر فرمایا ہے:۔

حتیٰ کہ سود کی ممانعت کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں حالانکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بالکل آخر میں نازل ہوئی ہیں۔ سورت کا خاتمہ جن آیات پر ہوا ہے وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں مگر مضمون کی مناسبت کی وجہ سے ان کو بھی اس سورت میں ضم کر دیا گیا ہے۔[۲]

ہم مولانا کی اس علمی تحقیق سے متفق نہیں ہیں۔ وہ بھی کیا تحقیق جو اپنے مفروضہ اصول کی وجہ سے کسی دلیل یا سند کو تسلیم نہ کرے

سورۂ انفال

یہ سورۃ مدنی ہے اور تقریباً سنہ ۲ھ یا سنہ ۳ھ میں نازل ہوئی ہے اکثر مفسرین نے اس میں مستثنیٰ تسلیم نہیں کیا ہے۔ بعض مفسرین مثلاً سعید بن جبیرؓ، ابن عباسؓ۔ قتادہ، ابو الشیخ نے اس کی آیت نمبر ۳۰، نمبر ۶۴ کو مکی قرار دیا ہے۔[۳]

۳۰۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا	جب کافر آپ کے ساتھ مکر کرنا
لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ	چاہتے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا
اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ	قتل کر دیں یا نکال دیں وہ بھی
وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ	مکر کر رہے تھے اور اللہ بھی اپنی

---

[۱] روح المعانی ص ۵۵ ج ۳۔ بیضاوی ص ۱۷۵ ج ۱ مظہری ص ۱۳ ج ۱

[۲] تفہیم القرآن ص ۲۶ ج ۱ [۳] روح المعانی ص ۱۰۰ ج ۹۔

الْمَاكِرِيْنَ		تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے

مذکورہ مفسرین نے ان آیات کو واقعہ ہجرت سے متعلق قرار دیا ہے اسوجہ سے یہ ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہیں لیکن جمہور مفسرین نے اس استثناء سے انکار کیا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ اسمیں اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک احسان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آپ کے ساتھ اس قسم کے حالات پیش آچکے ہیں مفسرین کے قاعدہ کے مطابق (اُذکر) کا صیغہ پوشیدہ ہے جیساکہ اور بہت سی جگہ اس صیغہ کو محذوف مانا گیا ہے۔

۶۴۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ		اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے پیروکار مومنین کافی ہیں۔

سعید بن مسیب، سعید بن جبیر وغیرہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت مکہ میں ۳۹ مسلمانوں اور حضرت عمر کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن قاضی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔ یہ احادیث تو یہ بتلاتی ہیں کہ یہ آیت مکی ہے لیکن سیاق کلام سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ پوری سورۃ مدنی ہے [1]

سورۃ محمد یہ سورۃ مدنی ہے اور تقریباً ۱ھ سے ۳ھ کے شروع میں نازل ہوئی ہے تفسیر مدارک کے مصنف نے کہا ہے اسمیں اختلاف ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی [2] بہرحال اس سورت کی آیت ۱۳ کو عین ہجرت کے وقت کی بتلایا جاتا ہے۔

۱۳۔ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ		اور کتنی بستیاں ایسی گذر چکی ہیں جو آپکی اس بستی سے زیادہ قوی تھیں جس سے آپکو نکالدیا ہم نے ان کو ہلاک کردیا کہ انکا کوئی مددگار بھی نہ تھا

---

[1] مظہری ص ۱۱ ج ۴ [2] اکلیل ص ۱۹۴ ج ۲

ابو یعلیٰ اور بغوی نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ جسوقت حضور ہجرت کر کے غار حرا کی طرف کو جا رہے تھے اس وقت بار بار بشدت غم سے مکہ کیطرف کو مڑ مڑکر دیکھتے تھے۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئیں۱؎۔ علامہ مودودی صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے ۲؎

سورۃ الحج اس سورۃ کے بارے میں اختلاف ہے مکی ہے یا مدنی۔ تفسیر مدارک کے مصنف نے بھی اور صاحب اکلیل نے بھی یہ اختلاف نقل کیا ہے۳؎۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس سورت کا اکثر حصہ مکی ہے اور بعض حصہ مدنی ہے ۴؎۔ مولانا مودودی صاحب نے بھی یہی کہا ہے لیکن جو آیات مولانا نے اپنے قرینہ کی تائید میں لکھی ہیں یا اس سورۃ کے مدنی ہونے کے لئے جو قیاس کیا ہے اس سے ہم اسوجہ سے متفق نہیں کہ مفسرین میں سے کسی نے ان آیات کو اختیار نہیں کیا۔ مولانا نے از خود فرمادیا یوں ہوگا یہ مریض قسم کی بات ہمیں پسند نہیں۔ اس بارے میں ہمارا مزاج ہے کہ قیاس کی تائید میں کوئی نہ کوئی نقل ضرور ہونا چاہیئے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ بعض مفسرین نے اس سورۃ میں استثناء مانا ہے مثلاً حضرت ابن عباس رضؓ حضرت ابن زبیر رضؓ، ضحاکؒ وہ آیات یہ ہیں۔

۱۹ تا ۲۲۔ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ـــ الی قولہ ـــ	یہ دو مدعی ہیں جو جھگڑتے ہیں اپنے رب پر (اس فریق میں) جو کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ کے کپڑے تراشے ہوئے رکھے ہیں ـــ
۲۲۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ	(ان سے کہا جائیگا) عذاب حریق کو چکھو

۱؎ مظہری ص۴۲۶ ج ۸ ۲؎ تفہیم القرآن ص۲۱ ج ۵ ۳؎ اکلیل ص۲۲۳ ج ۵۔
۴؎ مظہری ص۲۸۵ ج ۶ روح المعانی ص۱۰۹ ج ۱۷

ا ۔ بخاری اور مسلم نے حضرت ابوذر رض سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات غزوہ بدر کے موقعہ پر حضرت حمزہ رض، حضرت ابو عبیدہ رض، حضرت علی رض کے بارے میں اور ان کے مقابل عتبہ، شیبہ، ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

ب ۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رض نے فرمایا یہ آیات ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

ج ۔ ایسے ہی محمد ابن اسحق نے روایت کیا ہے لہ

۵۲ تا ۵۵ ۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ	ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول یا نبی بھیجا وہ لگا خیال باندھنے تو شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۔
(الی قولہ)	
۵۵ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ	جب تک کہ آ پہونچے ان پر قیامت اچانک یا آئے ان پر عذاب یوم عقیم کا ۔

ان آیات میں سورۂ نجم کے واقعہ کی تفسیر ہے کہ سورۂ نجم کی آیت سجدہ پر جب کافروں نے سجدہ کیا تھا۔ یہ واقعہ ہجرت حبشہ اولیٰ کے بعد کا ہے۔ اس شان نزول کی تائید بہت سے مفسرین اور محدثین اور بڑے بڑے رجال علم نے کی ہے جس کی بناء پر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیات مکہ معظمہ میں ۵ھ نبوی کے قرب و جوار میں نازل ہوئی ہیں واللہ اعلم ۲ہ

لہ مظہری ج ۶ ص ۲۶۲ روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۳۳ ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۲ ۲ہ مظہری ج ۶ ص ۳۳۶

سورۃ توبہ | یہ سورۃ مدنی ہے اور ۸ھ یا ۹ھ میں (تقریباً) نازل ہوئی علامہ آلوسی نے اس پر سب علمار کا اتفاق نقل کیا ہے لیکن ابن فارس نے آخری دو آیتوں کو مکی قرار دیا لہ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ الخ — تمہارے پاس تم ہی میں کا رسول آیا ہے

اور بعض مفسرین نے اس سورت میں

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الخ — کسی نبی کے لئے مناسب نہیں۔

اس کو بھی مکی قرار دیا ہے لیکن پہلا قول زیادہ قوی ہے اس بارے میں تفصیلی کلام آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے

اختلافیات

سورۃ الرحمٰن | اس سورۃ کے مدنی اور مکی ہونے میں اختلاف ہے عام جمہور مفسرین نے اس کو مکی قرار دیا ہے اگرچہ بعض حضرات مثلاً حضرت ابن عباس رض، قتادہ، عکرمہ سے منقول ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اور ان ہی حضرات کی ایک دوسری روایت اس کے مکی ہونے پر دلالت کرتی ہے بیشتر روایات جمہور کے مسلک کی تائید کرتی ہیں

۱۔ حضرت اسمار بنت ابی بکر رض فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے " فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ " کے نزول سے قبل مسجد حرام میں سورہ رحمٰن سنی ہے۔ (مسند احمد)

۲۔ حضرت ابن مسعود رض چوتھے یا پانچویں مسلمان ہیں انہوں نے پہلی مرتبہ مسجد حرام میں اعلانیہ سورۂ رحمٰن کو پڑھا جس پر کافروں نے سخت مار لگائی (ابن جریر)

لہ روح المعانی ص۱۷ ج ۱۰

۳۔ حضرت ابن عمر رض روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو پڑھا یا آپ کے سامنے یہ سورت پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا: میں آپ لوگوں سے ویسا اچھا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا جنّات سے سنا تھا۔ عرض کیا گیا جنات نے کیا جواب دیا تھا؟ فرمایا جب میں فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن پڑھتا تو جنات کہتے،

لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَۃِ رَبِّنَا نُکَذِّبُ — ہم اپنے رب کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے ہیں

۴۔ امام ترمذی نے حضرت جابر رض سے روایت کیا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمٰن اول تا آخر پڑھی لیکن سب صحابہ رض خاموش رہے آپ نے فرمایا میں نے اس کو لیلۃ الجن میں پڑھا تو جنات بہت اچھا جواب دے رہے تھے

امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے یہ حدیث غریب ہے اور مجھے زہیر بن محمد کی سند کے علاوہ کسی دوسرے طریق سے معلوم نہیں ہے اور امام احمد بھی اس حدیث کو منکر قرار دیتے تھے

۵۔ حافظ بزار نے بھی یہی روایت عمرو بن مالک سے روایت کی ہے اور فرمایا کہ یہ روایت صرف اسی ایک طریقہ سے مروی ہے اس کے علاوہ اور سند مجھے معلوم نہیں ہے[1]

أ ۔ ان روایات سے مجموعی طور پر اس قدر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ احادیث اگرچہ غریب ہیں لیکن بقدر مشترک یہ بات ہے کہ سورۂ رحمٰن، سورۂ حجر اور سورۂ احقاف سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ب ۔ ایک لیلۃ الجن طائف سے واپسی پر ہوئی تھی اور طائف کا واقعہ ۱۰ سنہ نبوی میں پیش آیا تھا اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اس سورۃ کا نزول اس

[1] ابن کثیر ص ۲۶۹ ج ۴

واقعہ اور سورہ حجر سے پہلے غالباً ۵ ؁ نبوی میں ہوا۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جنات سے تقریباً چھ مرتبہ ہوئی ہے جنہیں سے ایک مرتبہ تبوک سے واپسی پر بھی ہے۔ علامہ زرقانی نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ اعتراض مناسب نہیں ہے کیونکہ حضور ص کا سورہ رحمٰن کو غزوۂ تبوک سے بھی پہلے پڑھنا ثابت ہے اس لئے جمہور کا مسلک قابل ترجیح ہے واللہ اعلم۔

سورۂ دہر اس کا نام سورۂ انسان بھی ہے اس سورۃ کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ سورہ مکی ہے یا مدنی ہے؟ جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ مکی ہے اور قتادہ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ مدنی ہے[1]

دراصل اس کے مدنی ہونے کی بنیاد صرف ایک روایت پر ہے جس کو حضرت ابن عباس رض نے روایت کیا ہے اور وہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن رض حضرت حسین رض بیمار ہوئے تو حضرت فاطمہ اور حضرت علی رض اور ان کی خادمہ فضہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالے ان کو شفا دے تو ہم تین دن کے روزے رکھینگے الخ (یہ مشہور واقعہ ہے) حضرت عباس رض نے فرمایا کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ — اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی

عَلٰى حُبِّهٖ — محبت میں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اسوقت سورۂ دہر لیکر نازل ہوئے صاحب الکلیل نے اس واقعہ اور ان روایات کے بارے میں فرمایا ہے:-

امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اکابر معتزلہ میں سے کسی نے بھی یہ روایت نہیں کیا کہ یہ آیات حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ رض

[1] مظہری ص۱۴۲ ج ۱۰

کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مثلاً ابوبکر اصم، ابوعلی الجبائی،
ابوالقاسم کعبی، ابومسلم اصفہانی، قاضی عبدالجبار۔ البتہ ہمارے
اصحاب میں سے علامہ واحدی نے تفسیر بسیط میں تحریر فرمایا ہے کہ
یہ آیت حضرت علی رضؓ اور فاطمہ رضؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں
علامہ زمخشری نے بھی کشاف میں یہی لکھا ہے۔ اور تفسیر الدر المنثور
میں ہے حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ یہ آیات حضرت علی رضؓ اور
فاطمہ رضؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ علامہ قنوی نے فرمایا ہے
کہ یہ حدیث موضوع ہے اور علامہ جوزی نے اسکو موضوعات میں
تحریر کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کا موضوع
ہونا بہت ظاہر ہے [۱]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی رافضی کا تصرف ہے اس لئے قرین قیاس اور
قوی تر یہی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ کے ابتدائی زمانہ میں تقریباً ۳ ؁ھ
یا ۴ ؁ھ نبوی میں نازل ہوئی چنانچہ اس سورت کو اور اس زمانہ کی مکی سورتوں
کو خاص طور سے سورۂ مزمل کو قرأت فرمائیے تو بہت زیادہ یکسانیت معلوم
ہوگی واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الفاتحہ

صاحب تفسیر مظہری نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ
یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے اگرچہ یہ بھی منقول ہے کہ یہ دو
مرتبہ نازل ہوئی ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں اور ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں [۲]۔ قاضی بیضاوی
نے فرمایا ہے مکہ میں اس وقت نازل ہوئی جب نماز فرض کی گئی اور مدینہ میں اس
وقت نازل ہوئی جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے [۳]
علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا ہے سورۂ فاتحہ مکی سورتوں میں
سب سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن

---

[۱] اکلیل ص ۱۸۶ ج ۷ [۲] مظہری ص ۲ ج ۱ [۳] بیضاوی ص ۳ ج ۱

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن نقیب نے کہا ہے کہ یہ صحیح ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ مکہ میں سب سے پہلی سورت جو تمام یکبارگی نازل ہوئی وہ سورۃ فاتحہ ہے اس سے پہلے جتنی سورتیں نازل ہوئیں وہ آیات نازل ہوئیں واللہ اعلم[1]

البینہ اس سورۃ کا نام سورۃ قیامہ، سورہ منفکین، سورۃ بریہ، سورۃ لم یکن الذین بھی ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی۔ اکثر علماء کا فرمانا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے[2]۔ حافظ ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے[3]۔ غرضیکہ مفسرین کی اکثریت نے اس کو مدنی قرار دیا ہے لیکن حضرت عائشہ رض نے اس کو مکی قرار دیا ہے۔ ابن الفرس نے بھی اس کو مکی قرار دیا ہے اگر سورۃ کے مضامین پر غور کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے کیونکہ شروع سورۃ سے لیکر آخر تک تین جگہ اہل کتاب کے عادات اور ان کے عناد یا دشمنی اور مخالفت کا ذکر ہے اور یہ اس کے مدنی ہونے کی دلیل اور حافظ ابن کثیر کی تائید ہے۔

معوذتین ان دونوں سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے میں شدید اختلاف ہے بیشتر اقوال اور روایات ان کے مدنی ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں تفسیر خازن میں ہے کہ یہ مدنی ہیں یا مکی اس میں اختلاف ہے لیکن مدنی ہونے کا قول زیادہ صحیح ہے[4] قاضی ثناء اللہ صاحب، ابن کثیر اور دیگر بہت سے مفسرین نے بھی ان کو مدنی قرار دیا ہے لیکن مولانا مودودی صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ سورتیں مکی ہیں اور اس پر طویل بحث کی ہے۔ جمہور مفسرین کے قول کی بنیاد وہ احادیث ہیں جن کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

سورۃ معوذتین کے بارے میں دوسرا اختلاف یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض ان کو اپنے مصاحف میں نہیں لکھتے تھے چنانچہ متعدد روایات اس قسم کی ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورتیں قرآن پاک میں سے نہیں ہیں فقیہ ابواللیث

---

[1] اتقان ص ۲۴ ج ۱ [2] مظہری ص ۳۱۷ ج ۱۰ [3] ابن کثیر ص ۵۳۶ ج ۴ [4] اکلیل ص ۲۴۹ ج ۷۔

سمرقندی نے فرمایا ہے :-

حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ پورے قرآن میں کل ۱۱۲ سورتیں ہیں وہ معوذتین کو قرآن پاک میں سے شمار نہیں کرتے تھے البتہ یہ اقرار کرتے تھے کہ یہ دونوں سورتیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے رقیہ فرمایا کرتے تھے [1]

علامہ جلال الدین سیوطی نے فرمایا ہے یہ حضرت ابن مسعود رض پر جھوٹ بولا گیا ہے وہ بیشک معوذتین کو قرآن پاک مانتے تھے [2]۔ حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ آخر میں حضرت ابن مسعود رض نے اپنے قول سے رجوع کرلیا تھا [3]

الکوثر سورۃ الکوثر کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی ہے۔ حضرت ابن عباس رض، حضرت عبداللہ بن زبیر رض، حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ یہ سورۃ مکی ہے یہی قول کلبی اور مقاتل کا ہے اور اسی کو جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے اور حضرت حسن بصری رح، حضرت عکرمہ وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ مدنی ہے اور اسی کو علامہ جلال الدین سیوطی اور امام نووی نے اختیار کیا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت انس رض نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور ص ہمارے درمیان تھے اور آپ پر کچھ اونگھ تھی تھوڑی دیر کے بعد آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَر کی قرأت فرمائی۔ اس کے بعد کوثر کی تشریح فرمائی وہ کیا ہے لیکن جمہور مفسرین نے اس روایت کو اختیار کیا ہے جس میں مروی ہے کہ عاص بن وائل سہمی اور دوسری روایت میں ابوجہل، تیسری روایت میں ابولہب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے عبداللہ رض

---

[1] بستان ابو اللیث سمرقندی [2] اتقان ص ۶۴ ج ۱

[3] ابن کثیر ص ۵۲۴ ج ۴ -

کے انتقال کے بعد کہا تھا: "محمد کی نسل منقطع ہوگئی" اس وقت یہ سورت نازل ہوئی لے

چونکہ جمہور مفسرین اور سیرت نگاروں نے اس سورت کو مکی قرار دیا ہے اور حضرت انس رضہ کی روایت پر تنقید کی ہے اسوجہ سے ہم نے جمہور ہی کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔

مستثنیٰ آیات سے متعلق ان مباحث کو ذہن میں رکھا جائے آئندہ صفحات میں جب ہم احکامات اور حالات و پس منظر کو بیان کرینگے اس وقت یہ مباحث زیادہ مفید ثابت ہونگے۔ گویا اس جگہ مستثنیٰ کو ذکر کرنا محض اضافی بحث نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک مختصر مقدمہ کی سی ہے۔ وللہ الحمد۔

لے تفسیر ابن کثیر۔ روح المعانی۔ طبقات کبری ص ۱۹۹ ج ۱

شانِ نزول

اس کتاب میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے اس کا زیادہ تر تعلق واقعاتِ سیرت اور شانِ نزول سے ہے یہ دونوں چیزیں تقریبًا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور اسلامی تاریخ کا ایک اہم جزو ہیں علمائے متقدمین کی یہ بہت بڑی نیک نیتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ سنا اس کو بلا کم و کاست اور بلا تنقید وتبصرہ کے آنے والی نسلوں تک اس ذخیرے کو منتقل کر دیا۔ بعد والے حضرات نے اس میں تنقید و تبصرہ سے کام لیا۔ اور ان کے ضعف و قوت کو ظاہر کیا۔ چنانچہ اس تنقید وتبصرہ کے بعد آج اسلامی تاریخ اور احکامات کے صحیح ذخیرے ہمارے درمیان موجود ہیں جنکو تھوڑا سا بھی علم سے تعلق ہے وہ بہت آسانی سے بتلا دیتے ہیں کہ فلاں چیز کمزور ہے یا موضوع ہے اور فلاں چیز قرین قیاس ہے اور صحیح ہے

شانِ نزول کے عنوان پر سب سے پہلے امام بخاری کے استاذ علی بن مدینی نے ایک مفصل کتاب لکھی اور پھر اس کی تلخیص علامہ جعبری نے کی دوسری تالیف اس فن میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے لکھی لیکن وہ کتاب نایاب ہے اور حافظ ابن حجر کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی نے نہایت جامع کتاب لباب النقول تحریر فرمائی جس کا انہوں نے اتقان میں بھی تذکرہ کیا ہے علامہ نے اتقان میں شان نزول کے بارے میں چند فوائد تحریر فرمائے ہیں جن میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے جس سے آئندہ یہ بڑا فائدہ ہو گا کہ جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے اس کی حیثیت ظاہر ہو جائے گی۔

۱۔ شان نزول کے بارے میں ایک اصول یہ ہے کہ الفاظ کی عمومیت کا اعتبار رہتا ہے اس میں سبب خاص کا اعتبار نہیں ہوتا بعض نے اسکے

برعکس بھی کہا ہے۔ مثلاً آیاتِ ظہار سلمہ بن صخر کے بارے میں اور آیاتِ لعان ہلال بن امیہ کے بارے میں۔ آیاتِ حدِ قذف واقعۂ افک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن اب جو بھی ظہار، لعان، قذف کا ارتکاب کریگا ان پر یہ حدود جاری کی جائیں گی ایسے ہی سورۂ الہمزہ کا نزول سبب خاص کے تحت ہوا ہے لیکن اس کی وعید عام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت اگر کوئی آیت کسی خاص سبب کے تحت نازل ہوئی ہے اور اسی قسم کا واقعہ دوسرے اور تیسرے کے ساتھ پیش آگیا تو شانِ نزول کا انتساب راوی اسی طرف کر دیتے ہیں علامہ ابن تیمیہ نے فرمایا ہے اس طرح ان آیات کو ان اعیانِ مخصوصہ کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ یہ کہا جائیگا اس حکم میں فلاں بھی شامل ہے اور فلاں بھی شامل ہے

۲۔ علامہ ابن تیمیہ نے فرمایا ہے بعض دفعہ راوی یہ کہہ دیتا ہے یہ آیت فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہی اور دوسرے یہ کہ وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے اگرچہ آیت اس کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تھی۔

۳۔ علامہ زرکشی نے فرمایا ہے حضرات صحابہ رضا اور تابعین کی عادت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم اس آیت کو متضمن ہے اگرچہ وہ اس بارے میں نازل نہیں ہوئی تھی اس طرح یہ قول استدلال کے درجہ میں شمار ہوگا نہ کہ نقل کے درجہ میں۔ اس قسم کے اقوال کو مسند، مرفوع مانا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ متصل نہیں ہیں بلکہ مرسل ہیں۔ مثلاً سورۂ فیل کا نزول واقعہ فیل کے بارے میں ہوا تھا لیکن یہ سورۃ ہجرت حبشہ کے تحت نازل ہوئی تھی لیکن ہجرت حبشہ کو اس کا سبب نزول قرار نہیں دیا جائیگا۔

۴۔ اکثر و بیشتر مفسرین ایسا بھی کرتے ہیں کہ کسی آیت کے بہت سے

اسباب نزول بتلا دیتے ہیں تو اس سے مراد تفسیر ہوتی ہے نہ کہ سبب نزول اس لئے ایسے موقعہ پر عبارت واقعہ کا اعتبار ہو گا اور بقیہ اقوال کو تفسیر قرار دیا جائیگا مثلاً امام بخاری رح نے حضرت ابن عمر رض سے روایت مندرجہ ذیل آیت کے بارے میں نقل کی ہے۔

نساء کم حرث لکم تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں

فرماتے ہیں کہ ابن عمر رض نے فرمایا کہ یہ آیت عورتوں کے ادبار کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن حضرت جابر رض نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اسوجہ سے نازل ہوئی ہے کہ لوگوں کو اس سے باز رکھا جائے۔ اس لئے یہاں حضرت جابر رض کی روایت کا اعتبار ہوگا اور حضرت ابن عمر رض کی روایت کو تفسیر اور استنباط قرار دیا جائیگا نہ کہ شان نزول۔

۵- ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی نے ایک سبب بیان کیا اور دوسرے نے دوسرا و علیٰ ہذا۔ اس صورت میں یہ دیکھا جائیگا کہ کونسی سند صحیح ہے بس اسی کو ترجیح دیدی جائیگی مثلاً

بخاری و مسلم نے جندب رض سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلعم کی طبیعت مبارکہ کے ناساز ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دورات کو نماز تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے تو ایک عورت نے آکر کہا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم !) میرا خیال ہے کہ اب آپ کو آپ کے شیطان نے چھوڑ دیا ہے اس وقت اللہ تعالےٰ نے وَالضُّحٰی نازل فرمائی۔

دوسرا واقعہ جس کو طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے:-

میسرہ نے اپنی والدہ اور انہوں نے اپنی والدہ سے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں) روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور صلعم کے گھر میں کتے کا بچہ تخت کے نیچے مرگیا تو چار دن تک آپ پر

وحی نازل نہیں ہوئی آپ نے فرمایا خولہ معلوم نہیں کیوں وحی نہیں آئی؟ اس وقت مجھے خیال ہوا کہ گھر کو صاف کروں۔ تو میں نے دیکھا کتّے کا بچہ پڑا ہے میں نے اس کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ تب آپ پر آثار وحی ظاہر ہوئے اور وَالضُّحٰی نازل ہوئی۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے یہ واقعہ تو مشہور ہے لیکن سبب نزول ہونے کے اعتبار سے غریب ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک غیر معروف آدمی ہے بہرحال ایسی صورت میں پہلی روایت جو صحیح ہے قابل اعتبار ہے

۶۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو یعنی دونوں سند برابر درجہ کی ہوں تو پھر تعدد نزول قرار دیا جائیگا مثلاً آیت مبارکہ ہے

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ	نبی کے لئے اور مومنین کے لئے
اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا	جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکوں
لِلْمُشْرِكِيْنَ	کے لئے استغفار کریں۔

بخاری و مسلم نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ترمذی نے حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اس کے والدین مشرک تھے وہ ان کے لئے استغفار کرتا تھا۔

حاکم نے ابن مسعود رضؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ سب روایات چونکہ برابر درجہ کی ہیں اس وجہ سے کہا جائیگا کہ یہ آیت اتنی مرتبہ نازل ہوئی ہے۔

۷۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی واقعہ کے بارے میں مختلف سورتوں میں مختلف آیات نازل ہوئی ہوتی ہیں مثلاً

ا۔ حاکم اور ترمذی نے ام سلمہ رض سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور ص سے دریافت کیا حضور! ہجرت کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ — اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول
إِنِّي لَا أُضِيعُ — کرلی کہ وہ کسی کا اجر ضائع نہ کریگا

ب۔ حاکم نے انہیں سے اس سوال کے جواب میں دوسری روایت بھی ذکر کی ہے یعنی

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ الخ — بلاشبہ مسلمان مرد اور عورتیں

ج۔ حاکم نے تیسری روایت انہیں سے روایت کی ہے انہوں نے سوال کیا مرد تو جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتیں اور ہمارے لئے میراث میں آدھا حصہ رکھا گیا ہے۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ — اللہ تعالےٰ نے تم میں سے بعض کو
بِهِ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ — بعض پر جو فضیلت دی ہے
اس کی تمنا نہ کرو۔ (ملخصًا از اتقان)

ان تمام روایات اور اصول سے وہی چیز ثابت ہے جس کو ہم نے شروع میں ذکر کردیا ہے اب تحقیق اور تنقید کا کام رہ جاتا ہے اور وہ خدا کی عطا کردہ بصیرت ہے قرآن اور حدیث میں تبحر، رجال اور سیرت سے واقفیت کی روشنی میں اصلیت تک پہونچنے کی کوشش کی جائے چنانچہ اس باب میں طبقہ مفسرین میں میرے نزدیک دو صاحب بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر اور علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی ان ہر دو حضرات نے بلا کم و کاست سب کچھ بھی بیان کر دیا ہے لیکن اصلیت تک پہونچنے کی بھی کوشش کی ہے اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم بھی ان ہی حضرات کے خوشہ چین ہیں ان ہی حضرات کی تحقیقات

سے استفادہ کرکے لکھا ہے تاہم ہماری یہ کاوش مذکورہ روشنی میں ایک جدید کوشش ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

استثنائی صورت علامہ زرکشی نے برہان میں شان نزول کے بارے میں ایک استثنائی صورت اور ذکر کی ہے۔ وہ یہ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی آیت پہلے نازل ہوئی ہوتی ہے اور حکم اس کا بعد میں ہوتا ہے مثلاً:-

ا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی — وہ کامیاب ہو گیا جس نے تزکیہ کیا اور خدا کو یاد کیا اور نماز پڑھی

علامہ بیہقی نے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صدقہ فطر ہے لیکن بعض حضرات نے فرمایا ہے اس سے زکوٰۃ الفطر مراد لینا غلط ہے۔

ب۔ لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ — قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور آپ اس شہر کو حلال کر لیں گے

یہ سورت مکی ہے اور اس حلّت کا اثر فتح مکہ کے موقعہ پر ظاہر ہوا۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں یہ چیز دلائلِ نبوت کے طور پر ہے جس کو پیشگی ہی بتلا دیا گیا تھا۔

ج۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (الآیۃ) — عنقریب جماعت شکست کھائے گی اور وہ پشت پھیر کر بھاگیں گے۔

یہ بھی دلائل نبوت کے طور پر ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رح نے اس باب میں بہت سی آیات شمار کرائی ہیں لیکن ہمارے موضوع پر ان چیزوں سے کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ بلکہ تائید

ہوتی ہے جس کو آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

شان نزول کے بارے میں ان قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے تفاسیر اور سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے ان قواعد سے قرآن پاک اور احکامات کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی ہمیں اس جگہ ان جدید محققین (جو اہل تفسیر کی صف میں آ کھڑے ہوئے ہیں) سے اختلاف ہے کہ انہوں نے شان نزول سے صرف نظر کر کے تفہیم قرآن فرمائی ہے۔ اور ہم ان واعظین قسم کے مفسروں سے بھی متفق نہیں ہیں جنہوں نے بلا سند ہر ایک آیت کا شان نزول گھڑ لیا ہے

مکّی سورتوں کا دورِ اوّل

از ۱ سنہ نبوی تا ۵ سنہ نبوی

تاریخی حالات اور پس منظر

اور

احکامات و تعلیمات

مکی سورتوں کا دور اوّل

سنہ ۱ نبوی تا سنہ ۵ نبوی

خلاصہ اور مرکزی موضوع	سن نزول تقریباً	سورۃ	نمبر شمار
اللہ تعالیٰ کی خالقیت، شرافت علم، نماز میں روکاوٹ ڈالنے پر تہدید اور توبیخ۔	سنہ ۱ نبوی	اقراء	۱
رسول کو پاکیزگی اور صبر کی تلقین اور دعوت کی تاکید کافروں کو تہدید و توبیخ۔ کافروں کے اعتراضات کا رد دوزخ اور جنت کا تذکرہ	سنہ ۳ نبوی	المدثر	۲
اقامت صلوٰۃ اور رجوع الی اللہ کی تلقین، کافروں کے اعتراضات پر صبر کی تلقین رسول کی رسالت دلائل اور مثال دیگر۔	سنہ ۳ نبوی	المزمل	۳
رسول کو صبر اور استقامت کی تلقین کیساتھ تسلّی کافرونکے اعتراضات کا رد۔ باغ والوں کی مثال دیگر کافروں کو تہدید و توبیخ	سنہ ۳ نبوی	سورۂ نٓ	۴
حمد و ثنا اور دعا	اختلاف	فاتحہ	۵
ابولہب کو تہدید و توبیخ	سنہ ۴ نبوی	تبت	۶
قیامت اور آخرت کا ذکر رسول کی رسالت قرآن پاک کی تصدیق	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	التکویر	۷
توحید باری تعالیٰ۔ رسول کو ہدایات۔ آخرت کا ذکر اور خصائل حسنہ اختیار کرنے کی ترغیب	سنہ ۴ نبوی	الاعلیٰ	۸

خلاصہ اور مرکزی موضوع	سن نزول تقریباً	سورت	نمبر شمار
رسول کو تسلی تیمیم اور سائل کیساتھ حسن سلوک کی ہدایت	سنہ ۴ نبوی	الضحیٰ	۹
رسول کو تسلی	سنہ ۴ نبوی	الم نشرح	۱۰
انسانوں کو تنبیہہ اور حق و صداقت اور صبر کی تعلیم۔	سنہ ۴ نبوی	العصر	۱۱
احوال آخرت، انسان کی آخرت سے غفلت پر تنبیہ کر کے اسکو آخرت سے آگاہ کرنا۔	سنہ ۴ نبوی	العادیات	۱۲
کافروں کو دنیا پرستی پر توبیخ۔ احوالِ آخرت	سنہ ۴ نبوی	التکاثر	۱۳
کافروں کو صاف جواب اور ان کی بات نہ ماننے کا قطعی فیصلہ، مذہبی امور میں عدم رواداری کی تلقین	سنہ ۴ نبوی	الکافرون	۱۴
عقیدہ آخرت اختیار کرنیکی وجہ سے بعض اخلاقی گراوٹ پر تنبیہ اور نماز میں سستی کرنے پر تنبیہ۔	سنہ ۴ نبوی	الماعون	۱۵
اصحاب فیل کا واقعہ	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	الفیل	۱۶
توحید الٰہی	سنہ ۴ نبوی	اخلاص	۱۷
دین حق کی بنیاد اول قرآن پاک کے منجانب اللہ ہونے پر براہین، رسول کی رسالت پر دلائل، کافروں کی بت پرستی اور عقیدۂ جاہلیت کی تردید، عقیدہ آخرت کی حقانیت پر دلائل، قدیم کتابوں سے تائید اور آخرت میں کافروں کا انجام اس سورت میں دعوت عام کا پس منظر جھلکتا ہے	سنہ ۴ نبوی	النجم	۱۸
ایک نابینا سے اعراض پر تنبیہ، قرآن پاک کی عظمت کا بیان کافروں کو ان کی تخلیق کیطرف توجہ دلا کر تنبیہ، خدا کی ربوبیت اور خالقیت پر دلائل، احوال قیامت	سنہ ۵ یا ابتداء سنہ ۶ نبوی	عبس	۱۹
نزول قرآن اور شب قدر کی عظمت۔	سنہ ۴ نبوی	القدر	۲۰
چار قسم کھا کر انسان کے مقام کی طرف اشارہ اور اسکی ناقدری کیوجہ سے انسان کا انجام بد	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	التین	۲۱

نمبر شمار	سورت	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۲۲	قریش	سنہ ۴ نبوی	قریش پر انعام خصوصی جتلا کر عبادت رب کی دعوت
۲۳	القارعہ	سنہ ۴ نبوی	احوال قیامت
۲۴	القیامہ	سنہ ۴ نبوی	منکرین آخرت کے شکوک اور شبہات کا جواب اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید۔ قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ
۲۵	الھمزہ	سنہ ۴ یا ۵ نبوی	زمانہ جاہلیت میں بعض اخلاقی مرض (چغلخوری) کی مذمت۔ احوال دوزخ۔
۲۶	المرسلات	سنہ ۳ یا ۴ نبوی	قیامت اور آخرت کا اثبات اور اس عقیدہ کے منکرین کا انجام بد
۲۷	قٓ	سنہ ۴ یا ۵ نبوی	رسول کی بعثت پر کافروں کے تعجب کا ذکر اور آخرت سے متعلق مکمل تفصیلات بتلا کر توحید الٰہی پر دلائل منکر قوموں کا تذکرہ اور ان کا انجام بد
۲۸	البلد	سنہ ۴ یا ۵ نبوی	دلائل نبوت کے طور پر پیشگوئی، انسان کی اصلیت اور پوری کائنات پر قادر مطلق کا تسلط ثابت کرنے کے بعد آخرت کے حساب و کتاب کا تذکرہ ایمان اور اعمال صالح کی دعوت۔
۲۹	الطارق	سنہ ۴ یا ۵ نبوی	انسان کی حقیقت، آخرت میں حساب و کتاب کا عقیدہ، قرآن پاک کی حقانیت
۳۰	مریم	سنہ ۵ نبوی	حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ، حضرت یحییٰؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے حالات سنا کر کفار مکہ کو دین حق کی دعوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی۔ اس سورت کے نزول

نمبر شمار	نام سورت	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
			سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس زمانہ میں مکہ معظمہ میں تکذیب واستہزاء اور ظلم وستم کے حالات بہت شدید ہو گئے تھے
۳۱	طٰہٰ	سنہ ۵ یا ابتداء سنہ ۶ نبوی	حضور کو دعوت میں اعتدال اختیار کرنے کی تلقین توحید الٰہی، حضرت موسیٰ ؑ کے تفصیلی حالات، قیامت اور آخرت کے حالات
۳۲	الواقعہ	سنہ ۴ نبوی	عقیدۂ آخرت توحید الٰہی اور قرآن پاک سے متعلق کافروں کے شبہات کا رد، اور قرآن پاک کی عظمت کا بیان انسانوں کو عبرت آموزی کا سبق
۳۳	ذاریات	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	آخرت اور احوال قیامت
۳۴	الغاشیہ	سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی	″ ″ ″ ″ ″
۳۵	نوح	″ ″	نوح ؑ کی قوم کے حالات ذکر کرکے کافروں کو تہدید وتوبیخ
۳۶	الطور	سنہ ۴ نبوی	طور اور چند حقائق کی قسم کھا کر عقیدۂ آخرت اور آخرت کے تفصیلی حالات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت انہماک کیساتھ جاری رکھنے کی ترغیب
۳۷	النبا	سنہ ۳ یا سنہ ۴ نبوی	قیامت اور آخرت کے حالات
۳۸	النازعات	″	″ ″ ″ ″ ″
۳۹	انفطار	سنہ ۴ نبوی	″ ″ ″ ″ ″
۴۰	انشقاق	سنہ ۴ نبوی	″ ″ ″ ″ ″
۴۱	الملک	سنہ ۴ نبوی	توحید اور قدرت الٰہی پر دلائل انسانوں کی پیدائش کی غرض اور انکو دعوت عمل، آخرت اور قیامت کا ذکر
۴۲	الدہر	سنہ ۴ نبوی	انسان کی اصلیت کا اظہار، قیامت کا ذکر، کافروں کا انجام بد

وجہ ہے کہ امیوں اور ہاشمیوں میں ہمیشہ جنگ رہی۔ امہات المومنین میں سے حضرت ام حبیبہ اور ان کے والد ابوسفیان۔ حضرت معاویہؓ، حضرت عثمان غنی رضؓ اسی خاندان سے تھے قریش کا جنگی نشان جھنڈا (عقاب) اسی خاندان کے پاس رہتا تھا

۳۔ بنو مخزوم۔ کعب بن مرہ بن مخزوم کی اولاد بنو مخزوم کہلاتی ہے خالد بن ولید، ابوجہل اور امہات المومنین میں سے حضرت ام سلمہ اسی خاندان سے ہیں

۴۔ بنو عدی۔ کعب بن عدی کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ اور ان کے بہنوئی سعید بن زید اسی خاندان سے ہیں امہات المومنین میں سے حضرت حفصہ اسی قبیلہ سے ہیں

۵۔ بنو عبدالدار۔ قصی بن عبدالدار کی اولاد کو کہتے ہیں، عبدالدار، عبد مناف کا بھائی تھا کلید کعبہ اسی خاندان میں رہتی تھی۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضؓ کلید بردار کعبہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے بعض مورخین نے کلید کعبہ کو بنو ہاشم کی خدمت قرار دیا ہے [۱] لیکن تفسیر اور حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ	اللہ تعالےٰ حکم فرماتا ہے کہ
تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی	امانتوں کو انکے حقداروں کے
اَهْلِهَا (براۃ)	سپرد کرو۔

بنو عبدالدار کے سپرد دارالندوہ (مکہ کا پنچایت گھر) کی خدمت تھی جنگی نشان یہیں تیار کیا جاتا تھا۔ اور زمانہ جاہلیت میں کنواری لڑکیوں کے کنوار پنے کا لباس تبدیل کرا کر ...... بلوغت کا سرٹیفکٹ یہیں سے حاصل کیا جاتا تھا۔

---

[۱] عبدالرحمٰن شوق امرتسری نے یہی لکھا ہے تاریخ الاسلام صد ۲۲ ج ۱

۶- بنو تیم - مرہ بن تیم بن سعد کی اولاد کو کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اسی خاندان سے تعلق ہے

۷- بنو سہم - لوی بن کعب بن سہم کی اولاد کو بنو سہم کہتے ہیں ۔

۸- بنو اسد - عبدالعزیٰ بن اسد کی اولاد کو بنو اسد کہتے ہیں حضرت خدیجہؓ اور طلیحہ بن خویلد اسدی اسی قبیلہ سے تھے ۔

۹- بنو نوفل - عبدالعزیٰ بن اسد کے دوسرے بیٹے خویلد اور ان کے بیٹے نوفل تھے ۔ ورقہ بن نوفل کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا جبیر بن مطعم اسی خاندان سے تھے ۔ رفادہ کی رقم (مکہ کا چندہ) اسی خاندان کی تحویل میں رہتا تھا گویا یہ لوگ خزانچی تھے ۔

۱۰- بنو جمح - کعب کے دوسرے بیٹے جمح تھے ان کی اولاد کو بنو جمح کہتے ہیں ۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قریش کے ان سب خاندانوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں ہوئیں ہیں ۔

قریش کی معاشی حالت

جارج کونٹان نے اپنی کتاب میں از اول تا آخر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قریش کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف معاشی اور اقتصادی بدحالی میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ بتوں کے مجاور تھے اور پورے عرب کے نذرانے ان پر چڑھا کرتے تھے ۔ اسلام کو اختیار کرنے کی وجہ سے آمدنی کے یہ اڈے ختم ہو رہے تھے اس وجہ سے اختلاف شروع کر دیا ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ قیاس کسی حد تک درست ہو لیکن اسی کو وجہ محض قرار نہیں دیا جا سکتا قریش کی معاشی اور اقتصادی حالت پورے عرب میں سب سے زیادہ اچھی تھی اور وہ اسوقت پوری ایشیا کے بہت بڑے تاجر تھے مشرق اور مغرب کی تجارت پر ان کا اثر تھا (جیسا کہ امریکہ موجودہ زمانہ میں دنیا کی منڈیوں پر

غالب ہے) اس کو قرآن پاک کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ	قریش کا مانوس ہونا، ان کا مانوس
رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ	ہونا گرمی اور سردی کے سفروں
فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ	سے ہے۔ پس انکو لازم ہے کہ
الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ	(تنہا) اسی گھر کے رب کی عبادت
وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ	کریں جس نے انہیں بھوک میں
	کھلایا اور خوف میں امن دیا۔

۱۔ اللہ تعالےٰ نے اس سورت میں اپنے خصوصی انعامات کیطرف توجہ دلائی ہے وہ انعامات ایسے ہیں جو عرب میں قریش کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں تھے مثلاً وہ تجارت کے ذریعہ مشرق اور مغرب پر قابض تھے جاڑوں کے دنوں میں ان کا سفر یمن اور حبشہ کیطرف ہوتا اور گرمیوں کے دنوں میں ان کا سفر شام اور فلسطین اور مصر کی طرف ہوتا ان دونوں سفر میں ان کو بہت منافع ہوتے تھے اور حرم میں رہنے کی وجہ سے ان کو کوئی کچھ نہ کہتا ان کے قافلے امن و سلامتی کے ساتھ گذر جاتے جبکہ کسی قافلہ کا سلامتی سے واپس ہوٹانا ممکن تھا۔ پس ان لوگوں کا صرف اس قدر کہدینا کافی تھا "انا من الحرام" ہم حرم کے باشندہ ہیں ان کے اس تقدس کی وجہ سے لٹیروں کے بڑے بڑے گروہ ان کے سامنے گردن ڈال دیتے تھے۔

۲۔ جب قریش کے مختلف قبائل اِدھر اُدھر منتشر رہے ان کو کبھی پیٹ بھر کر کھانا میسر نہ ہوا لیکن جب وہ جوار حرم میں آکر آباد ہوئے اور اپنے اس اجتماع کی وجہ سے قریش کہلائے تو دعائے ابراہیمی ان کے حق میں رنگ لائی اور دنیا بھر کے ساز و سامان اسی وقت سے مکہ آنے لگے اور یہ لوگ خوش حالی کی زندگی گذارنے لگے۔

۳۔ حرم محترم کے جوار کی وجہ سے ابرہہ کے لشکر سے حفاظت ہوئی

اور اس مقدس گھر کی بدولت ہر ایک آدمی ان کی تعظیم بجالاتا تھا
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تجارت کا یہ مشن سب سے پہلے ہاشم نے بنایا اور اس میں اپنے بھائیوں کو شریک کیا یعنی نوفل، عبد شمس، مطلب ان چاروں کو متجرّین (تاجر) بھی کہا جاتا ہے۔ ان حضرات نے ملک شام میں غسّانی بادشاہوں۔ یمن کے امراء اور عراق اور فارس کے بادشاہوں سے تجارتی روابط قائم کئے تھے اور اس پوری تجارت پر قابض ہو گئے کہ رومی بحر قلزم کے راستہ سے اور ایرانی خلیج فارس کے راستے سے کیا کرتے تھے جس کی بدولت ان کو بہت بڑا عروج حاصل ہوا اور یہ عرب کی سرمایہ دار ترین قوم شمار ہونے لگے رومی اور فارسی تاجروں کو وہ آسانیاں حاصل نہ تھیں جو حرم کے پاسبان ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو حاصل تھیں ان کے قافلے محفوظ رہتے تھے یہ لوگ تجارتی روابط کی وجہ سے "اصحاب الالوف" بھی کہلاتے تھے

حرم پاک کے اسی تقدس کی وجہ سے ملک یمن کے ابرہ بادشاہ نے مکہ مکرمہ اور قریش کی اس حالت کو توڑنا چاہا اور اس تجارت پر خود قابض ہونے کے لئے اس نے یمن میں ایک کلیسا تیار کیا اور کعبۃ اللہ کو گرانے کے ارادہ سے فوج کشی کی اگر وہ اپنے عزائم میں کامیاب ہو جاتا تو جہاں قریش کو پسماندگی آکر دبالیتی وہاں کعبۃ اللہ سے لوگوں کا وہ عقیدہ ختم ہو جاتا اور پھر قریش پر دنیا کی زمین تنگ ہو جاتی اللہ تعالٰی نے ابرہہ کے عزائم کو برباد کیا اور کعبۃ اللہ اور قریش کی عظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بٹھلا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

قریش قادۃ الناس[1] قریش لوگوں کے لیڈر ہیں۔

دوسری روایت جس کو حضرت علی رضؓ نے روایت کیا ہے

---

[1] مسند احمد

کان ھٰذا الامر فی	عرب کی سرداری پہلے قبیلہ حمیر
حُمَیْرَ فنزعہُ اللہُ منھم	کے سپرد تھی پھر اللہ تعالیٰ نے
وجعلہٗ فی قریش لہ	ان سے چھین کر قریش کے سپرد فرمادی

اور ام ہانی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے :۔

"اللہ تعالیٰ نے قریش کو پورے عرب پر سات طرح فوقیت دی،
میں ...... ان میں سے ہوں، ان میں نبوت ہوئی، وہ بیت اللہ
کے متولی ہیں، ان میں سقایہ ہے، ان کی اللہ تعالیٰ نے
اصحاب فیل کے مقابلہ میں مدد فرمائی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی
دس سال تک عبادت کی اس طرح پر کہ غیر کو شریک نہیں بنایا،
ان کے بارے میں قرآن پاک نازل ہوا [۲]

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان عظیم کو جو اس نے قریش پر کیا تھا قرآن پاک میں دوسری جگہ بھی ذکر فرمایا ہے

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا	کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے
حَرَمًا آمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ	ان کے لئے حرم کو امن گاہ
النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ	بنادیا جبکہ لوگ ارد گرد سے
	اچک لئے جاتے تھے۔

اور چند جگہ پر اسی طرح مذکور ہے۔ خود اس سورت میں جس طرح سے سورت کو شروع کیا ہے یعنی لام تعجب سے ان احسانات کو یاد دلانا اور قریش کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ کم از کم ان کو تو حضور ؐ کی مخالفت نہ کرنا چاہیئے چہ جائیکہ وہ مخالفت کے بارے میں پورے عرب کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔

سورۂ فیل میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل قائم کی ہے وہاں قریش مکہ کو بھی متنبہ کیا ہے کہ ان کو اس قدر احسان فراموش

---

[۱] رواہ بیہقی [۲] تفسیر ابن کثیر۔

ناشکرا، نہ ہونا چاہیئے، غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں سورتیں اس قدر متصلاً ہیں کہ بعض صحابہ رضؓ نے ان کو ایک ہی سورۃ قرار دیا ہے چنانچہ حضرت عمر رضؓ سے مروی ہے کہ وہ مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں والتین اور دوسری رکعت میں الم ترکیف اور قریش، بلا بسم اللہ کو بیچ میں پڑھے قرأت فرمایا کرتے تھے[1] اور بعض صحابہ رضؓ نے اپنے مصاحف میں ان دونوں کو ایک ہی سورۃ قرار دیا ہے[2]

قریش میں بت پرستی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ کے مقالہ آئندہ میں قریش کی مذہبیت اور جاہلیت کا ذکر آئیگا یہاں ان کا اعادہ مناسب نہیں ہے البتہ اس جگہ ان کے معبودان باطل کو تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ عُزّیٰ، یہ وادیٔ نخلہ میں تھا اس بت کو قریش اور بنو کنانہ دونوں مانتے تھے اس کے مجاور بنو سلیم اور بنو شیبان تھے

۲۔ سواع۔ یہ قبیلہ بنی ہذیل کا معبود تھا۔

۳۔ منات۔ اس کو اوس اور خزرج اور بنی غسان پوجتے تھے۔

۴۔ لات } یہ مکہ معظمہ میں قریش کے بڑے خدا شمار ہوتے تھے۔ ہبل

۵۔ ہبل } خانہ کعبہ میں رکھا ہوا تھا

۶۔ اساف اور } یہ دونوں دیویاں صفا اور مروہ پہاڑیوں پر رکھی ہوئی تھیں

۷۔ نائلہ } اہل مکہ ان کی بہت تقدیس کرتے تھے لیکن اوس اور خزرج انکو نہیں مانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حج بیت اللہ میں سعی بین الصفا والمروہ کا معاملہ درپیش ہوا تو انصار کو تردد ہوا اس وقت ان کے تردد کو ختم کرنے کے لئے آیت مبارکہ نازل ہوئی

---

[1] تفسیر کبیر [2] بستان ابو اللیث سمرقندی۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب "اسلامی علوم اور معاشرت" ترجمہ بستان

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ [1]
صفا اور مروہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں

۸۔ ذات الاسواط۔ یہ مکہ اور حنین کے راستہ میں ایک درخت تھا جہاں سال میں ایک دن قریش اس کے نیچے میلہ لگاتے اور اس میں اپنی تلواریں ٹانگتے اور اس کی تقدیس بجالاتے تھے

ان کے علاوہ بیت اللہ کے اندر اور مسجد حرام میں سینکڑوں بت رکھے ہوئے تھے اور خدا کے بندے ان کے سامنے ذلیل ہو رہے تھے اور ان کی تقدیس بجا لاتے تھے اور خوش اعتقادی کا یہ عالم تھا کہ ان سب امور کو انہوں نے ملت ابراہیمی کا جزو لاینفک قرار دیدیا تھا اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو سراسر ملت ابراہیمی کی دعوت کے خلاف جانتے تھے اسی وجہ سے وہ مذہب باطل کا نام لیکر اٹھ کھڑے ہوئے تھے ان کے سامنے نہ معاشی پریشانی کا سوال تھا اور نہ وہ اس باب میں قبائلی عصبیت میں مبتلا تھے یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی خاندانی چپقلش تھی اور وہ محض اسوجہ سے منکر تھے کہ رسول بنی ہاشم میں کیوں ہوا ہمیں قرآن اور حدیث کے مطالعہ سے جو چیز حاصل ہوئی ہے وہ یہ کہ قریش اپنے مذہب باطل کو مذہب ابراہیم اور اسماعیل قرار دیتے تھے وہ اکابر پرستی میں اس قدر اندھے تھے کہ اپنے عقائد کو الوہیت خداوندعالم کے خلاف نہیں جانتے تھے قرآن شریف میں بہت جگہ ان کے وہم باطل کا رد ہے کسی جگہ بھی یہ اشارہ نہیں ملتا کہ یہ اختلاف ان دو وجہ سے تھا جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

ہم نے خوب دیکھا ہے کہ آج بھی اگر کوئی اللہ کا بندہ دین کی صحیح آواز بلند کر دیتا ہے تو عوام نہیں بلکہ بہت سے خواص بھی کفر کے فتوے لئے پھرا کرتے ہیں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا اشرف علی صاحب

---

[1] تفسیر ابن کثیر۔

تھانوی، حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ۔ حضرت مجدد الف ثانی اور بہت سے بزرگوں کے بارے میں یہ طوفان بے تمیزی ہمیشہ اٹھتا رہا ہے اور اسلام کا نام لیکر اٹھایا گیا ہے اور نام نہاد علماء نے اٹھایا ہے۔ تبلیغی دعوت جب شروع ہوئی تو اسی قسم کے الزامات عائد کیئے گئے اور آج بھی بہت سے مشہور اور دینی گھرانے اور خانوادے ایسے ہیں (ان کا نام نہیں لیا جاتا) اسی کام کو غلط در غلط بتلاتے ہیں اور اپنے سیاسی عقائد اور نظریات (سیکولرزم شوسلزم) کو حضور ص کی مدنی زندگی سے ثابت کرتے رہتے ہیں اور لوگ ان کے ساتھ محض اسوہ سے ہو جاتے ہیں کہ نہ بھی مولانا اور ان کی جماعت بھی مولانا اور ان کی پیڑیوں تک مولانا ہی مولانا ہیں

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کسی بھی جگہ چار اینٹ رکھ کر چادر چڑھا دی جاتی ہے عرس کیا جاتا ہے اور ان خرافات کو سمجھدار قسم کے لوگ بھی مذہب ہی قرار دیکر سب کچھ کرتے رہتے ہیں کسی مزار پر چلے جائیے! وہاں کے آداب نہ بجا لائیے اور وہاں ذرا قبر پرستی کے خلاف کچھ کہہ دیجیئے! اور پھر جان سلامت لے آئیے تو ہم جانیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک اغلب یہی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں تجدید ملت ابراہیمی کے لئے خدا پرستی کو زندہ کرنے کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند کی تو لوگ ان کی اور ان کے ماننے والوں کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اور صرف اپنے باطل مذہب کا نام لیکر ہوئے۔

جاہلیت کی بھیانک تصویر

بت پرستی کے بعد جاہلیت کی اس سے زیادہ بھیانک تصویر نہیں ہو سکتی جسکو اللہ تعالےٰ نے سورۂ تکویر میں بیان فرمایا ہے

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ — جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔

یعنی وہ معصوم جان جس کی پناہ گاہ ماں باپ کی آغوش بھی نہ بن سکی اور اُسے

معاشرہ کا بدنما داغ سمجھ کر مٹا دیا گیا اور ماں باپ کو بھی اس پر رحم نہ آیا۔ کلام الٰہی کے طرز ہی سے اس پر غیظ و غضب کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ بجائے ظالموں سے پوچھنے کے مظلوم اور بے زبان لڑکی ہی سے دریافت کیا جائیگا۔

مشرکین جاہلیت کے بعض قبائل مختلف وجوہ کی بنا پر اس سیاہ ترین ظلم کے مرتکب ہوتے تھے بعض تو محض عار کی وجہ سے ایسا کرتے تھے اس کو قرآن پاک نے بھی بیان کیا ہے۔ بعض پرورش کے بار سے بچنے کے لئے ایسا کرتے تھے۔ قرآن پاک نے اس کو بھی بیان کیا ہے (اسکی تفصیل آئیگی) زمانہ جاہلیت میں بعض دفعہ تو ایسا کرتے تھے کہ زمانہ زچگی ہی میں ایک گڑھا کھود دیا جاتا تھا اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اسی وقت اس پر مٹی پھیردی جاتی اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ ماحول اور معاشرے سے تنگ آکر باپ، ماں کی چوری سے بچی کو دفن کر آتا تھا۔ صاحب جمع الفوائد نے سنن دارمی کے حوالہ سے ایک روایت درج کی ہے۔

ایک شخص نے زمانہ جاہلیت کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ میری بچی مجھ سے بہت مانوس تھی میں اس کو ایک مرتبہ جنگل میں لے گیا اور گڑھا کھود کر اپنے ہاتھ سے اس پر مٹی ڈالنا شروع کی وہ بچی برابر ابّا ابّا کہتی رہی مگر میں برابر مٹی ڈالتا رہا۔ یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک سے آنسوؤں کے قطرات ٹپک رہے تھے[1]

اس بھیانک دور میں سب یکساں نہ تھے اس وقت بھی کچھ رقیق القلب افراد ماحول اور معاشرے سے جنگ کر رہے تھے۔ فرزدق شاعر کے دادا صعصعہ بن ناجیہ کے بارے میں طبرانی نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور زمانہ جاہلیت میں میں نے

---

[1] سنن دارمی باب اول

۳۶۰ لڑکیوں کو قدریہ دیکر دفن ہونے سے بچایا ہے۔ کیا اس پر بھی مجھے اجر ملیگا۔ آپ نے فرمایا تیرے لئے اجر ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے اسلام کی نعمت مرحمت فرمائی [۱]

اس بھیانک معاشرے کی اصلاح ہونا ہی تھی۔ رحمت حق کو جوش آیا اور اس نے رحمۃ للعالمین کو مبعوث فرمایا اب اسلام کی ان تعلیمات کو ملاحظہ فرمائیے۔ اس مظلوم مخلوق کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ابتلی من ھذہ	جو آدمی ان لڑکیوں کی آزمائش
البنات بشیٔ ما حسن	میں ڈالا گیا اور اس نے ان کے
الیھن کن لہ ستراً	ساتھ کچھ بھی احسان کیا وہ لڑکیاں
من النار (بخاری، مسلم)	اسکے لیے دوزخ سے آڑ ہونگی۔

اس قسم کی متعدد احادیث ہیں یہ تو لڑکیوں کے بارے میں فضیلت ہے اور لڑکی جب ماں بن جائے تو اس کا مقام ملاحظہ فرمائیے:۔

ان الجنۃ تحت اقدام امھاتکم	جنت تمہاری ماں کے پیروں تلے ہے

فقہاء کرام نے بیان کیا ہے خدمت کے معاملے میں ماں کو فوقیت حاصل ہے اور تعمیل حکم میں باپ کے حکم کو فوقیت حاصل ہے اور وہ غالباً اس وجہ سے ہے فہم کے بارے میں مرد کی فہم زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہ جو حکم دیگا اس میں فہم کا بھی دخل ضرور ہوگا اسی وجہ سے تعمیل حکم میں اسکو فوقیت حاصل ہے

عورتوں کے ساتھ یہ برتاؤ صرف اسلام کی دین ہے اسلام کے علاوہ تمام مذاہب میں اور تمام ممالک میں عورتوں کی داستانِ مظلومیت سے دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے آج کل جو لوگ مساوات کا دم بھرتے ہیں یہ بھی

---

[۱] دارمی

صرف اسلام کی دین ہے۔ اگر اسلام ذہنوں کی تربیت نہ کرتا تو لوگ واقف نہ ہوتے کہ عورتوں کا بھی کوئی حق ہے؟ یہ بات دیگر ہے کہ حق شناسی کے جنون میں فطری امتیازات کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور غیر فطری حق کو حق قرار دیکر مساوات کا ڈھنڈورا پیٹا جائے اس کا نام مساوات نہیں خرافات ہے۔

زمانۂ جاہلیت اور نزولِ قرآن

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ باب ۷۲ میں تحریر فرمایا ہے

اگر شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں غور کرنا مقصود ہو تو اولاً ان امیوں کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی، ان ہی کے حالات آپ کی شریعت کے لیئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اس کے بعد ان حالات کے اصلاح کی کیفیت سمجھنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ ان اصلاحات میں ان مقاصد کا کس طرح اور کیسا لحاظ رکھا گیا ہے جو باب تشریع و تیسیر اور احکام ملت میں مذکور ہیں

معلوم رہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے معبوث ہوئے تھے کہ ملت حنفیہ اسماعیلیہ کی کجی کو دور کر دیں اور اس کے تغیر و تبدل کی اصلاح فرمادیں اور اس کی روشنی کو پھیلا دیں حضور ؐ نے ارشاد فرمایا ہے :-

مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ — اپنے باپ ابراہیم کی ملت اختیار کرو

جب یہ بات ہے تو ضرور ہے کہ ملت ابراہیم کے اصول قابل تسلیم اور اسکے

حالات قابل ثبت اور مقرر ہیں اس لئے کہ جب نبی ایسی قوم میں مبعوث ہو کہ جن میں عمدہ مذہب اور سنت راشدہ کے آثار باقی ہوں تو ان طریقوں میں تغیر و تبدل بے معنی ہے ان کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا چاہیئے لوگ ان ہی کو زیادہ مانیں گے اور دلیل میں پیش کرنے کے اصول بھی خوب پایۂ ثبوت کو پہونچینگے

بنی اسماعیل کی نسلوں میں ان کے جد اکبر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا طریقہ برابر نسلاً بعد نسلٍ چلا آیا تھا تمام بنی اسماعیل اسی شریعت پر ثابت قدم تھے یہاں تک کہ عمرو بن لحی شخص پیدا ہوا اس نے ملت اسماعیلی میں اپنی بیہودہ رائے سے بہت چیزیں داخل کر دیں اسی نے بت پرستی اولاً شروع کی سانڈ چھوڑے، بحیرہ مقرر کئے اس وقت سے مذہب بالکل خراب ہو گیا اور صحیح باتوں میں غلط باتیں شامل ہو گئیں اور لوگوں میں جہالت اور کفر و شرک کی تاریکی چھا گئی تو اللہ تعالےٰ نے سردار دو عالم جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ کی وجہ سے وہ کجی دور ہو جائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت اسماعیلیہ میں جو امور شعار الٰہی تھے ان کو باقی رکھا اور جن چیزوں میں تحریف ہو گئی تھی اور خرابیاں آ گئی تھیں یا جو امور کفر و شرک کی علامت تھے ان کو بالکل نیست و نابود کر دیا اور جو امور عادات سے متعلق تھے ان کی خوبیاں اور برائیاں اس طرح بیان کر دیں جس سے لوگ غلط اور خراب چیزوں سے احتراز کریں خراب رسموں کو آپ نے ممنوع قرار دیا اور اچھی رسموں کو باقی رکھا اور جو مسائل اصلی تھے لیکن زمانہ فترت میں دب گئے تھے ان کو تر و تازہ اور شاداب کر دیا اس طرح پر خدا کا انعام مکمل اور خدا کا دین مستقیم ہو گیا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اہل جاہلیت بعثت انبیاء کو تسلیم کرتے تھے اعمال کی جزا اور سزا کے قائل تھے۔ اقسام نیکی کے

تمام اصول پر ان کا اعتقاد تھا جو امور منافع قوم اور تہذیب و تمدن سے متعلق تھے وہ ان کے یہاں جاری تھے البتہ ان اہل جاہلیت میں دو فرقے تھے اور یہی زیادہ پھیل گئے تھے ان میں ایک فرقہ فاسق اور زندیق لوگوں کا تھا۔

فاسق لوگ چوپایوں اور درندوں کی طرح کے اخلاق و عادات رکھتے تھے مذہبی امور کا بالکل پاس نہیں رکھتے تھے۔ خواہشات نفسانیہ ان پر غالب تھیں یہ لوگ ملت کے دائرے سے بالکل خارج تھے ان کے اعمال اور کردار ہی ان کے نفوس کی گواہی دیتے تھے۔

زندیق لوگ یہ پیدائشی طور پر ناقص الفہم ہوتے ہیں صاحب امر کی خبروں کی تصدیق نہیں کیا کرتے اپنے شبہ میں خود متردد ہوتے ہیں دوسرا فرقہ غافل اور جاہل لوگوں کا تھا یہ لوگ مذہبی امور کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے تھے انبیاء کے عہد سے ان کو بالکل دوری تھی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم — تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں

مِّن نَّذِيرٍ — جن کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا

لیکن یہ لوگ راستے سے اتنی دور جا پڑے تھے کہ کوئی دلیل ان پر کارگر نہیں ہوتی تھی

عقیدے جو اصول اہل جاہلیت میں مسلّم تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان سب کا خالق خدا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ — اگر آپ ان سے دریافت کریں

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ — کہ زمین آسمان کو کس نے پیدا

لَيَقُولُنَّ اللَّهُ — کیا ہے تو کہینگے اللہ نے پیدا کیا ہے

اللہ تعالےٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے :۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ	بلکہ تم اسی کو پکارتے رہو
ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ	وہ گمراہ ہے جس کو تم خدا کے علاوہ پکارتے ہو۔

اس کے باوجود ان کے گمراہ اور زندیق ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بعض فرشتے اور ارواح ایسے ہیں جو بڑے بڑے کاموں کے علاوہ اہل زمین کے امور کے مدبر اور منتظم ہیں اور اپنے پرستش کرنے والوں کی حالت درست کرتے رہتے ہیں مثلاً اس کی ذات، اولاد، مال وغیرہ۔ یہ مشرکین ان فرشتوں کو ایسا ہی خیال کرتے تھے جیسا کہ چھوٹے رجواڑوں کا بڑے بادشاہ کے سامنے یا بادشاہ کے حضور میں شفیعوں اور ندیموں کی جو پوزیشن ہوتی ہے

اس کا منشا یہ ہے کہ شریعتوں میں مذکور ہے کہ بہت سے امور فرشتوں کو تفویض کئے جاتے ہیں اور مقربان بارگاہ الٰہی کی دعا قبول ہوتی ہے اس سے اہل جاہلیت نے یہ سمجھ لیا کہ یہ تصرفات ذاتی ان کے ایسے ہی ہیں جیسا کہ سلاطین کے ہوا کرتے ہیں حاضر پر غائب کو انہوں نے قیاس کیا اسی سے یہ ابتری اور خرابی آئی [1]

اہل جاہلیت کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ خدا کی ذات اس سے منزّہ اور پاک ہے اور جو اس کی بارگاہ کے مناسب نہیں ہے اس کے ناموں میں الحاد کرنا حرام ہے لیکن اس میں یہ بات زندقہ کی انہوں نے داخل کر دی تھی کہ فرشتے خدا تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں اور فرشتوں کو خدا نے اس امر کا ذریعہ قرار دیا ہے کہ جو امر اسکو معلوم نہ ہو ان کے ذریعہ سے

---

[1] ہندوستان میں پیر پرست طبقہ کے حالات اہل جاہلیت کے حالات سے کسقدر مشابہ ہیں اور موجودہ زمانہ میں پیری مریدی اور مزارات کے عقائد اور رسومات میں کونسی چیز ایسی ہے کہ جسکی اصل زمانہ جاہلیت میں نہ ہو

معلوم کرتا ہے جیسا کہ بادشاہ جاسوسوں کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں
ان کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ پیدا ہونے سے پیشتر خدا تعالیٰ نے تمام حوادث کو مقدر کر دیا ہے حضرت حسن بصری رح کا قول ہے
اہل جاہلیت اپنے خطبوں اور اشعار میں قدر کا ذکر کیا کرتے تھے شرع نے اور اس کو مؤکد کر دیا ہے۔
ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ عالم بالا میں ایک مقام معین ہے وہاں بتدریج حوادث محقق ہوتے ہیں فرشتوں اور بزرگوں کی دعائیں وہاں اپنا اثر کرتی ہیں۔ لیکن اس کی صورت ان کے ذہنوں میں ایسی تھی جیسے شاہی ندیموں کی شفاعت کا اثر بادشاہوں پر پڑتا ہے
ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو احکام کا پابند کرتا ہے اور مکلف قرار دیتا ہے بعض چیزوں کو حلال کرتا ہے اور بعض کو حرام کرتا ہے اچھے بُرے اعمال کی جزا اور سزا دیتا ہے

ان خیراً فخیرٌ وان — اگر اچھے ہیں تو اچھی اور برے
شراً فشرٌ — ہیں تو بری۔

خدا تعالیٰ کے پاک فرشتے ہیں جو اس کی بارگاہ میں مقرب ہیں وہ اس کی بادشاہت میں بڑے درجے والے ہیں خدا کے حکم سے وہ اس عالم کی تدابیر میں مصروف رہتے ہیں احکام الٰہیہ کی تعمیل سے سرتابی نہیں کرتے

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ — وہ اللہ کے امر کی نافرمانی نہیں
وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ — کرتے جو حکم ہوتا ہے بجالاتے ہیں

وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ براز کرتے ہیں نہ شادی کرتے ہیں کبھی کبھی وہ بزرگ کے سامنے ہوجاتے ہیں ان کو بشارت اور خوف دلاتے ہیں۔
ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ کبھی کبھی خدا اپنی مہربانی سے کسی آدمی کو لوگوں کی طرف مبعوث فرماتا ہے اس پر وحی نازل کرتا ہے فرشتوں کو اس کے

پاس بھیجتا ہے اس کی اطاعت لوگوں پر فرض کرتا ہے

ملا اعلیٰ اور حاملین عرش کا ذکر اشعار جاہلیت میں بکثرت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن الصلت کی دو بیتوں کی تصدیق کی ہے اس کا قول ہے

رجلٌ وثور تحت رجل یمینہٖ ✽ والنسر للاخریٰ ولیث مرصد

آدمی، بیل، کرگس اور شیر غراں سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امیہ نے سچ کہا ہے۔ اور اس کے بعد امیہ کا یہ شعر پڑھا گیا۔

والشمس تطلع کل آخر لیلۃٍ ✽ حمراء یصبح لونہا یتورّد

تابیٰ لما تطلع لنا فی رسلہا ✽ الا معذبۃ والا تجلّد

آفتاب رات کے ختم ہونے کے بعد سرخ اور گلابی رنگ کا نکلتا ہے اور اس کا طلوع نرمی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ وہ عذاب دیا جاتا ہے اور تازیانہ لگایا جاتا ہے یعنی اپنے پروردگار کی قدرت سے مغلوب رہتا ہے۔

یہ شعر سن کر آپ نے فرمایا سچ کہتا ہے۔

اہل جاہلیت کا قول تھا کہ عرش کو اٹھانے والے چار فرشتے ہیں ایک کی صورت آدمی کی سی ہے اور یہ فرشتہ خدا کی حضور میں آدمیوں کا شفیع ہے اور دوسرے کی صورت بیل جیسی ہے اور یہ چار پایوں کا شفیع ہے اور تیسرا کرگس کا ہم شکل ہے یہ پرندوں کی شفاعت کرتا ہے اور چوتھا شیر کے ہم شکل ہے اور یہ درندوں کی شفاعت کرتا ہے اسی کے قریب ہی قریب شرع میں بھی آیا ہے اور شرع نے ان فرشتوں کا نام یزکو ہی رکھا ہے عالم مثال میں ان فرشتوں کی شکلیں ایسی ہی ظاہر ہوتی ہیں یہ سب باتیں اہل جاہلیت کو معلوم تھیں لیکن وہ غائب کو حاضر سے اندازہ کرتے تھے اور امور علمی یقینی کو اپنے

مالوف خیالات سے خلط ملط کر لیتے تھے

اگر مذکورہ بالا تقریر میں شبہ ہو تو ان مضامین میں غور کرنا چاہیئے جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں خدا تعالےٰ نے علم کے اس حصہ میں جو ان میں باقی رہ گیا تھا ان کو کیسے کیسے الزام دئے ہیں اور وہ شکوک کیسے رفع کئے ہیں جو انہوں نے اپنی معلومات میں داخل کر لئے تھے جب اہل جاہلیت نے قرآن شریف کے نازل ہونے سے انکار کیا تو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتَابَ	فرما دیجئے! وہ کتاب کس نے
الَّذِیْ جَاءَ بِہٖ مُوْسٰی	نازل کی جو موسیٰ لائے تھے

اور اہل جاہلیت نے اعتراض کیا۔

مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ	یہ رسول کیسا؟ جو کھانا کھاتا ہے
الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ	اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:۔

مَا کُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ	تو ہی کوئی نیا رسول نہیں ہے

ایسی ہی اور بہت سی مثالیں ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جاہلیت اگرچہ راہ راست سے بہت دور ہو گئے تھے لیکن جو علمی حصہ ان میں باقی رہ گیا تھا اس کے ذریعہ ان کو الزام دیا جاتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں جو لوگ حکیم ہوتے تھے ان کے خطبوں کو دیکھو! مثلاً قس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل اور جو بزرگ لوگ عمرو بن لحی کے زمانہ سے پیشتر تھے ان میں جو حکماء اور کامل تھے وہ سب عالم معاد اور فرشتوں کے قائل تھے وہ توحید کو ٹھیک طور پر مانتے تھے زید بن عمرو بن نفیل نے اپنے شعر میں کہا ہے:

وانت رب الناس طـرًا	یکفیك المنایا والحتوم

تو پروردگار اور سب لوگوں کا بادشاہ ہے اور موتیں تیرے ہی اختیار میں ہیں

اربًا واحدًا ام الف رب ادین اذا تقسمت الامور
ترکت اللات والعزی جمیعا کذلک یفعل الرجل البصیر

میں ایک رب کو مانو یا ہزار کو جب کاموں کی تقسیم ہو۔
میں نے تو لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا ہوشمند آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن الصلت کے بارے میں فرمایا اس کے شعر میں ایمان ہے اس کے دل میں ایمان نہیں ہے [1]

یہ سب امور وہ تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عہد سے وراثتہً چلے آرہے تھے اور بعض امور اہل کتاب سے بھی لیکر انہوں نے داخل کر لئے تھے ان کو بخوبی معلوم تھا کہ انسان کا اصلی کمال یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور میں سرنگوں ہو اور نہایت کشش اور کوشش سے خدا کی عبادت کی جائے

جاہلیت میں مذہب عبادت کے ابواب میں ان کے یہاں طہارت بھی تھی اور غسل جنابت تو ایک معمولی طریقہ تھا ختنہ اور تمام خصائل اور اوصاف فطرت کا بھی وہ بخوبی اہتمام کرتے تھے توریت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کے لئے ایک نشان قرار دیا تھا۔

ان اللہ جعل الختان میسمۃً علٰی ابراھیم وذریتہ [2]
اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور ان کی اولاد کے لئے ختنہ کو شعار قرار دیا ہے۔

---

[1] ہمارے زمانے میں غیر مسلم شعراء کے کلام میں حمد و نعت کے بہترین اشعار ملتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کافر ہیں۔ [2] بخاری شریف کی حدیث میں حدیث ہرقل میں اس کا ذکر ہے۔

مجوسی اور یہودی سب وضو کے پابند تھے حکمائے عرب بھی وضو کیا کرتے تھے اہل جاہلیت میں نماز بھی تھی حضرت ابوذر غفاری رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے دو سال پیشتر سے نماز پڑھا کرتے تھے اور قس بن ساعدہ اور ایادی برابر نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہودی، مجوسی اور بقیہ عرب بھی نماز کے اندر تعظیمی افعال کے پابند تھے خاص کر سجدہ بہت ضروری تھا[لہ] دعا اور ذکر الٰہی کے بارے میں بھی بعض مقولے تھے۔

ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں زکوٰۃ بھی تھی اسی زکوٰۃ میں مہمان نوازی، مسافر نوازی، عیال پروری، مساکین پر صدقہ اور خیرات، صلہ رحمی، حوادث میں امداد یہ سب زکوٰۃ میں داخل تھے یہ امور ان کے یہاں اہم تھے وہ خوب جانتے تھے کہ انسان کامل کے لئے ان امور کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

فواللہ لا یخزیک اللہ	خدا آپ کو پسماندہ نہ کریگا کیونکہ آپ
انک تصل الرحم وتقری	صلہ رحمی کرتے ہیں مہمان نواز ہیں
الضیف وتحمل الکل وتعین	اور اہل کی کفالت کرتے ہیں اور
علی نوائب الحق	قدرتی حوادث پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں

اور ایسا ہی ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے کہا تھا (جب وہ ہجرت کا ارادہ کر چکے تھے) اور فجر سے غروب آفتاب تک ان میں روزہ بھی تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ مسجد میں وہ اعتکاف بھی کیا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں حضرت عمر رضؓ نے ایک شب کے اعتکاف کی نذر بھی کی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں استفتار کیا تھا عاص ابن وائل نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے اتنے غلام آزاد کئے جائیں۔

بہرحال اہل جاہلیت مختلف وجوہ سے خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔

بیت اللہ کا حج کرنا، شعائر الٰہی اور بزرگ مہینوں کی تعظیم یہ امور تو ایسے

لہ سورۂ النجم جو ۵ نبوی میں نازل ہوئی ہے کافروں کا سجدہ میں گر جانا مذکور ہے

ظاہر ہیں کہ ان میں شبہ ہو ہی نہیں سکتا ان کے پاس کئی قسم کے منتر اور تعویذ بھی تھے لیکن ان میں شرک کی باتیں داخل کردی تھیں، حلق کا ذبح کرنا، اونٹ کا نحر کرنا ان کا طریقہ تھا وہ ذبیحہ کا گلا نہیں گھونٹتے تھے اور چھری سے پیٹ چاک نہیں کرتے تھے ستاروں اور عام طبیعت کے دقائق ترک کرتے نہیں وہ عام ملت ابراہیم کے پیرو تھے البتہ ان میں سے جو بداہتہً معلوم تھے ان کو مانتے تھے پیش بینی کے لئے ان کے یہاں خواب اور انبیاء کی بشارات بھی تھے مدت کے بعد کہانت اور قمار کے تیروں سے آئندہ حالات کا اندازہ کرنا اور فال ان میں پھیل گئے تھے لہ ان کو معلوم تھا کہ یہ سب امور ملت ابراہیم میں مفقود تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصاویر دیکھیں کہ جن کے ہاتھوں میں قمار کے تیر تھے تو فرمایا:۔

لقد علموا انهما لم	یہ لوگ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں نے
يستقسما قط	قمار کے تیروں سے کبھی اندازہ نہیں کیا

بنی اسماعیل برابر اپنے جد اکبر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی روش پر رہے جب تک ان میں عمرو بن لحی پیدا ہوا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو برس پہلے پیدا ہوا تھا

ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں کھانے پینے، لباس، دعوتوں میں میلوں، مُردوں کے دفن کرنے، طلاق، عدت، ماتم، خرید و فروخت تمام معاملات نہایت مستحکم طریقہ پر معیّن تھے جو ان کی پابندی نہیں کرتا تھا قابل ملامت سمجھا جاتا تھا۔ محارم مثلاً بیٹیاں، مائیں، بہنیں وغیرہ سب ان کے یہاں حرام تھیں ظلم و تعدی کے لئے ان کے یہاں تعزیرات تھیں قصاص، دیت

لہ ہندوستان میں تعویذ گنڈے اور فال لینے والا طریقت کے نام سے جہالت پھیلانے والے آج بہت ہیں اور اتفاق سے وہ مسلمانوں کے بزرگ جانے جاتے ہیں لاحول ولا قوۃ

قسامہ سے وہ سزا دیتے تھے اسی طرح زنا، چوری کی بھی سزائیں مقرر تھیں لیکن ان میں فسق و فجور کی بہت کثرت ہو گئی تھی، غارت گری، لوٹ مار، قتل زنا اور فاسد نکاح اور سود بہت پھیل گیا تھا نماز اور ذکر الٰہی بالکل ترک کر دیا تھا ایسے وقت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی [1]

اہل مکہ اور عہد جاہلیت کے مذکورہ مذہبی امور وہ ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے جن میں سے غلط اور فاسد امور کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے اور بہت سے امور کو اصلاح کر کے شریعت محمدیہ کا جزو بنا دیا گیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو ذکر کرنے سے صرف اس قدر منشا ہے کہ شریعت محمدیہ قوانین ملت ابراہیمؑ کا تجدید یافتہ نام ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو جہلائے عرب کے لئے کوئی غیر مانوس یا غیر متعارف چیز ہو وہ قرآن پاک کے اجمالی تعارف سے بالکل جان لیتے تھے کہ فلاں چیز فلاں ہے۔ اگر قرآن پاک میں غیر متعارف امور ہوتے تو جہلائے عرب کو سمجھنے میں بہت دشواری ہوتی البتہ یہ بات ضرور ہے کہ تمام قبائل عرب بت پرست تھے اور بت پرستی ہی ان کا سب سے بڑا مذہب تھا اس کے خلاف کرنے کو وہ ملت ابراہیم کے خلاف جانتے تھے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا تھا

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى	ہم تو اسکی پوجا اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ خدا سے ہمیں قریب کر دینگے

اگر مزید ان سے جرح کی جاتی تو کہہ دیتے

بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا	ہم تو اسی طریقہ کی اتباع کرتے ہیں جس طریقہ پر ہم نے اپنے آباء کو پایا ہے

عقائد اور رسومات

اہل مکہ اور کفار عرب کے عام طور پر جو عقائد اور رسومات تھے وہ یہ ہیں:۔

۱۔ وہ فرشتوں کے وجود کے قائل تھے لیکن فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے

[1] اس جگہ باب ۴۴ ختم ہوا

۲۔ وہ خدا کے وجود کے بھی قائل تھے لیکن وہ خدائی میں بتوں کو بھی شریک مانتے تھے

۳۔ جو اونٹنی دس بچے مادہ جنے اور درمیان میں کوئی نر بچہ پیدا نہ ہو اس کو سائبہ کہتے تھے اور سائبہ کے جو بچہ ہوتا اس کو بحیرہ کہتے تھے ان کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا ان کا دودھ اور گوشت حرام تھا موجودہ زمانے میں بھی مندروں اور مزارات کے نام پر سانڈ اور بکرا چھوڑنے کا طریقہ ہے۔

۴۔ جس آدمی کو قتل کر دیا جاتا تھا اس کے بارے میں بھی عقیدہ تھا کہ اس کے سر سے ایک اُلّو نکلتا ہے وہ قاتل سے انتقام لیتا ہے

۵۔ اگر کسی کو کتا کاٹ لے تو اس کا علاج کسی بادشاہ کا خون پینا ہے

۶۔ خرگوش کی ران گلے میں ڈالنے سے جن بھوت کا سایہ نہیں ہوتا

۷۔ تناسخ کا بھی عقیدہ تھا یہ لوگ مردہ کی قبر پر اونٹ باندھ دیتے تھے تاکہ مردہ اٹھ کر اس سے خدمت لے سکے

۸۔ سفر میں مڑ کر پیچھے کی طرف کو دیکھنا منحوس شمار کیا جاتا تھا

۹۔ مظلوم آدمی اگر دادرسی چاہتا تو وہ برہنہ ہو کر شور مچاتا تاکہ قبیلہ والے اس کی مدد کریں۔

۱۰۔ اگر سفر میں راستہ بھول جاتے تو کپڑے الٹے کر کے پہنتے تاکہ راستہ یاد آجائے

۱۱۔ جب دوسرے شہر میں داخل ہوتے تو گدھے کی بولی بولتے تھے تاکہ وہاں کی وبا کے اثر سے محفوظ رہیں۔

۱۲۔ ماں بیٹوں کو ترکہ پدری میں ملا کرتی تھی اور وہ اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے جیسا کہ بیوی کے ساتھ۔

۱۳۔ حائضہ عورت کو دور رکھا جاتا تھا اور اس کے سایہ سے بھی بچا

جاتا تھا

۱۴۔ جس عورت کا خاوند مر جاتا وہ کامل ایک سال تک جنگل یا کھوہ میں رہ کر عدت کے دن گذارتی اور اس سے کوئی بھی بات چیت نہیں کر سکتا تھا۔ جب برس گذر جاتا تو ایک بکری اس کے جسم سے لگا دی جاتی اگر وہ مر جاتی تو عدت پوری تسلیم کر لی جاتی

۱۵۔ لڑکی جب بالغ ہوتی تو دارالندوہ کا منتظم اس کو سن بلوغت کے کپڑے پہناتا اور کنوارپن کم تار رہتا تھا

۱۶۔ لڑکیوں کا پیدا ہونا معیوب تھا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا

۱۷۔ کنوارپنے اور باعصمت لڑکیوں کے لئے یہ علامت تھی کہ وہ ازار پر چمڑے کی ایک جھالر باندھے رکھتی تھیں

۱۸۔ ایسار اور ازلام کا طریقہ عام تھا یہ ایک قسم کے تیر تھے کہ جن کے ذریعہ فال لی جاتی تھی اور اونٹ کا گوشت تقسیم کیا جاتا تھا۔ موجودہ زمانہ میں لاٹری کا طریقہ زمانہ جاہلیت کے اس طریقہ سے زیادہ مشابہ ہے۔

۱۹۔ اموال محجّرہ وہ اموال کہلاتے تھے جو بتوں پر چڑھاوے میں آتے تھے اور قبیلہ بنو سہم کے یہاں جمع رہتے تھے۔

۲۰۔ اموال رفادہ یہ وہ مال تھا جو قریش سالانہ چندہ کے طور پر جمع کرتے تھے یہ رقم بطور امدادی فنڈ کے جمع رہتی تھی اور قبیلہ بنو نوفل اس کا خزانچی تھا

۲۱۔ عمارۃ البیت۔ اس سے مراد کعبہ اللہ کا انتظام ہے

۲۲۔ سقایۃ الحاج، حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت یہ دونوں کام بنو ہاشم کے سپرد تھے

تصویر کا دوسرا رُخ

ان عادات اور مراسم کے باوجود اہل مکہ اور اہل عرب میں کچھ خصوصیات موجود تھیں

۱۔ بیت اللہ کا احترام ان کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا حرمت کعبہ ان میں اس قدر تھی کہ اگر دشمن بھی حرم کعبہ میں داخل ہو جاتا تو اس سے انتقام نہیں لیا جاتا تھا چنانچہ بیت اللہ کی تعمیر جدید کا انتظام، حجر اسود کو نصب کرنے کے لئے ہر ایک کا پیش قدمی کرنا اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے تلواروں کا باہر نکل آنا وغیرہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ	کیا تم نے حجاج کو پانی پلانا اور
وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	انتظام مسجد حرام کو مثل ایمان
كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ	با للہ کے قرار دیا ہے۔

اہل سیر اور مفسرین کے نزدیک عمارۃ المسجد الحرام سے مراد یہ ہے کہ مسجد حرام میں فحش کلامی، ایذا رسانی نہ کی جائے

۲۔ چار مہینوں (ماہ حرام) کی تقدیس ان کے یہاں بہت زیادہ تھی۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ	آپ سے شہر حرام کے بارے میں
الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ	دریافت کرتے ہیں فرما دیجئے
كَبِيرٌ	اس میں جنگ کرنا بڑا جرم ہے۔

سریہ زید بن حارثہ میں مذکور ہے کہ غلط فہمی سے انہوں نے ذوقعدہ کے مہینہ میں ایک کافر کو قتل کر دیا تھا تو کافروں نے پورے عرب میں اس کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ مسلمان ماہ حرام اور مسجد حرام تک کا احترام ملحوظ نہیں رکھتے ہیں۔

۳۔ ہدی کے جانوروں اور احرام باندھے ہوئے لوگوں کو کچھ نہیں کہا جاتا تھا بلکہ ان کی حفاظت اور خدمت اہل مکہ کے نزدیک بہت بڑی نیکی تھی۔

۴۔ وہ بیت اللہ کا طواف کرتے سعی بین الصفا والمروہ بھی کرتے تھے یہ بات دیگر ہے کہ وہ اس میں بھی اصلیت سے بہت دور تھے

۵۔ وہ اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر خیال کرتے تھے اور

اس کو انہوں نے ملت حنیف قرار دے رکھا تھا اور وہ اپنے کو دین حنیف پر خیال کرتے تھے اور بت پرستی ان کے نزدیک حنفیت کے خلاف نہ تھی۔ (جیسا کہ موجودہ زمانہ میں پیر پرستی اور قبر پرستی اسلام کے خلاف نہیں جانی جاتی) چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس مسخ شدہ ملت حنیف کے عالم اور عامل بھی تھے مکہ میں عبدالمطلب اور دیگر سات آدمی حنیف شمار ہوتے تھے۔

۶۔ اہل قریش میں ختنہ کا بھی طریقہ تھا جو آج تک شعار مسلمین ہے

۷۔ نکاح، نکاح میں گواہ، مہر، وکیل، ولی، خطبہ، ایجاب و قبول اس وقت بھی تھے

۸۔ عقیقہ کی رسم بھی تھی لیکن بکرا ذبح کر کے اس کا خون بچہ کے سر پر بہایا جاتا تھا اسلام میں اس کی اصلاح کر دی گئی ہے کہ خون کی جگہ بچہ کے سر پر زعفران لگایا جاتا ہے اور بال مونڈ کر اتنے وزن کی چاندی کو صدقہ کر دیا جاتا ہے

۹۔ شادی میں ولیمہ کی رسم بھی تھی

۱۰۔ مردوں کو دفن کیا جاتا۔ میت کو غسل دینا وغیرہ اس وقت بھی تھا۔

مکہ مکرمہ کے باشندوں کے یہ عقائد اور یہ مراسم عبادات تھے جس کے مجموعہ کا نام انہوں نے دین حنیف رکھ چھوڑا تھا اور اپنے زعم باطل میں وہ اپنے کو حق پر تصور کرتے تھے اور اس کے خلاف سننے کو گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اپنے بزرگوں کا احترام ان کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا یہ احترام اس درجہ غلو کی حد میں داخل ہو گیا تھا کہ اس نے بت پرستی کی صورت اختیار کر لی تھی (مزار پرستی اسی کی نقل ہے)

قوموں میں انقلاب لانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے بنیادی تصورات کو بدلا جائے اگر بنیادی تصورات، رجحانات اور عقائد میں تبدیلی ہو جائے تو پھر آسانی سے مراسم عبادات اور قانون معاشرت میں بھی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کی ابتدائی مکی سورتوں میں عربوں کی تہذیب

ومعاشرت اور مراسم عبادات سے تعرض نہیں کیا گیا بلکہ ان کے عقائد کی تبدیلی کی طرف توجہ دی گئی اور ان سے عقیدہ بدلنے کو کہا گیا اور یہ بات عربوں کو ناگوار ہوئی۔

جہانتک مراسم عبادات اور قانون معاشرت کا تعلق ہے قرآن پاک نے ان ہی مراسم اور قوانین کو بدلا ہے جن میں شرک کی آمیزش تھی یا انسانیت کے خلاف تھے بقیہ قوانین میں سے بیشتر کو تو بعینہ باقی رکھا اور بہت سے قوانین کی اصلاح کردی گئی تاکہ وہ قوانین ہر زمان ومکان میں قابل قبول ہوں۔ اس طرح اسلام نے ایک معتدل قانون بنادیا نہ اتنا نرم کہ انسان پھر سے کفر والحاد میں مبتلا ہوجائیں اور نہ اتنا سخت کہ وہ بغاوت کر بیٹھیں۔

عربوں کی تین سو سال سے زیادہ غیر فطری قوانین سے مانوس طبیعت کو ایک دم کسی دوسرے دستور کا پابند بنانا ایک غیر دانشمندانہ اقدام ہوتا اور وہ لوگ اس کو قبول نہ کر پائے اسلئے بتدریج ان کو نئے دستور کا پابند بنایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آیات احکام کا نزول بتدریج ہوا ہے آئندہ سطور میں ہم یہی پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وباللہ التوفیق۔

نزول قرآن پاک

عرب اور مکہ والوں کے جو حالات مندرجہ بالا سطور میں بیان کئے جاچکے ہیں۔ ان حالات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ پر قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا یہ نزول اس طرح پر نہیں تھا جس طرح اعطائے توریت وانجیل وزبور اور دیگر صحائف آسمانی کے ساتھ ہوا۔ بلکہ حسب ضرورت مصلحت خداوند عالم کے تحت ہوا اور عربوں کے نزدیک یہ ایک غیر متعارف طریقہ تھا جسکی وجہ سے ان کو انکار کی نوبت آئی۔ اگر قرآن پاک کا نزول عربوں کے مطالبہ یا ذہنی تصور کے تحت ہوتا تو قیامت تک وہ اس کو قبول نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جن لوگوں نے اپنے بنیادی عقائد کو تبدیل کرنے میں اتنی کٹ حجتی دکھلائی ہو

تعمیل احکام میں وہ اس سے کہیں زیادہ شدید منکر ہو جاتے اور قیامت تک اسکو قبول نہیں کر سکتے تھے لیکن قرآن پاک کا تدریجی نزول یہ خداوند عالم کی عین حکمت بالغہ کے مطابق ہے اور یہی حق ہے۔ اس کی حکمتوں پر آج اگر غور کیا جاتا ہے تو ایمان اور ایقان میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور ریب و تردّد قریب کو بھی نہیں پھٹکنے پاتا۔ اس تدریجی نزول کے بارے میں حضرت عائشہ رضؓ بیان فرماتی ہیں۔

> سب سے پہلے حضورؐ پر حالتِ نوم میں رویاء صادقہ ظاہر ہونا شروع ہوئیں جو مثل صبح صادق کے صاف ظاہر ہو جاتی تھیں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشہ نشینی محبوب رہنے لگی آپ غار حراء میں تشریف لے جاتے۔ اسی اثناء میں فرشتہ وحی لیکر حاضر ہوا [1]

وہ وحی کیا تھی اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

ولادت باسعادت

ان تاریک حالات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت قریش کی سب سے زیادہ باعزت شاخ اور سب سے زیادہ شریف گھرانے بنو ہاشم میں عبدالمطلب کے چھوٹے بیٹے کے گھر میں ہوئی۔ اہل تاریخ نے بیان کیا ہے کہ آپ کی ولادت واقعہ فیل سے ۵۵ یوم یا ۴۰ یوم قبل ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ آپ واقعہ فیل سے ۴۰ سال بعد پیدا ہوئے لیکن پہلا قول اصح ہے۔ مہینہ ربیع الاول کا تھا مشہور بارہ ربیع الاول ہے اور صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہے سورۂ فیل کے طرز تخاطب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ واقعہ فیل سے قبل پیدا ہو چکے تھے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ — کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اصحاب فیل

[1] بخاری احمد وغیرہ۔

بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ کے ساتھ آپ کے رب نے کیا معاملہ کیا؟

حضور صلعم کی ولادت باسعادت کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا کہ عالم میں عجائبات کا ظہور نہ ہوا ہو اور آپ عام بچوں کیطرح ہوں بلکہ آپ کی پیدائش سے لیکر اعلان نبوت تک سینکڑوں واقعات آپ سے ایسے ظہور میں آئے جن سے آپ کی کرامت اور شرافت باشندگان مکہ خصوصاً قریش پر ثابت ہوتی چلی گئی

۱۔ جس وقت آپ پیدا ہوئے بیت اللہ میں رکھے ہوئے بت گر پڑے ان کے گرد جو مجاور معتکف تھے وہ کھڑا کرتے تھے مگر بت پھر گر پڑتے تھے

۲۔ شاہ ایران کے محل کے کنگروں کا گر جانا اور کاہنوں (سطیح وغیرہ) کا آپ کی ولادت کی خبر دینا۔

۳۔ حضرت شفا (والدہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف) کی روایت کہ میں نے حضور صلعم کی ولادت کے وقت ایک بہت بڑا نور دیکھا اور آواز سنی اور اسی وجہ سے میں سب سے پہلے مسلمان ہوئی

۴۔ عبدالمطلب کا لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرنا کہ میرے اس بیٹے کی عجیب شان ہوگی۔

۵۔ حلیمہ سعدیہ کے یہاں شق صدر کا واقعہ پیش آنا اور آپ کی برکات کا بین طور پر صادر ہونا اور پورے قبیلہ کا اس سے واقف ہونا

۶۔ ابوطالب کے ساتھ آپ کا شام کے سفر پر جانا اور اس سفر میں راہب کا آپ کی رسالت اور نبوت کی شہادت دینا۔

۷۔ حضرت خدیجہ رضہ کا آپ کو شام کے سفر پر بھیجنا اور واپس ہونے پر حضرت خدیجہ رضہ کے غلام کا عجائبات سفر کو بیان کرنا وغیر ذلک۔

اسی قسم کے سینکڑوں واقعات اور عجائبات ہیں جن کی بنا پر اہل مکہ

خاص طور سے قریش آپ کی شخصی امتیازیت کو جانتے تھے آپ کے غیر معمولی اوصاف جمیلہ وحمیدہ ایسے تھے کہ جن کی وجہ سے آپ کو الصادق الامین پکارا جاتا تھا یہی امتیازات اور خصائص تھے کہ حضرت خدیجہ رض جیسی مالدار خاتون نے آپ سے نکاح کی خواہش کی اور آپ کی زوجیت میں داخل ہوگئیں [۱]

۸۔ قزوینی نے حضرت ابن عباس رض سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور ص کو ساتھ لیکر قریش ایک کاہنہ کے پاس پہونچے اور بولے کہ بتلا ہم میں حضرت ابراہیم ع کے مشابہ کون ہے اس نے کہا آپ لوگ اس زمین پر چادر بچھائیں اور اس پر چلیں سب نے اس سخت زمین پر چادر بچھائی اور اس پر ہوکر گذرے تو صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم نمایاں تھے کاہنہ نے کہا یہ ہیں۔ اس واقعہ کے بیس سال بعد آپ کی بعثت ہوئی [۲]

۹۔ جبیر بن مطعم [۳] روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میں ملک شام تجارت کے لئے گیا وہاں ایک اہل کتاب کے عالم سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کیا تمہارے درمیان کسی نے دعوئ نبوت کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس کے بعد وہ ایک کمرہ میں لے گیا جہاں بہت سی تصاویر آویزاں تھیں اس نے دکھلا کر کہا کہ شناخت کرو! میں نے وہاں حضور ص کی تصویر اور ان کے برابر حضرت ابوبکر رض کی تصویر آویزاں پائی راہب نے کہا ان کا ذکر انجیل میں [۴] ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ میں محض لکھی ہوئی علامات سے ہی تصویر کشی کر لیتے تھے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت دحیہ کلبی کو ہرقل کے ساتھ پیش آیا تھا [۵]

---

[۱] روضۃ الاحباب شرح مواہب [۲] جمع الفوائد باب فضائل النبی [۳] بنی نوفل سے ہیں اور فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے [۴] ازکبیر و اوسط جمع الفوائد [۵] ابن جوزی

۱۰۔ سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ عرب کاہنوں سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی مبعوث ہوں گے جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا) چنانچہ ابن اسحق سے روایت ہے کہ نبوت کی امید پر پانچ قبیلوں نے اپنے یہاں پانچ بچوں کے نام محمد رکھے۔ ابن اسحق نے وہ نام شمار کرائے ہیں (تاریخ واقدی)

ان واقعات اور اسی قسم کے سینکڑوں واقعات کو بیان کرنے سے غرض صرف اس قدر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت قریش اور اہل عرب کے لئے کوئی عجوبہ یا غیر متوقع امر نہ تھا جو اچانک پیش آگیا اور لوگ انکار کر بیٹھے مشہور مستشرق جارج کونسٹان اورزیل نے اپنی کتاب "پیغمبر اسلام" میں لکھا ہے :-

> روایتوں کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر عرب کی سرزمین میں پیدا ہوئے۔ اس تعداد میں سے (جس میں اکثر کے نام معلوم نہیں) چند سو نام ونمود رکھنے والے اور بعض تاریخ رکھنے والے ہیں لہذا عرب نسلاً بعد نسل پیغمبر دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے [۱]

یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ قریش اور اہل عرب رسول یا نبی کے تصور سے بالکل ناواقف ہوں وہ حضرت ابراہیم ع، حضرت اسماعیل ع کو رسول مانتے تھے اور اپنے کو ان کی ملت قرار دیتے تھے (جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے) شام ویمن کی طرف ان کے تجارتی اسفار ہوتے تھے وہاں حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کے متبعین موجود تھے اور ان کی رسالت متعارف تھی، راستے میں عاد، ثمود قوم صالح اور قوم شعیب، قوم لوط کے کھنڈرات تھے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان حضرات کو رسول جانتے تھے، اسی طرح جنوب کی طرف حضر موت کے علاقہ میں حضرت ہود علیہ السلام کی بستیاں تھیں اور حضرت ہود کو یہ لوگ پیغمبر جانتے تھے غرض یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان نبوت کسی نئی اور

---

[۱] پیغمبر اسلام ص۶۳

عجوبۂ روزگار چیز کا اعلان نہ تھا جس سے قریش ایک دم بدک گئے ہوں ورنہ اگر ایسا ہوتا تو ورقہ بن نوفل، بحیرہ راہب آپ کو کیوں رسول تسلیم کرتے تھے[ل] اور بلا تامل حضرت خدیجہؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آپ کو کیوں رسول تسلیم کرتے؟ بلکہ عربوں اور قریش کے اختلاف اور انکار کی وجہ رسالت کے بارے میں خود تراشیدہ اوصاف آڑے بنے رہے جیساکہ قرآن پاک کی ان آیات سے ثابت ہوتا ہے:۔

۱۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ	یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے
۲۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا	ان کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا تاکہ ان کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا یا خزانہ ڈال دیا جاتا یا کوئی باغ ساتھ ہوتا کہ اس سے وہ کھایا کرتے

یہ اعتراضات برائے انکار تھے جو عقل و دانش کی روشنی میں نہیں تھے یہ ویسا ہی ذہن تھا جیسا ذہن اولیاء اللہ کے بارے میں ہندوستانی عوام اور پیر پرستوں کا ہے۔

سورۂ اقراء اور پہلے مسلمان

سورۂ اقراء (پہلی وحی) کا نزول یہ ان سعید روحوں کے لئے کھلی دلیل تھی جو علامات نبوت ہی سے آپ کے معتقد ہو چکے تھے۔ وحی کے نزول نے انکے ظن کو یقین سے تبدیل کر دیا تھا لہذا فوراً ہی چار حضرات نے آپ کو رسول تسلیم کیا اور آپ کی تصدیق کی یعنی

ل ورقہ بن نوفل کو اسد الغابہ میں صحابی شمار کیا ہے۔

حضرت خدیجہؓ (اسدی) حضرت ابوبکر صدیقؓ تیمی، حضرت علیؓ ہاشمی، حضرت زید بن حارثہ رضؓ۔

یہ وہ حضرات ہیں کہ جو بالکل شروع میں ایمان لائے۔ مجموعی طور پر اگر تمام روایات کا احصار کیا جائے تو ان حضرات کا ایمان زمانہ فترۃ وحی سے پہلا ہے یعنی نبوت کے پہلے سال اور زمانہ فترۃ وحی سہیلی کے قول کے مطابق ڈھائی سال اور امام احمدؒ کے قول کے مطابق تین سال ہے اور اسی پر اجماع ہے[1]۔ پہلی وحی کے بعد زمانہ فترت میں غالباً آپ نے کسی کو اعلانیہ دعوت نہیں دی اس مدت میں آپ انقطاع وحی کی وجہ سے خود ہی پریشان رہتے تھے امام زہری رح نے تو یہاں تک روایت کیا ہے کہ بعض دفعہ آپ تنگ آ کر خودکشی تک کا اقدام کرنے کو تیار ہو جاتے تھے ایسی حالت میں فرشتہ آتا اور آپ کو تسلی دیتا کہ آپ گھبرائیں نہیں آپ نبی ہیں[2] اس کے علاوہ ابن جریر کی تمام روایات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی زمانہ خفیہ دعوت کا بھی ہے آپ کے طرز عبادت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کوشش سے لوگ اسلام قبول کر رہے تھے[3]

سورۃ المدثر | زمانہ فترۃ کے بعد سب سے پہلی سورۃ جو آپ پر نازل ہوئی وہ سورۂ مدثر میں شروع کی سات آیات ہیں اسی سورۃ کے نزول سے آپ نے دعوت کا کام شروع کیا اور دعوت کے کام ہی سے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں چنانچہ شروع سورت میں آپ کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ اس قسم کے حالات پیدا ہونگے اس پر آپ صبر سے کام لیں۔

اے کپڑا اوڑھنے۔ لیٹنے والے اٹھ! اور لوگوں کو ڈرا (خبردار کر)
اور اپنے رب کی کبریائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور

---

[1] مظہری ج ۱۰ ص ۱۰۲ [2] رواہ ابن جریر [3] ج ۱ حصہ ۳ ص ۱۱۴۷ تا ۱۱۵۷ تاریخ طبری

گندگی سے دور رہو اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے احسان نہ
کر اور اپنے رب کے لئے صبر کر!

سورۃ میں کلام کی جامعیت اور طرز تخاطب سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اب تک آپ جن کیفیات سے دوچار تھے ان سے نکال کر نہایت پرعب انداز میں آپ کو مقام رسالت پہ کھڑا کر دیا گیا۔ مکہ معظمہ جو پورے عرب کا تیرتھ گاہ بنا ہوا تھا ماحول اور معاشرہ کے خلاف ایک تنہا آدمی کا دعوت دینا اور اعلانیہ خدا وحدہٗ لاشریک کی کبریائی بیان کرنا ایک بہت ہی دھماکہ خیز بات تھی۔ ایسی دھماکہ خیز کہ جیسا رات کے اندھیاروں اور سناٹوں میں گہرے کنویں میں انتہائی بلندی سے پتھر ڈال دیا جائے یا کوئی توپ داغ دی جائے اور اس کی صدائے بازگشت کافی دیر تک فضا میں لرزہ قائم رکھتی ہے اس سے زیادہ دھماکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی

لوگو! خدا ہی سب سے بڑا ہے وہ اکیلا ہے تنہا اسی کی عبادت کرو

اس اعلان کے لئے اور پھر صدائے بازگشت کے بعد والی آوازوں کو سننے کے لئے پتھر بھی پھٹ جائیں سے

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ؛ عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

سورت کے بقیہ حصہ یعنی آیت نمبر ۸ سے لیکر آخر تک اعلان نبوت کے بعد جو کچھ رد عمل ہوا اور لوگوں کو رد کرنے کی صورت میں عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے

۶ھ نبوی تک مسلمان ہونے والے

۶ھ نبوی میں حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے اور ان سے ذرا قبل ۵ھ نبوی کے آخر میں حضرت حمزہ مسلمان ہوئے اسوقت تک کتنے حضرات ایمان لائے اس کے بارے میں اختلاف ہے مشہور تو یہ ہے کہ چالیس کا عدد حضرت عمرؓ سے پورا ہوا۔ بزار نے روایت کیا ہے

قد کانوا قبل ذلک سبعین — حضرت عمر رضؓ سے پہلے ستر آدمی مسلمان ہو چکے تھے۔

اب اس کے بارے میں ہم تاریخی شہادتیں پیش کرتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر اور عمرو بن علبسہ کہتے ہیں کہ ہمارے ایمان لانے سے اسلام چوتھا گوشہ ہو گیا تھا ہم سے پہلے حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت بلال رضؓ ایمان لا چکے تھے[۱] اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ ان حضرات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ حضرت خدیجہ رضؓ حضرت علی رضؓ اور حضرت زید بن حارثہ کو اس میں شمار نہیں کیا بلکہ باہر کے لوگوں کو شمار کیا۔

حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمار بن یاسر رضؓ اور حضرت صہیب رومی رضؓ مسلمان ہوئے اس وقت تک صرف سات آدمی مسلمان ہوئے تھے اور اسد الغابہ میں ہے کہ بیس سے اوپر مسلمان ہو چکے تھے[۲] علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ پانچویں مسلمان خالد بن سعید بن العاص ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ زبیر بن عوام پانچویں مسلمان ہیں[۳] بعض حضرات نے ابو فکیہہ جو صفیان بن امیہ کے غلام تھے وہ بھی حضرت بلال رضؓ کے ساتھ ساتھ مسلمان ہوئے تھے[۴]۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی ترغیب یا کوششوں سے جو حضرات مسلمان ہوئے وہ یہ ہیں :-

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضؓ	۲۔ زبیر بن عوام رضؓ
۳۔ طلحہ بن عبید اللہ رضؓ	۴۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ
۵۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ	۶۔ عثمان بن مظعون رضؓ
۷۔ ابو عبیدہ بن جراح رضؓ	۸۔ ابو سلمہ بن اسد مخزومی رضؓ
۹۔ ارقم بن ابی ارقم رضؓ	۱۰۔ حضرت بلال رضؓ

---

[۱] ابن جریر ص۱۳ ج۱ [۲] اسد الغابہ [۳] ابن جریر ص۵ ج۱ [۴] اصابہ ص۱۵۲ ج۷

۱۱۔ حضرت صہیب رضؓ ۱۲۔ حضرت خباب بن ارت رضؓ
۱۳۔ حضرت عمار بن یاسر رضؓ ۱۴۔ حضرت سمیّہ رضؓ
۱۵۔ حضرت اسمار بنت ابی بکر رضؓ ۱۶۔ حضرت ابوعبیدہ بن حارث رضؓ
۱۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ ۱۸۔ خنیس بن خزافہ
۱۹۔ جعفر بن ابی طالب [1]

ان حضرات کے علاوہ مہاجرین حبشہ، پہلی مرتبہ میں (یہ دونوں ہجرتیں ۵ھ میں ہوئی ہیں) بیشتر مصنفین اور مورخین نے ان کی تعداد پندرہ (۱۱ مرد ۴ عورتیں) بتلائی ہیں جن کے اسمار گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت عثمان غنی رضؓ ۲۔ حضرت رقیہ رضؓ
۳۔ ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ ۴۔ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل رضؓ
۵۔ زبیر بن عوامؓ بن خویلد بن اسد۔ ۶۔ مصعب بن عمیر رضؓ
۷۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ ۸۔ ابوسلمہ رضؓ
۹۔ ان کی بیوی ام سلمہ رضؓ ۱۰۔ عثمان بن مظعون رضؓ
۱۱۔ عامر بن ربیعہ رضؓ ۱۲۔ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حشمہ
۱۳۔ ابوسبرہ بن ابی رُہم ۱۴۔ حاطب بن عمرو
۱۵۔ سہیل بن بیضاء ۱۶۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ [2]

ان حضرات میں حضرت ابن مسعود رضؓ کے بارے میں اکثر علماء کا رجحان یہی ہے کہ وہ ہجرت ثانیہ میں تھے تاہم یہ بات ہمارے مبحث کے خلاف نہیں ہے اس فہرست میں سے مشترک اسمار کو نکال کر تعداد ۳۹ ہوتی ہے لیکن بات اسی جگہ ختم نہیں ہوئی ہے۔ مصنفین اور مورخین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاجزادی حضرت رقیہ رضؓ کا نام تو لیا ہے لیکن حضور کی سب سے بڑی صاجزادی حضرت زینب رضؓ اور چھوٹی صاجزادی

---

[1] سیرت رسالت مآب [2] ابن جریر ص۶۹ شرح مواہب ص۲۷۰ ج۱

حضرت ام کلثوم رض اور حضرت فاطمہ رض کا نام شمار نہیں کرایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض کی والدہ حضرت شفا ر فرماتی ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے میں ایمان لائی [1]

اس طرح یہ تعداد ۴۴ ہو جاتی ہے اس کے بعد اس طرف توجہ فرمائیں کہ حضرت عمر رض کے اسلام سے قبل ان کی بہن اور ان کے بہنوئی سعید بن زید رض اور بڑے بھائی زید بن الخطاب رض ایمان لا چکے تھے [2] اور حضرت حمزہ رض بھی حضرت عمر رض سے پہلے ایمان لا چکے تھے اس طرح یہ تعداد ۴۷ ہو جاتی ہے اور حافظ ابن کثیر رض کے قول بسلسلہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رض کو اور شامل کر لیا جائے تو تعداد ۴۸ ہو جاتی ہے [3]

اس کے بعد یہ چیز بھی ذہن میں رہنا چاہیئے کہ ہجرت ثانیہ اور ہجرت اولیٰ میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے تاریخی شہادتوں (زادالمعاد۔ طبقات کبیر تاریخ طبری۔ روضۃ الاحباب) کے مطالعہ سے یہی ظاہر ہے کہ ہجرت ثانیہ حضرت عمر رض کے اسلام سے قبل ہوئی ہے اور حدیث مرفوع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اللھم اعز الاسلام	الٰہی! اسلام اور مسلمانوں
والمسلمین بعمر بن	کو حضرت عمر رض یا ابوجہل
الخطاب او بابی جھل	میں سے کسی ایک کے ذریعہ
بن ھشام	قوت دے

ہجرت ثانیہ کے بارے میں ہے کہ اس میں مردوں کی تعداد ۸۲، عورتوں کی تعداد گیارہ ہے [5] ان میں سے بالفرض اگر پہلے پندرہ حضرات کو علیحدہ کر لیا جائے تو ۶۸ جدید مہاجرین تھے۔ مزید تفحص اگر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دوسری مرتبہ سب مسلمان مکہ سے نہیں چلے گئے تھے بلکہ کچھ باقی بھی

---

[1] روضۃ الاحباب [2] اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف [3] تفسیر ابن کثیر سورۂ عبس [4] طبقات کبیر ص ۳۱۲ [5] زادالمعاد ج ۱ ص ۲۰

تھے اس لئے حضرت ابن عباس رضہ کی وہ غیر مرفوع روایت اور سعید بن مسیب کی مرسل روایت جن میں حضرت عمر رضہ سے پہلے ۳۹ مسلمان ہوئے زیادہ قرین قیاس نہیں ہے اگرچہ حاتم وغیرہ نے اُس کی سند کی صحت کا اعتراف کیا ہے علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضہ ان روایات میں فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ " يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ الخ " اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی لیکن مفسرین نے یہ استثنا تسلیم نہیں کیا ہے کیونکہ یہ سورت مدنی ہے البتہ بزار کی مذکورہ بالا روایت جس کو خود حضرت عمر رضہ نے روایت کیا ہے اگرچہ وہ سنداً ضعیف ہے لیکن تاریخی حالات اس کی تائید میں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دعوت اور مخالفت کے تدریجی منازل

زمانہ جاہلیت میں قریش اور قریش کے حلیفوں نے اپنے بت پرستی والے دین پر قائم رہنے کا سختی کے ساتھ عہد کیا تھا اسی عہد کی وجہ سے انکو متحمس (متشدّد) کہا جاتا تھا[1] چنانچہ باطل مذہبیت میں ان کا یہ کٹر پنا پورے عرب میں مشہور تھا یہ لوگ اپنے باطل پنے سے ٹس سے مس ہونا نہیں جانتے تھے زمین اور آب وہوا نے ان میں سخت گیری پیدا کردی تھی۔ اس تشدّد اور مضبوطی کے شواہد کفر اور اسلام دونوں میں ملتے ہیں جہاں قریش اپنے کفر پر سختی سے قائم تھے وہاں قبول اسلام کے بعد وہ نہایت سختی سے قائم رہے ان کی داستان مظالم کو پڑھ جائیے حق اور باطل میں اتنا سخت جماؤ دنیا کی تاریخ میں نہ ملیگا۔ قریش اپنے علاوہ دوسرے کو صابی (بے دین) کہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ اسلام والی روایت میں اسی قسم کے الفاظ ملتے ہیں

نادیٰ باعلی صوتہ الا　　　ایک آدمی نے بلند آواز سے اعلان

ان عمر قد صبا (بزار)　　　کیا خبردار ہوجاؤ عمر بے دین ہوگیا ہے

اسی اعتبار سے قریش کو اپنی مذہبیت (بت پرستی) پر سختی کے ساتھ عقیدہ تھا اس ماحول اور معاشرہ کی بناء پر ونیز "اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" سے قبل اور سورۂ مدثر کے نزول سے قبل والی تین سالہ مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان حضرات کی جو آپ پر ایمان لاچکے تھے عبادت بھی خفیہ رہی اور دعوت وترغیب بھی خفیہ رہی۔

مورخ طبری نے ابن اسحٰق کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ اس زمانہ میں

---

[1] طبقات کبیر صـ٧٩ ج ا

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رض سے مروئی ہے کہ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی

اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو دعوت دیں

تو حضورؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنی قوم کو پکارا اور توحید الہٰی اور اپنی رسالت کی دعوت دی اس پر ابولہب کو سخت ناگوار ہوا اور اس نے کہا "آپ کا برا ہو کیا اسی واسطے بلایا تھا" خود بھی بھاگ آیا اور دوسرے لوگوں کو بھی بھگا دیا اس پر سورۂ تبت نازل ہوئی۔ ابولہب ہی وہ کافر ہے کہ نام لیکر صرف اسی کی مذمت قرآن پاک میں موجود ہے

جس زمانہ میں مسلمان چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے اتفاق سے کچھ کافروں نے دیکھا اور اس طریقۂ عبادت کو بے دینی جانتے ہوئے مسلمانوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا حضرت سعد بن وقاص رض سے یہ بات برداشت نہ ہوسکی اور اونٹ کی ہڈی کافر کے کھینچ کر ماردی جس سے وہ سخت زخمی ہوگیا اور مر گیا مکہ معظمہ میں مسلمان کے ہاتھ سے اسلام میں کسی کافر کی یہ پہلی موت تھی یہاں سے بات بڑھ گئی [1]

حضرت علی رض روایت کرتے ہیں کہ جب حضورؐ کو اعلانیہ دعوت کا حکم ہوا تو آپ کچھ عرصہ خاموش رہے تو حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان سنایا تب حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں کافروں کی دعوت کا انتظام کروں۔ آدھ سیر یا تین پاؤ کھانا تھا اور ایک بکری کی ران تھی اور ایک کٹورا دودھ تھا میں آپ کے حکم سے تمام بنو مطلب کو بلا لایا کوئی چالیس آدمی ہوں گے سب نے کھانا پیٹ بھر کر کھایا مگر کھانا بدستور باقی رہا پھر دودھ

---

[1] طبری ص ۲، ج ملخصًا

پیا مگر دودھ بھی بدستور باقی رہا۔ آپ کو بولنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ ابولہب بولا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادو کر دیا ہے اور سب کو منتشر کر دیا لہ

دعوت اور مخالفت کا دوسرا مرحلہ

مذکورہ سطور میں دعوت اور مخالفت کا پہلا مرحلہ ذکر کیا جاچکا ہے

مسلمان بھی اپنی دعوت پر قائم رہے اور حضور ؐ اور آپ کے صحابہ رضؓ آہستہ آہستہ لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور سعید روحیں اسلام میں داخل ہوتی رہیں کافروں کی طرف سے نماز پڑھنے، قرآن پاک آواز سے پڑھنے پر برابر تعارض ہوتا تھا غالباً یہی مرحلہ ہے کہ حضرت بلال حبشی رضؓ، حضرت عمار بن یاسر رضؓ، حضرت خباب بن ارتؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت ابو فکیہ رضؓ وغیرہ غلاموں کو بے یار و مددگار جان کر اذیت دی جاتی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضؓ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر آیا اور مسجد حرام میں زور زور سے قرآن پاک پڑھا اور وہاں سے پڑھتا ہوا واپس ہوا راستہ میں مشرکین قریش نے روکاوٹ ڈالی اور مجھے اتنا مارا کہ میرا چہرہ متورم ہوگیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضؓ بھی اسی زمانہ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے:۔

کان یتعبد قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم[۲] — حضور ؐ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ عبادت کیا کرتے تھے۔

حضور ؐ کی بعثت کی خبر سنکر مکہ معظمہ آئے اور مسلمان ہوگئے اور اپنے ایمان کا اعلان کیا اس پر مشرکین نے ان کو سخت زدوکوب کیا، ان واقعات سے ثابت ہے کہ حضور کی اعلانیہ دعوت کی اطلاعات اردگرد پہونچ رہی تھیں اور بتدریج مسلمانوں کا حلقہ وسیع ہو رہا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ ابن جریر ص۲۷ ج ۱ ۲ لہ تنسیق النظام

اور مسلمانوں کو مسجد حرام میں نماز سے روکا جاتا تھا اور اگر مسلمان ہمت کر کے عبادت کرتے تو ستایا جاتا تھا سورۂ اقرأ کی آخری آیات (جن کا نزول بعد میں ہوا ہے) یہ ہیں

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا — آپ اس کو تو دیکھئے جو بندۂ خدا

اِذَا صَلّٰی — کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ ابوجہل نے لوگوں سے کہا اگر اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں آکر نماز پڑھی تو میں ان کی گردن پر پیر رکھدونگا۔ چنانچہ ایک دن اس نے حضورؐ کو نماز پڑھتے دیکھا اور ارادۂ بد سے آگے بڑھا اور پھر فوراً ہی پیچھے ہٹنا شروع کیا لوگوں نے دریافت کیا ابوالحکم! کیا بات ہے؟ بولا میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان آگ کی خندق ہے میں اگر ذرا بھی بڑھ جاتا تو اس میں گر پڑتا۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا اگر میں نے محمد کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو گردن پر پیر رکھ دونگا۔ جب حضورؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اگر اس نے ایسا کیا تو فرشتے اس کو اعلانیہ پکڑ لینگے۔ [1]

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سجدہ کی حالت میں آپ کی گردن پر اوجھ لاکر ڈال دینے اور گلے میں کپڑا ڈال کر اینٹھنے کے واقعات اسی زمانہ کے ہیں ان واقعات کے بعد حضرت حمزہ رضؓ مسلمان ہوگئے تھے۔

ان واقعات سے یہ ثابت ہے کہ دعوت صرف زبان ہی سے نہیں دی جاتی بلکہ داعی اگر اپنی دعوت پر عملاً استقامت دکھلاتا ہے تو یہ طریقہ دعوت زیادہ موثر ہوتا ہے ہم نے اپنے زمانے میں بہت دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے صرف زبانی دعوت پر اکتفا نہیں بلکہ عملاً اس پر استقامت دکھلاتے رہے

---

[1] تفسیر ابن کثیر از بخاری۔ ترمذی۔ نسائی وغیرہ

وہ باوجود شدید مخالفتوں کے اپنے حلقہ اثر کو وسیع تر کرتے گئے بالآخر مخالفین بہت زیادہ کمزور اور ذلیل ہوئے اور دعوت دینے والے مستحکم ہوتے چلے گئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کا داعی ہونا بہت ضروری ہے اگر وہ اس مقام سے ہٹ گئے تو غیر اختیاری طور پر وہ خود بخود دوسروں کے مدعو ہو جائیں گے اور کمزور پڑ جائینگے ہم اس قول کی صداقت آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ہم داعی حضرات کی قوت کو بھی دیکھتے ہیں اور مدعو حضرات کی ذلت اور کمزوری سے بھی واقف ہیں۔

مشرکین کا مشورہ ہماری دی ہوئی فہرست پر اگر غور کیا جائے تو سورۂ المدثر کے نزول کے بعد کثرت اور تسلسل کے ساتھ قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا قصار مفصل کی تقریباً سب سورتیں اسی زمانہ میں نازل ہوئیں [1] جس قدر قرآن پاک نازل ہوتا مسلمان اس کو پڑھتے مشرکین کو بھی روزانہ نئے نئے مضامین پر مشتمل سورتیں سننے کو ملتیں جن کو سن کر سعید روحیں مسلمان ہو جاتیں اور مشرکین کو اعتراضات سوجھتے جس پر حضور ؐ کو ملال ہوتا مشرکین کے اعتراضات کے جوابات بتوں کی مذمت، کفر و شرک کی مذمت، دوزخ، جنت، موت اور آخرت کے بارے میں بہت سی چیزوں کا ذکر ان سورتوں میں ملتا ہے مشرکین نے ایک دفعہ بہت بڑا مشورہ کیا کہ حضور ؐ کی دعوت کو کس طرح غیر موثر بنایا جائے۔ کسی نے کہا یہ مشہور کرنا چاہیئے یہ کاہن ہیں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا یہ اعتراض بھی نہ چل سکے گا۔ کسی نے کہا یہ مشہور کرنا چاہیئے کہ یہ جادوگر ہے ولید بن مغیرہ نے کہا یہ بات بھی نہ چل سکے گی۔ کسی نے کہا یہ مشہور کرنا چاہیئے کہ یہ پاگل ہے ولید بن مغیرہ نے کہا یہ بات بھی نہ چل سکے گا پھر خود ہی مشورہ

---

[1] رواہ ابن مسعود رضؓ۔ اتقان ص۱۸ ج ۱

ہم سب کو یہ کہنا چاہیئے کہ یہ شخص ایسا جادوگر ہے اور اس کا کلام ایسا ہے کہ جس سے خاندانوں میں انتشار ہوگیا ہے دوستوں میں دشمنی ہوگئی ہے اور رشتہ داریاں منقطع ہوگئیں ہیں چنانچہ یہی بات چلائی گئی۔

خیال یہ ہے کہ حضورؐ کو جب اعلانیہ دعوت کا حکم دیا گیا اور جب پہلا موسم حج آیا تو آپؐ نے قبائل پر دعوت پیش کی اور پھر تا قیام مکہ ہر سال موسم حج میں برابر دعوت پیش کرتے رہے ابولہب برابر مذکورہ مشورہ کے تحت آپ کی دعوت کے پیچھے پیچھے برابر تردید کرتا رہا اسی دور میں آپ کی صاحبزادیوں (حضرت رقیہ رضؓ حضرت ام کلثوم رضؓ) کو طلاقیں دلائی گئیں اسی دور میں حضرت حمزہ مسلمان ہوئے اس پس منظر کو دیکھیئے اور پھر اس دور کی سورتوں کو بغور پڑھیئے تو قرآن اور سیرت کو سمجھنے میں بہت بڑی بصیرت حاصل ہوگی۔

جاہلیت کے سرغنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت کی یہ تحریک مشرکین مکہ کے جو سرغنے چلا رہے تھے علامہ واقدی نے ان کے یہ نام شمار کرائے ہیں

۱۔ ابوجہل بن ہشام	۲۔ ابولہب بن عبدالمطلب
۳۔ اسود بن عبدلغوث	۴۔ حارث بن قیس۔ ماں کا نام غیطلہ
۵۔ ولید بن المغیرہ	۶۔ امیّہ
۷۔ ابی بن خلف	۸۔ ابوقیس بن خاکہہ
۹۔ عاص بن وائل سہمی	۱۰۔ نضر بن الحارث
۱۱۔ منبہ بن الحجاج	۱۲۔ زہیر بن ابی امیہ
۱۳۔ سائب بن صیفی بن عابد	۱۴۔ اسود بن عبدالاسد
۱۵۔ عاص بن سعید بن العاص	۱۶۔ عاص بن ہاشم
۱۷۔ عقبہ بن ابی المعیط	۱۸۔ ابن الاصدی ہزلی

۱۹- حکم بن ابی العاص ۲۰- عدی بن الحمراء

یہ سب لوگ دشمنی میں قریش کے ہمسایہ تھے۔ دشمنی میں یہ لوگ سب سے زیادہ شدید تھے ان میں یہ لوگ بھی شامل ہیں

۲۱- عتبہ بن ربیعہ ۲۲- عتیبہ

۲۳- شیبہ بن ربیعہ ۲۴- ابوسفیان بن حرب

یہ لوگ مخالف ضرور تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدکلامی اور بدگوئی سے پیش نہیں آتے ان لوگوں میں سے صرف دو حضرات حکم بن ابی العاص رضؓ اور ابوسفیان بن حرب مسلمان ہوئے بقیہ سب کا حالت کفر میں انتقال ہوا[1]۔ یہ چیز بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے تھے (سوائے چند غلاموں کے) ان کے اور مذکورہ کافروں کے ساتھ رشتہ داری کے تعلقات تھے علامہ واقدی نے تحریر فرمایا ہے کہ دشمنی کے علاوہ قریش مسلمانوں سے نفرت بھی کرتے تھے مسلمانوں سے تعلق رکھنا معیوب تھا اسی عیب کی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں (رقیہ رضؓ اور ام کلثوم رضؓ) کو طلاق دی گئی تھی[2] ابوطالب کو کافروں نے ہمیشہ یہی طعنہ دیا اور ان کو اسلام سے باز رکھا کہ اسلام ان کے لئے معیوب اور قومی وقار کے خلاف ہے

ترک وطن

ترک وطن آدمی اسی وقت کرتا ہے کہ جب حالات برداشت سے باہر ہو جائیں چنانچہ ہجرت حبشہ اولیٰ اور ثانیہ ان ہی حالات کا پتہ دیتی ہے یہ ہی نہیں کہ ہجرت کرنے والے حضرات کسی پسماندہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان میں سے بہت سے حضرات اشراف قریش میں سے بھی تھے لیکن حالات اتنے نازک تھے کہ ان حضرات نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کو ترجیح دی۔

---

[1] طبقات کبیر ص۲۰۲ ج ۱ [2] ایضاً

پہلی ہجرت کے چند روز بعد سورۃ النجم کی مسجد حرام میں تلاوت اور آیت سجدہ پر قریش کے سجدہ کا واقعہ پیش آگیا اس خوش کن اطلاع کو سنکر سب مہاجرین تو نہیں البتہ کچھ واپس ہو گئے اور مکہ میں پہونچ کر جب رنگ دیگر دیکھا تو دوسری مرتبہ ۸۳ مسلمان ہجرت کر گئے (جیسا کہ گذر چکا ہے) حبشہ میں جب تک مہاجرین رہے نہایت اعزاز اور اکرام کے ساتھ رہے یہاں مسلمانوں کے امیر حضرت جعفرؓ تھے۔ انہوں نے ہی نجاشی کے سوالات کے جوابات دئے تھے اور انہوں نے ہی سورۃ طٰہٰ پڑھ کر سنائی تھی (تفصیل آئے گی)

احکامات اور تعلیمات

نماز جب سے بھی دنیا میں کفر اور ایمان کا سلسلہ شروع ہوا ہے ہمیشہ خدائے تعالےٰ پر ایمان لانے کے بعد ثبوتِ ایمان کے لئے نماز ایمانی اور اسلامی زندگی کے لئے جزو لاینفک کی حیثیت میں رہی ہے غالباً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا واضح تر مطلب یہی ہے

الفرق بین الکفر والاسلام الصلوٰۃ — کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔

چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام کے یہاں عملاً اور تعلیماً نماز (الصلوٰۃ) پائی جاتی ہے زمانہ جاہلیت کی تاریخ اور شعراء عرب کے کلام میں موحدین کی تعریف میں جو اشعار ملتے ہیں ان میں الصلوٰۃ کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ تاریخ جاہلیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ "الصلوٰۃ" صرف خدا ہی کی عبادت کے لئے بولا جاتا تھا بتوں کی عبادت کے لئے دوسرے طریقے تھے مثلاً طواف کرنا وغیرہ[1]۔ بتوں کے سامنے گردن جھکانا مراقب ہونا جس کو قرآن پاک نے عکوف قرار دیا ہے[2] بتوں پر نذرانے چڑھاوے، قربانی ان کے سامنے سر رکھ دینا، ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ جانا اور بہت سے طریقے تھے لیکن "الصلوٰۃ" کا لفظ ہمیشہ خدائے بزرگ و برتر کی عبادت ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضا اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے:-

اے بھائی! میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے سے تین سال پہلے سے نماز پڑھا کرتا تھا دریافت کیا کس کی نماز

---

[1] مزارات کا طواف کرنا بالکل اسی درجہ میں شرک ہے درمختار [2] مزارات پر مراقب ہونا اور گردن جھکانا اس کے بارے میں قرآنی روشنی میں سمجھدار لوگ خود ہی فیصلہ کریں تو بہتر ہے

پڑھتے تھے۔ فرمایا خدا کی اور پھر دریافت کیا کس طرف کو رُخ کرتے تھے فرمایا جدھر بھی خدا منہ کرا دیتا تھا میں عشار سے نماز پڑھنا شروع کرتا اور جب آخری رات ہوتی تو سو جاتا تھا یہاں تک کہ سورج بلند ہو جاتا تھا [1]

نماز میں رکوع و سجدہ

پہلی وحی سورۂ اقرا کی پانچ آیات کے بعد جو آیات نازل ہوئیں ہیں وہ سورۂ المدثر کے بعد اور زمانہ فترۃ وحی کے بعد نازل ہوئی ہیں[2] ان میں مذکور ہے

اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی — آپ دیکھتے نہیں وہ (بدبخت) ایک بندۂ خدا کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ (اقرا)

پس منظر اور تاریخی حالات میں روایات مذکور ہو چکی ہیں کہ مشرکین نے سجدہ کی حالت میں آپ پر اونٹ کا اوجھڑ لا کر ڈال دیا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز میں رکوع و سجدہ روز اول ہی سے اس کا جزو ہے۔

نماز میں قرأت قرآن

سورۂ المزمل جس کا نزول زمانہ فترۃ الوحی کے بعد ہوا ہے اس میں موجود ہے

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ — جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو!

ہم مستثنیات میں ابن کثیر کا قول ان آیات کے بارے میں نقل کر چکے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں اسلامی دعوت کے طریقہ میں نماز کی ادائیگی اور قرآن پاک کی تلاوت داخل تھی اور یہ عملی دعوت تھی دعوت کا یہ عملی طریقہ اس زمانہ میں بھی اور ہر زمانہ میں نہایت موثر ثابت ہوتا ہے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس طریقہ کو نہایت موثر اور مفید طریقہ قرار دیا ہے[3]۔ نماز میں قرأت

---

[1] رواہ احمد [2] تفسیر کبیر صفحہ ۶۲۲ جلد آخری

[3] تفسیر کبیر صفحہ ۶۲۴ جلد آخری

قرآن پاک کی تائید اس روایت سے بھی ہو رہی ہے کہ جس کو حضرت عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں نے حضور کو مسجد حرام میں سورۃ الحاقہ کی قرأت فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا نقل کیا ہے فرماتے ہیں ؛۔

اسلام لانے سے پہلے میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے کے لئے گھر سے نکلا مگر آپ مجھ سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو چکے تھے میں پہونچا تو آپ نماز میں سورۃ الحاقہ پڑھ رہے تھے میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور سننے لگا قرآن کی شان کلام پر میں حیران ہو رہا تھا کہ میرے دل میں یکایک خیال آیا کہ یہ شخص ضرور شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں تو فوراً ہی یہ کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوئے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ	یہ ایک رسول کریم کا قول ہے
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا	کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم لوگ
مَا تُؤْمِنُوْنَ (الحاقہ)	کم ہی ایمان لاتے ہو۔

میرے دل میں خیال ہوا کہ شاعر نہیں تو کاہن ہے تو پھر یہ کلمات جاری ہوئے

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا	اور نہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ
مَّا تَذَكَّرُوْنَ (الحاقہ)	کم غور کرتے ہو۔

یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے یہ سنکر اسلام میرے دل میں گھرا اتر گیا[1]

اس روایت سے یہ ثابت ہے کہ قرآن پاک نماز میں پڑھا جاتا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض خواص صحابہ رضؓ اسکو اعلانیہ پڑھتے تھے کیونکہ

---

[1] مسند امام احمد واضح رہے اسی قرینہ کی وجہ سے ہم نے اس سورت کو حضرت عمر رضؓ کے اسلام سے قبل لکھا ہے حضرت عمر رضؓ کا اسلام ۶ نبوی کا ہے۔

اعلانیہ دعوت کا حکم ہو چکا تھا اس جگہ ایک اعتراض باقی رہتا ہے وہ یہ کہ روایات سے ثابت ہے کہ دن کی نمازوں میں مسلمان جہراً قرآن پاک نہیں پڑھتے تھے تو جواب اس کا یہ ہے کہ غالباً یہ رات کی نماز کا واقعہ ہے

نماز باجماعت اور تہجد

سورۃ المزمل جو زمانہ فترۃ الوحی کے بعد ابتدائی دور کی سورت ہے جس کا سن نزول تقریباً ذکر کر دیا گیا ہے اس میں مذکور ہے

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ	اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ
إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ	رات کو مگر کم آدھی رات یا اس سے
مِنْهُ قَلِيلًا إِنَّا سَنُلْقِي	کم تھوڑا سا اس پر زیادہ کر اور
إِلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا إِنَّ	قرآن کو کھول کھول کر صاف پڑھ
نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ	ہم آپ پر ایک بھاری کلام اتارنے
وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا إِنَّ لَكَ	والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا
فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا	سخت بار ہے اور بہت کارگر ہے
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ	آپ کو دن میں بہت مشغولیت رہتی
إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (المزمل)	ہے یاد کر نام اپنے رب کا اور
	چھوٹ کر چلا آ اسی کی طرف۔ (شیخ الہند)

اس سورت کا دوسرا حصہ یہ ہے :-

۲- إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ	آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کبھی
أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَ	⅔ رات سے کم اور آدھا یا ایک
نِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ	تہائی کھڑے ہوتے ہو اور ایک
مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ (المزمل آخر تک)	جماعت آپ کے ساتھ ہوتی ہے

اس کے بعد سورۂ دہر جس کو ہم نے اختلافیات کے تحت ذکر کرنے کے بعد مختلف قرائن اور شواہد کی وجہ سے مکی اور سنہ نبوی کی قرار دیا ہے اس میں ہے :-

۳ - وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً — اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو
وَّ اَصِيْلًا وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ — اور رات کو بھی اس کو سجدہ کرو، اور
لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (الدھر) — رات کو بہت اس کی تسبیح کرو

ان سورتوں کے بارے میں گذشتہ کلام کا اعادہ تو مناسب نہیں ہے اور مفسرین نے جو کلام کیا ہے اس کو آئندہ ذکر کیا جائیگا۔ سورۂ المزمل ۲۰ سے نماز میں جماعت کا مفہوم واضح ہے "مِنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ" سے مومنین صحابہ رض مراد ہیں وہ آپ کے ساتھ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے[1] حافظ ابن کثیر نے ان حضرات کے قول کی تردید کی ہے کہ جنہوں نے ان آیات کو مدنی قرار دیا ہے (جیسا کہ مستثنیات) میں ذکر کیا جا چکا ہے) امام فخر الدین رازی نے حضرت ابن عباس رض کی روایت ذکر کی ہے

اس سورت کا اول حصہ (یعنی وجوب یا فرضیت تہجد) مکہ میں ابتدائے اسلام میں تھی سال بھر کے بعد دوسرے حصہ سے اس کا وجوب ختم ہو گیا[2]

اس روایت سے اس قدر تو ضرور ثابت ہے کہ سورۂ المزمل کا دوسرا حصہ بھی مکی ہے اور تہجد میں تخفیف سال بھر کے بعد ہوئی ہے یعنی ہمارے .... حساب سے ۴ نبوی میں ایک دوسری روایت ابن جریر نے روایت کی ہے جس کی سند کو حذف کر دیا ہے اس کی حیثیت کچھ بھی ہو اس وقت بحث تاریخی اعتبار سے ہے اس لئے مورخ کی بات کو مان لینے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے جبکہ شریعت کی کسی بات سے کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ کسی نص کی مخالفت لازم آتی ہے بیان فرماتے ہیں۔

عفیف سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں میں ایک مرتبہ مکہ آیا اور عباس بن عبد المطلب رض کے یہاں مہمان ٹھیرا جب آفتاب طلوع ہو کر آسمان پر پھیل گیا میں کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان شخص وہاں

---

[1] مظہری ص ۱۱۵ ج ۱۰ [2] تفسیر کبیر جلد آخری ص ۳۳۳

آیا اس نے آسمان کو دیکھا پھر کعبہ کی سمت بڑھ کر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا فوراً ہی ایک لڑکا اس کی داہنی سمت آکر اسی طرح کھڑا ہوگیا اس کے بعد ایک عورت آکر ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگئی اس جوان نے رکوع کیا تو عورت اور لڑکے نے بھی رکوع کیا، جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے بھی سر اٹھایا پھر وہ سجدہ میں گیا تو وہ دونوں بھی سجدے میں گئے۔ میں نے عباس رض سے کہا یہ تو بڑی اہم بات ہے کہ ایسا ہو رہا ہے۔ کہا بیشک! جانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے اور لڑکا علی بن ابی طالب میرا بھتیجا ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد ہیں [1]

اگر کوئی اس روایت پر کلام کرے تو ہمیں شکایت نہ ہوگی بات صرف اس قدر ہے کہ اسلام میں جماعت اور اجتماعیت کا مفہوم روزِ اول سے رہا ہے جماعت اور امامت کے موجودہ شرعی اصول کے ساتھ اگر اس وقت انکار کیا جائے اور کہا جائے کہ یہ چیز لیلۃ الاسراء کے بعد سامنے آئی لیکن نفس اجتماعیت اور معیت سے انکار ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے اس نقطہ نظر کی تائید حضرت عائشہ رض کے ارشاد سے ہوتی ہے فرماتی ہیں:

اس سورۃ کے نزول پر حضور پر قیام فرض تھا اور صحابہ رض کی ایک جماعت آپ کے ساتھ ہوتی تھی [2]

نمازِ تہجد اس وقت فرض تھی یا واجب؟ تمام پر واجب تھی یا صرف حضور پر؟ مفسرین نے اس پر بہت زیادہ تفصیلی کلام کیا ہے امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں نہایت مبسوط اور مدلل تقریر فرمائی ہے زیادہ مناسب اور عمدہ توجیہ وہی ہے کہ ابتدائے تہجد کی نماز سب پر واجب تھی اور بعد میں صرف

---

[1] ابن جریر ص۔ ج ا حصہ ۳ [2] مظہری ص۱۰۳ ج ۱۰

حضورؐ پر واجب رہی اور امتیوں کے حق میں سنت موکدہ ہے سورۃ المزمل کے دوسرے حصہ کی آیات کے مضمون کی تائید سورۃ الدہر کی آیات (۲۷) سے بھی ہو رہی ہے

ابتدائے نزول وحی کے فوراً بعد نماز اور ذکر کی تاکید اور رات میں تہجد کی اہمیت کو قرآن پاک نے خود ہی بیان کر دیا ہے یعنی "رات کا اٹھنا سخت بار ہے اور وہ بہت کارگر ہے" اور اس کے لئے داعی کو ضرورت بھی ہوتی ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے خود ہی بیان فرما دیا ہے۔ دن میں آپ کو بہت مشغولیت رہتی ہے۔ سبحاً طویلاً کا جو ترجمہ مفسرین نے کیا ہے وہ اگرچہ بہت جامع اور بہت خوب ہے لیکن سبحاً طویلاً کی حقیقی تفسیر اور جامعیت کے ساتھ صاحب تفسیر مظہری نے کی ہے یعنی بہت زیادہ رواں دواں رہنا اور بہت زیادہ جلدی پھرت کرنا گویا آدمی پانی پر تیر رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ المدثر میں قُمْ فَاَنْذِرْ اور آیت مبارکہ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْن یعنی علانیہ دعوت کے لئے آپ کس قدر کوشاں رہتے تھے اس دعوت میں قوت پیدا کرنے کے لئے رات کو رجوع الی اللہ ضروری ہے چنانچہ شروع سورت سے اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ جو لوگ دن کو تو دعوت کی باتیں کرتے ہیں لیکن رات کو غیر حاضر رہتے ہیں ان کی دعوت ہرگز موثر نہیں ہو سکتی اور وہ منصب دعوت کے حق کی ادائیگی میں یقیناً کوتاہی کرتے ہیں" خلاصہ کلام اس قدر ہے کہ ابتدائے اسلام میں نماز ہے اور تہجد کی نماز بھی ہے اور جماعت کے ساتھ بھی نماز پڑھنا ثابت ہے اس بحث کے بقیہ اجزاء نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ اور تہجد کی نماز بلاجماعت کے اور اوقات صلوٰۃ اور تہجد ان کو ہم مکی سورتوں کے دور ثالث میں ذکر کرینگے۔

لہ مظہری ص۱۰۸ ج ۱۰

پاکی اور طہارت کا حکم

یوں تو سورۃ المدثر کے شروع میں ارشاد فرمایا ہے

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ — اور اپنے کپڑے پاک رکھیئے!

امام فخر الدین رازی اور دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بہت تفصیل سے کلام کیا ہے اور طہارت سے مختلف قسم کی طہارتیں مراد لی ہیں بقدر مشترک نفس طہارت کا حکم ثابت ہے لیکن ہمارا مقصود حکم نماز اور قرآن پاک کے لئے یا جن چیزوں کے طہارت ضروری ہے اس کی تاریخی حیثیت سے گفتگو کرنا ہے۔

یوں تو حضرت شاہ ولی اللہ رح نے تحریر فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وضو اور غسل کا معاملہ ملتا ہے ہوسکتا ہے کہ جو لوگ اس زمانہ میں حنیف تھے وہ اس کا اہتمام کرتے ہوں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رض نماز کی ادائیگی کے لئے وضو اور غسل کا اہتمام ضرور کرتے تھے قرآن پاک اور نماز کے تقدس کا تقاضہ یہی ہے طہارت کی تاریخی حیثیت حضرت عمر رض کے اسلام لانے کے زمانہ سے بہت واضح طور پر سامنے آتی ہے حضرت عمر رض خود ہی روایت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن سے کہا یہ صحیفہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا آپ اس سے علیحدہ رہیں کیونکہ

فانك لا تغتسل من	آپ غسل جنابت نہیں کرتے ہیں
الجنابة ولا تستطهر و	اور پاکی کا اہتمام نہیں رکھتے ہیں
هذا لا يمسه الا	اور یہ قرآن ہے! اسکو پاک
المطهرون [1]	ہی چھو سکتے ہیں۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عمر رض کی بہن نے اپنے ......

[1] مسند امام احمد و بزار روایت کا خط کشیدہ جملہ قرآن پاک میں سورۃ واقعہ کی آیت ہے اس روایت کو دار قطنی نے بسند متصل حضرت انس رض سے بھی روایت کیا ہے۔ اکلیل ص۲۳ ج ۲

بھائی کے لئے فرمایا اور استدلال میں سورۂ واقعہ کی آیت پیش کردی۔
اس سے قرآن پاک چھونے کے لئے پاکی کا حکم ثابت ہے اور یہیں سے نماز
کے لئے بھی اس کا اہتمام مترشح ہے۔

یہ آیت سورۂ واقعہ کی ہے اور حضرت ابن عباس رضؓ نے ترتیب نزول میں سورۂ
واقعہ کا نزول سورۂ طٰہٰ کے بعد بیان فرمایا ہے[1]۔ اور حضرت عمر رضؓ کے واقعہ اسلام میں مذکور
ہے کہ ان کی بہن اور بہنوئی اس وقت سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے اور حضرت
عمر رضؓ کا اسلام ہجرت حبشہ کے بعد ہے اور ہجرت حبشہ میں نجاشی کے دربار
میں حضرت جعفر رضؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت فرمائی تھی اور ہجرت حبشہ ۵ھ
نبوی میں ہوئی اور حضرت عمر رضؓ کا اسلام ۶ھ نبوی میں اس طرح سورۂ واقعہ
سورۂ طٰہٰ کے بعد نازل ہوئی گویا اس کا زمانہ نزول ۴ھ یا ۵ھ نبوی ہے

مفسرین نے سورۂ واقعہ کی مذکورہ آیت کی دو طرح پر تفسیر کی ایک طرح
تو یہ کہ لَا یَمَسُّہٗ کے لَا کو نفی کے لئے اور اس کی ضمیر کو کِتَابٌ مَّکْنُوْن کی طرف
(قرب کی وجہ سے) راجع کیا ہے اس طرح یہ صفت کتاب مکنون کی ہے اور
اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے بارے میں خبر دی ہے کہ لوح محفوظ کو وہ گروہ مقدس
ہی چھو سکتا ہے اور کوئی نہیں اس تفسیر کے مطابق سیاق کلام اور ظاہر نص
سے قرآن پاک کی عظمت ثابت کرنا اور مشرکین کے اعتراض کا رد مقصود
ہے وہ جو کہا کرتے تھے کہ قرآن پاک کچھ نہیں ایک کاہن کا یا جادوگر کا قول ہے
اور بس۔

دوسری تفسیر اس طرح ہے کہ لا بمعنی نہی ہے اس طرح خبر بمعنی انشاء ہے
اور لایمسہ کی ضمیر کا مرجع قرآن پاک ہے اور یہ جملہ اس کی صفت ہے اس
طرح یہ حکم انسانوں کے لئے ہے کہ اسکو پاک لوگ ہی چھوئیں جو ناپاک ہیں (غسل
جنابت) یا بے وضو ہیں وہ ہرگز نہ چھوئیں، اکثر مفسرین نے استنباط مسائل

[1] اتقان از بیہقی دلائل النبوۃ

کے لئے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے[1] حضرت ابن مسعود رضؓ، سعد بن وقاص رضؓ حضرت سعید بن زید رضؓ، حضرت علی رضؓ، عطاءؒ، زہریؒ، نخعیؒ، الحکمؒ، حماد رحؒ کا یہی قول ہے۔[1]

اس وقت غسل کا کیا طریقہ تھا؟ وہ تو ظاہر ہے اور عام ہے وضو کا کیا طریقہ تھا یہ چیز سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقرار کی تفسیر میں مفسرین نے بیان کی ہے کہ حضرت جبرئیل ؑ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو وضو کرنا سکھلایا (ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر، اتقان)

مسئلہ مندرجہ بالا میں جتنا تفصیلی کلام صاحب تفسیر اکلیل نے کیا ہے میری نظر سے اتنا تفصیلی کلام کسی دوسرے مفسر نے نہیں کیا ہے انہوں نے مسئلہ ہذا پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے وہیں سے مندرجہ ذیل اقتباس لیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک میں قرآن پاک لے جانے کو منع فرمایا ہے (تاکہ دشمن کے ہاتھ میں قرآن پاک نہ پہونچ جائے)

۲۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حمزہ کو ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا کہ قرآن پاک کو طہارت ہی کی حالت میں چھوا جائے اس کو ابوداؤد نے زہری کے مراسیل میں شمار کیا ہے اور سند کے اعتبار سے جید قرار دیا ہے۔

۳۔ طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن پاک کو پاک ہی لوگ چھوئیں (یعنی ناپاکی کی حالت میں نہ چھوا جائے)

اس جگہ پاکی اور طہارت کے مسائل کی تاریخی حیثیت کو ذکر کر دیا ہے

---

[1] مظہری تفسیر سورۂ واقعہ مدارک و اکلیل ص ۶۹ ج ۷ ۵۲ اکلیل ص ۶۹ ج ۷

پاکی اور طہارت، وضو اور غسل کے قاعدے مدنی سورتوں کے ذریعہ علوم ہوئے ہیں اس لئے ان حد بندیوں کا ذکر وہیں کیا جائیگا۔

فرضیت زکوٰۃ | اسلام میں زکوٰۃ کی فرضیت کب سے ہوئی اور ابتدائے اسلام میں اس کی کیا حیثیت تھی؟ اس جگہ اسی موضوع کے اعتبار سے کلام کیا جا رہا ہے۔ قرآن پاک میں سورۂ المدثر میں مذکور ہے

۱۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ	کہینگے ہم نہ نماز پڑھتے تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

اس آیت میں دوزخیوں کے بارے میں ذکر ہے کہ وہ اپنے اس انجام بد کیوجہ بتلا رہے ہیں

۲۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (المزمل)	نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو

حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا ہے کہ قرض حسن سے مراد علاوہ زکوٰۃ ہے مثلاً صلہ رحمی، اکرام ضیف اور انواع طاعات میں صرف کرنا ہے [۱]

۳۔ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (السجدہ)	مشرکین کی تباہی ہو جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔
۴۔ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (روم)	ہدایت ہے اور بشارت ہے مومنین کیلئے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

---

[۱] مظہری ص۱۲۳ ج ۱۰

۵ ۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (الليل)

اور بچا دینگے ہم اس سے بڑے ڈرنے والے کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کے لئے

جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رض کے بارے میں نازل ہوئی ہے

۶ ۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (البلد)

اور آپ جانتے ہیں وہ گھاٹی کیا ہے آزاد کرنا گردن کا یا کھانا کھلانا بھوک کے دن میں یتیم کو جو قرابت والا ہے

۷ ۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى

وہ کامیاب ہوا جس نے زکوۃ دی اور خدا کو یاد کیا پس نماز پڑھی

یہ تمام آیات (اور دیگر آیات جو ہم سے رہ گئی ہیں) مکی سورتوں کی آیات ہیں مفسرین حضرات نے ان کی تفسیر کے بارے میں مختلف باتیں بیان کی ہیں

ا ۔ تفسیر کبیر اور تفسیر اکلیل میں سورۃ المزمل کی ان آیات کے بارے میں ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ آیات اس قبیل سے ہیں کہ ان کا نزول حکم سے مقدم ہے [1]

ب ۔ امام فخر الدین رازی نے دو متضاد باتیں بیان کر دی ہیں کہ زکوۃ سے مراد زکوٰۃ مفروضہ نہیں ہے بلکہ زکوۃ الفطر مراد ہے [2] اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو زکوۃ الفطر بھی مکہ میں واجب نہیں ہوئی

ج ۔ یہ آیات مدنی ہیں [3]

د ۔ آیت نمبر سات کے بارے میں فرمایا ہے یہاں تزکّٰی سے مراد زکوٰۃ الفطر ہے اور فصلّٰی سے مراد صلوۃ الفطر ہے یہ قول ابو العالیہ اور ابن سیرین کا ہے لیکن اس قول کو نقل کر کے مفسر نے خود ہی فرما دیا ہے کہ معلوم نہیں یہ

---

[1] اکلیل ص ۱۷۷ [2] تفسیر کبیر ص ۳۴۶ جلد آخری [3] ایضاً تفسیر کبیر۔

کیسے ہے جبکہ یہ سورت مکی ہے اور وہاں نہ عید کی نماز تھی اور نہ صدقۃ الفطر تھا لہ
ص - حافظ ابن کثیر نے فرما دیا ہے کہ سورۃ المزمل بتمامہ مکی ہے۔

اگر نقل اقوال کو جگہ دی جائے تو پھر ہماری کتاب ان کے لئے بہت ہی ناکافی ہوگی ہم مفسرین حضرات کی علمی کاوشوں کی قدر کرتے ہیں لیکن تفسیر کی کم کتابیں ایسی ہیں جن میں نقل اقوال کے بعد فیصلہ کن کلام ہے اس باب میں حافظ ابن کثیر اور صاحب تفسیر روح المعانی تفسیر کے طالب علم کے لئے بہت بڑی رہنمائی کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے زکوٰۃ کے متعلق ان تمام مکی آیات کا فیصلہ کر دیا ہے جن میں مفسرین حضرات نے صرف نقل اقوال ہی پر اکتفا کیا ہے فرماتے ہیں

> فرضیت زکوٰۃ مکہ میں ہو چکی تھی لیکن نصاب زکوٰۃ اور مقدار مخرج یہ مدینہ میں ہوا ہے واللہ اعلم ؎۲

علامہ ابن کثیر کی اس عبارت سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اقتباس از حجۃ اللہ البالغہ کی تائید ہو رہی ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے

> ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں زکوٰۃ بھی تھی۔ اسی زکوٰۃ میں مہمان نوازی مسافر نوازی، عیال پروری، مساکین پر صدقہ اور خیرات صلہ رحمی حوادث میں امداد یہ سب زکوٰۃ میں داخل تھے حضرت خدیجہ رض نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا

فواللہ لا یخزیك اللہ	خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو پسماندہ
انك تصل الرحم وتقری	نہ کریگا کیونکہ آپ مہمان نواز ہیں اور
الضیف وتحمل الکل و	اہل کی کفالت کرتے ہیں اور قدرتی
تعین علی نوائب الحق	حوادث پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں ؎۳

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس تقریر سے قرآن پاک میں مکی سورتوں میں زکوٰۃ کی تفسیر اور اس کا مفہوم بالکل صاف ہو گیا جس کو مفسرین کی نکتہ سنجیاں صاف نہ

؎۱ مظہری ص۱۲۶ ج ۱۰ ؎۲ ابن کثیر ص۲۳۹ ج ۴ ؎۳ حجۃ اللہ البالغہ باب ص۱۰۲

کرسکیں تھی اور تاویلات نے جس کو الجھا دیا تھا ہمارے مشائخ میں سے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رح کا ارشاد حسن العزیز میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح نے نقل کیا ہے

قرآن پاک کا صحیح مفہوم وہی ہے جس کو ایک سلیم الطبع اہل لسان آسانی سے سمجھ جائے اور بیان کر دے (او کما قال)

نجاشی بادشاہ کے دربار میں حضرت جعفر رض کی تقریر میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صلہ رحمی وغیرہ کا تذکرہ ہے ایسے ہی مکی سورتوں کی غیر مستثنیٰ آیات میں نماز، زکوۃ کا تذکرہ کسی مجہول چیز کا تذکرہ نہیں ہے جبکہ دعوت بھی اپنے ابتدائی مرحلہ میں تھی اگر تاویلات اور اقوال حنفیہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو معاملہ بہت پیچیدہ ہو جائیگا اس لئے مناسب یہی کہ حضرت شاہ صاحب رح نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اور جس کی تائید حافظ ابن کثیر کے قول سے بھی ہو رہی ہے اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ زکوۃ کا ابتدائے اسلام میں ایک ایسا جامع مفہوم تھا جو انفاق فی سبیل اللہ اور صرف مال کے نیک مصرفوں کو حاوی تھا مدینہ منورہ میں اسکی قانونی اور شرعی پوزیشن اور حد بندی مقرر کر دی گئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سجدۂ تلاوت سورۂ اقرار جو دور اول کی سورتوں میں ہے اس کے آخر میں آیت سجدہ ہے

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ — سجدہ کر اور قربت حاصل کیجئے

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ جب حضور یہ آیت پڑھتے تو سجدہ کرتے۔ سجدۂ تلاوت کا یہ حکم نزول آیت ہی کے وقت سے ہے اسکی تائید سورۂ مریم اور سورۂ النجم کی آیات سجدہ سے بھی ہوتی ہے سورۂ مریم اور سورۂ النجم مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی سورتیں ہیں سورۂ النجم کے بارے میں تو متعدد احادیث ہیں کہ حضور نے سورۂ النجم کو پڑھا جب آیت سجدہ پڑھی تو کافر تک سجدہ میں گر پڑے ایسے ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے حرم شریف میں سورۂ النجم پڑھی اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا [1]

[1] بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی

تعلیمات اور دعوت

شاہ نجاشی نے حضرت جعفر رضؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا :-

آپ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں بت پرستی سے روکتے ہیں۔

پہلی وحی کے نازل ہونے کے بعد جب آپ حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس پہونچے تو انہوں نے آپ کے چند خصائل حمیدہ کا حوالہ دیا۔

خدا کی قسم اللہ تعالےٰ آپکو پسماندہ نہ کریگا کیونکہ آپ اہل کی کفالت کرتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں اور غربا اور مساکین کی مصیبت میں مدد کرتے ہیں مہمان نواز ہیں۔

دور اول (از سلہ تا سلہ نبوی) کی تمام سورتوں میں ان تمام امور کی تعلیمات موجود ہیں یہ وہ زمانہ ہے کہ وحی الہٰی کی روشنی ابھی پورے عرب میں نہیں پہونچی تھی خاص مکہ مکرمہ میں بھی جہالت کی شدید تاریکی موجود تھی اس کے باوجود یہ امور اس زمانہ میں بھی پسندیدہ اور انسانیت نواز شمار کئے جاتے تھے۔

غربا پروری سورۂ المدثر میں ہے کہ جب دوزخیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دوزخ میں کیوں پہونچے تو وہ جواب دینگے۔

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ	ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ	مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے

اس آیت میں صاف ظاہر ہے کہ اسلام کے نزدیک روز اول ہی سے غربا پروری

اور مساکین نوازی کی نہایت واضح تعلیم ہے قدرت ہونے کے باوجود مساکین کو کھانا نہ کھلانا دوزخ میں جانے کا سبب ہے گویا یہ ایک بہت بڑا جرم ہے

فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ	یہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے
وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ	دیتا ہے اور مسکین کو کھانا
(سورۃ الماعون)	کھلانے پر نہیں اکساتا

یہ سورۃ مکہ کے ابتدائی دور کی سورت ہے روایات میں مذکور ہے کہ ان آیتوں میں ابوجہل یا ولید بن مغیرہ کے اس برے فعل کی مذمت کی گئی ہے جو انہوں نے یتیم اور مسکین کے بارے میں اختیار کر رکھا تھا۔

مستثنیات کے تحت گذر چکا ہے۔ بعینہٖ یہی آیت یعنی وَلَا يَحُضُّ الخ سورۃ الحاقہ (جو مکہ کے ابتدائی دور کی سورت ہے) میں بھی ہے

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ	تم کیا جانو! وہ عقبہ کیا ہے؟
فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي	کسی جان کو غلامی سے آزاد کرانا
يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا	یا تنگی میں قریبی یتیم کو کھانا کھلانا
ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِينًا	یا خاک نشین مسکین کی خبر گیری
ذَا مَتْرَبَةٍ (البلد)	رکھنا ہے۔

یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی دور کی سورت ہے اس میں غربا پروری یتیم و مساکین نوازی کے علاوہ انسانیت نوازی یعنی انسان کو حق انسانیت دلانا اس کی شرافت کا اعزاز کرنا ہے غلام کو آزاد کرانا بھی ہے اور یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے

انسانی آزادی

مستشرقین کا اسلام پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام میں غلام بنا لینے کی تعلیم ہے لیکن اگر وہ تاریخی اعتبار سے غور کرتے تو کچھ اور حقائق معلوم ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں دورِ غلامی کا سلسلہ بہت قدیم ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے حالات میں اس غیر انسانی مذموم رسم کا ذکر ملتا ہے اور زمانہ جاہلیت میں تو یہ وبا عام تھی کسی کبھی شریف آدمی کو کسی بھی قبیلہ نے دور ما ندہ جان کر پکڑ لیا اور غلام بنا لیا اس خطرناک اور برے ماحول میں اسلام اور پیغمبر نے یہ تعلیم دی کہ انسانی آزادی کو تمام عبادات پر فوقیت ہے اور وہ دوزخ سے آزادی کا سبب ہے

حضرت ابوہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ حضور ص نے ارشاد فرمایا :
جس نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ سے نجات دیگا ہاتھ کے بدلے ہاتھ پیر کے بدلے پیر، شرمگاہ کے بدلہ شرمگاہ (احمد، بخاری)

امام ابوحنیفہ رح اور شعبی نے ارشاد فرمایا ہے کہ غلام کا آزاد کرنا صدقہ سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر صدقہ پر مقدم رکھا ہے [1]

حضرت امام ابوحنیفہ رح کا اس جگہ یہ مسلک قابل ذکر ہے کہ ان کے نزدیک ایسی چیز جسکی تقسیم نہ ہوسکتی ہو اس کا ہبہ جائز نہیں ہے لیکن مشترک غلام کی آزادی کو حنفی مسلک میں جائز رکھا ہے [2] یہ محض انسانیت کے اکرام کی وجہ سے ہے حنفی مسلک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی منکوحہ باندی ہو اور اس کی طلاق اور آزادی کو ایک ہی وقت اور ایک ہی چیز پر معلق رکھا ہو تو حنفی فقہ وقوع عتق (آزادی) کو طلاق پر مقدم مانتا ہے کیونکہ اصلیت کی طرف لوٹنا زیادہ سریع التاثیر ہے بمقابلہ البغض (طلاق) کے کہ وہ اتنی اتنی زیادہ سریع التاثیر نہیں ہے [3]

---

[1] حاشیہ تنسیق النظام [2] کتاب الآثار - امام محمد [3] عینی شرح ہدایہ

صبر اور مخلوق پر رحم

سورۃ البلد جو ابتدائی دور کی سورت ہے اس میں صبر اور رحم کی تعلیم موجود ہے

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ — پھر وہ لوگ ایمان لے آئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی اور تمام مخلوق پر رحم کی تلقین کرتے ہیں۔

سورہ العصر میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ — جو لوگ مومن ہوئے اور اچھے کام کئے وہ ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

یہ دونوں آیات تمام اسلامی عبادات اور اسلامی معاشرت کو حاوی ہیں بغیر صبر کے اسلامی زندگی گذارنا دشوار ہے اور بغیر رحم کے انسانیت کا مقام واضح ہونا ناممکن ہے۔ جس وقت مکہ میں مظالم ہو رہے تھے اور بے دست و پا اور بے یار و مددگار لوگ حضور کے پاس آتے اور اپنا دکھڑا بیان کرتے تو آپ ان کو حق پر قائم رہنے اور صبر سے کام لینے کی تلقین فرماتے آپ کا گذر ایکدن عمار بن یاسر پر ہوا کہ کافر ان کو سخت ایذائیں دے رہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا

اصبروا یا آل یاسر موعدکم الجنۃ — آل یاسر صبر کرو! تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

یہی حال مخلوق پر رحم کرنے کی تعلیمات کا ہے لوگ جس چیز کو اہنسا کہتے ہیں وہ شاید ان کے یہاں برائے نام ہے لیکن اسلام میں اس کی اعلےٰ ترین تعلیمات ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض — رحم کرنے والوں پر اللہ تعالےٰ رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو

يرحمكم من في السماء (ابوداؤد) آسمان والا تم پر رحم کریگا۔

خدا کا ذکر سورۃ الدہر جو مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی سورت ہے اس میں ارشاد ہے

۱۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (الدھر)
اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرا اور رات کو بھی دیر تک اس کو سجدہ کر

۲۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى (طٰہٰ)
یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد و ثنا سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب سے پہلے اور کچھ رات گئے تک کیجئے اور تسبیح بیان کیجئے دن کے دونوں طرف آپ کا رب آپ سے راضی ہو جائیگا

۳۔ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا
اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر پابند رہیے

۴۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ)
جس نے ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کی زندگی تنگ کر دینگے اور اس کا حشر قیامت میں اندھوں کی طرح ہوگا۔

۵۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ
اور نماز کو میری یاد کے لئے قائم کیجئے

اس جگہ صرف دو باتیں عرض ہیں:
قرآن پاک میں جہاں کہیں قیام عبادت اور کسی مجاہدے کا ذکر ہے وہاں

صبر کے بعد ذکر کی بھی تلقین ہے کیونکہ جب تک تائید خداوندی حاصل نہ ہو اس وقت تک صبر پر ثبات اور عبادات کے قیام پر مجاہدہ نہیں ہو سکتا اور یہ تائید خداوندی صبر اور ذکر کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے اور بس

دوسری چیز یہ ہے کہ داعی کے لئے اپنی دعوت پر عمل اور دعوت میں قوت اور تاثیر اور اخلاص پیدا کرنے کے لئے ذکر کے ذریعہ امداد حاصل کرنا ضروری ہے غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے غارِ حرا میں تحنث کو اختیار کیا اور اس کے بعد جب آپ کے سپرد کار رسالت اور دعوت ہوا اس وقت بھی آپ کا یہی طریقہ رہا۔

یاد رکھو! جو لوگ بغیر علم و ذکر کے دعوت دیتے ہیں ان کی دعوت ہمیشہ ناکام رہتی ہے۔

مکی سورتوں کا دور وسطیٰ

از ۶ نبوی تا ۱۱ نبوی

تاریخی حالات اور پس منظر

اور

احکامات

مکی سورتوں کا دورِ وسطیٰ

نمبر شمار	سورۃ	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۱	اللیل	۵ھ یا ۶ھ نبوی	انسانی زندگی کے دو رُخ نیکی اور بدی اور انکا انجام حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت پر دلالت
۲	الفجر	۶ھ نبوی	قسمیں کھا کر آخرت کی جزا اور سزا کا بیان جس کا کافر انکار کرتے تھے اور اس پر ترتیب وار دلیل
۳	الشمس	۵ھ یا ۶ھ نبوی	تقریباً سورۃ واللیل کے مشابہ
۴	البروج	۶ھ نبوی	کفار مکہ کو ظلم و ستم کا انجام دکھلا کر توبیخ اور مسلمانوں کو ایک واقعہ مخصوص یعنی اصحاب الاخدود کے ذریعہ تسلی اللہ تعالیٰ کی قہاریت کا ذکر قرآن پاک کی عظمت
۵	الکوثر	دورِ وسطیٰ کا شروع یا ۹ھ یا ۱۰ھ نبوی	حضور کو تسلی ۔ نماز اور قربانی کی تاکید
۶	القمر	۷ھ یا ۸ھ یا ۹ھ نبوی	شق القمر کا معجزہ، کافروں کی ہٹ دھرمی اور عناد پر تہدید و توبیخ، احوال آخرت قوم نوح کی تباہی کا تذکرہ، قوم عاد، ثمود، قوم لوط کا انجام خراب اور تکرار کیساتھ قرآن پاک کا مذکر ہونے کا بیان
۷	ص	۸ھ یا ۱۰ھ یا ۱۱ھ نبوی	شروع میں قرآن کی عظمت بعد میں کافروں کا غرور اور تکبر، رسول اور دعوت رسول پر کافروں کے بے تکے اعتراضات اور کافروں کی ٹھیٹھ جاہلیت پر تہدید و توبیخ ۔ انبیاء کی تکذیب کرنے والی

نمبر شمار	سورۃ	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
			قوموں کا انجام بد، حضرت داؤد اور سلیمان کا قصہ مومنین کا انجام خوشگوار اور متعدد رسولوں کے حالات بیان فرماکر حضورؐ کو تسلی اور دشمنوں کو تنبیہ و توبیخ
۸	اعراف	سنہ ۱۱ نبوی	دعوت رسالت لوگوں کو انبیاء کی پیروی کرنے کی تلقین اور انذار اور توبیخ۔ درمیان میں بنی اسرائیل کا بھی ذکر آگیا ہے آخر میں دعوت و تبلیغ کے بارے میں ہدایات اور کافروں کے اعتراضات اور ایذاؤں پر مشتعل نہ ہونے کی ہدایت
۹	الجن	سنہ ۱۰ نبوی	جنات کا قرآن پاک سن کر قبول اسلام کافروں کو شرک اختیار کرنے پر مذمت دعوت رسول پر کافروں کی معاندانہ حرکات کا ذکر
۱۰	الفرقان	سنہ ۸ نبوی	قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں کے اعتراضات اور ہر ایک کا جواب
۱۱	الفاطر	سنہ ۷ یا سنہ ۸ نبوی	توحید باری تعالیٰ کافروں کو نصیحت کے بعد تنبیہ رسول کو تسلی اور دلاسہ، مومنوں اور کافروں کا انجام پوری سورت موعظات سے بھری ہوئی ہے
۱۲	الشعراء	سنہ ۱۰ نبوی	کافروں کے انکار پر حضورؐ کی کڑھن اور ان کو تسلی زمانہ قدیم سے لیکر زمانہ حال تک کافروں کی یکساں روش حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور معجزات کا بیان فرماکر حضورؐ کو تسلی حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ کی

نمبر شمار	سورۃ	سنِ نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۱۳	النمل	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	دعوت اور ان کے نہ ماننے کے کافروں کے حالات پوری سورت کا مقصود حضورؐ کو تسلی دینا ہے قرآن پاک سے ان ہی کو فائدہ پہنچتا ہے جو اس کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں قوم فرعون قوم ثمود، قوم لوط کی بربادیوں کا ذکر خدا کی توحید پر کائنات کی اشیاء کی شہادت حضرت داؤد اور سلیمان علیہا السلام کی عظمتوں کا ذکر
۱۴	القصص	سنہ ۸ یا سنہ ۹ یا سنہ ۱۰ نبوی	کافروں کے شبہات اور اعتراضات کا رد اور حضورؐ کی رسالت کو تسلیم کرنے کی دعوت متعدد رسولوں اور ان کی قوموں کے حالات
۱۵	الحجر	سنہ ۱۰ نبوی	منکرین دعوت کو توبیخ حضورؐ کو تسلی اور دیگر مواعظات
۱۶	الصافات	سنہ ۹ نبوی	توحید الٰہی دعوت رسول پر تمسخر کی فہمائش مومنوں اور کافروں کا آخرت میں انجام قوم نوح کا حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرزند کو قربان کرنا اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مقام عظیم دیا ہے اس کا ذکر اور ان پر انعامات حضرت موسیٰ ع حضرت ہارون ع حضرت یونس ع کے حالات بیان فرما کر مقصود غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو غلبہ حاصل ہوگا اسطرح حضورؐ کو تسلی اور کافروں کو قبول اسلام کے لئے رغبت دلائی گئی ہے۔
۱۷	لقمان	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	کافروں کے شرک کی نامعقولیت، دعوت رسول

نمبر شمار	سورت	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
			کی صداقت اور پھر حضرت لقمان کی زبان سے پند و نصائح جو اہل عرب کو معلوم تھے ان کا ذکر ان کے کلام میں بھی ملتا ہے دلالتہً اسی تعلیم کی اتباع کی ترغیب
۱۸	سبا	۷ سنہ نبوی	کافروں کے اعتراضات کا جواب، حضرت سلیمان، حضرت داؤد علیہما السلام کے حالات اور مکہ کی قریبی آبادی (طائف) میں قوم سبا کی ناشکری کا انجام بد دکھلا کر کافروں کو دعوت رسول قبول کرنے کی تلقین۔
۱۹	الزمر	۹ سنہ نبوی	توحید الٰہی، کافروں کو موعظات، کافروں کے عذرات بیہودہ اور اپنی مذہبیت پر دعوے کافروں اور مومنوں کو نصیحت حضورؐ کو تسلی، کافروں کا انجام بد اور مومنوں کا انجام خوشگوار احوال قیامت۔
۲۰	المومن	۷ سنہ نبوی	کافر اپنی طاقت کے بوتے پر جو کچھ کرتے تھے اس پر تنبیہ حضرت موسیٰ ؑ کے زمانہ کے حالات سے مثال مسلمانوں کو صبر کی تلقین مکہ کے ایک تیسرے گروہ کا تذکرہ جو حضورؐ کو حق پر جانتے ہوئے بھی تماشائی بنا ہوا تھا اور اعتراف حق نہیں کرتا تھا مختلف قوموں کے حالات اور ان کا انجام حضورؐ کو تسلی اور مومنوں کو آخرت کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین۔

نمبر شمار	سورة	سن نزول تقریبًا	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۲۱	حم سجدہ	سنہ ۶ نبوی	کافروں کا دعوت سے اعراض قرآن اور نبی پر شکوک مشرکین کو عقیدہ آخرت اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کا انجام بد۔ مومنین کا انجام خوش خدا کی خالقیت پر دلائل۔ کفر پر کافروں کا قیامت میں انجام بد رسول کی دعوت اور رسول کو دعوت کے بارے میں ہدایات صبر اور استقامت کا مقام عظیم توحید الٰہی پر شواہد۔ کافروں کے بعض کمزور اعتراضات کا جواب انسان کی کمزور فطرت کی نشاندہی
۲۲	شوریٰ	سنہ ۶ نبوی	ارسال رسول قدرت الٰہی، دعوت پر کافروں کی چہ میگوئیاں حضرت نوح ؑ حضرت ابراہیم ؑ حضرت موسیٰ علیہم السلام کا ذکر فرما کر اقامت دین کی دعوت اور عدم تفریق کا حکم نبی کو دعوت میں استقامت کی تلقین انسانوں کے نیک اور بد ہونے کی حکمتِ بالغہ۔ مومنین کو آخرت کی زندگی اختیار کرنے کی ترغیب قدرت الٰہی پر شواہد
۲۳	زخرف	سنہ ۷ نبوی	عقائد جاہلیت کی دلائل کے ساتھ تردید۔ پہلے لوگوں نے انبیاء کے ساتھ کیا کیا ان کا انجام کیا ہوا قدرت الٰہی پر شواہد۔ انکار رسول پر جاہلانہ دلیل اتباع شیطان پر انجام بد اور اس پر قوم موسیٰ علیہ السلام سے استدلال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور ان سے اختلاف مومنین کیلئے انجام خیر اور انعامات جنت

نمبر شمار	سورت	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۲۴	الدخان	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	قرآن پاک کی عظمت اسکے انکار پر کافروں کو فہمائش مبارک رات کا ذکر، دخان مبین اور عذاب آخرت کے حالات قوم موسیٰ اور فرعون کے حالات سے عبرت کی تلقین قیامت کا ذکر
۲۵	الجاثیہ	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	توحید الٰہی۔ آخرت کے بارے میں کافروں کے شبہات اور ان کو تنبیہ۔ بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش اور ان کا کفران نعمت پر انجام بد اس سے عبرت حاصل کرنیکی تلقین قیامت کا ذکر۔
۲۶	احقاف	سنہ ۱۰ یا سنہ ۱۱ نبوی	کافروں کو انکی گمراہیوں پر تنبیہ اور جاہلانہ اعتراضات پر زجر و توبیخ دعوت الی الآخرت، اور اعراض پر نکیر۔
۲۷	الکہف	سنہ ۵ تا سنہ ۱۰ نبوی تک کسی بھی سن میں	اصحاب کہف۔ خضر موسیٰ۔ سکندر۔ روح کے متعلق کافروں کے سوال کا جواب۔
۲۸	السجدہ	سنہ ۸ یا سنہ ۹ نبوی	قرآن پاک کی تصدیق ارسال منذرین کا ذکر اور غرض۔ توحید الٰہی انسانوں کی تخلیق مومنین اور کافرین کا انجام حضرت موسیٰ ع کا واقعہ بیان فرما کر حضور ص کو تسکین اور استقامت کی دعوت
۲۹	الحاقہ	سنہ ۵ یا سنہ ۶ نبوی	قیامت اور آخرت کا ذکر قرآن پاک اور رسول پاک کی تصدیق
۳۰	المعارج	سنہ ۵ یا سنہ ۶ نبوی	کافروں کو عقیدۂ آخرت کی مذاق اڑانے پر تنبیہ اور یوم قیامت کی کیفیت۔ حضور ص کو تسلی، انسانی

نمبر شمار	سورۃ	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
			فطرت کی عکاسی اور اقامت صلوۃ۔ سائلین کی امداد اور تصدیق آخرت پر عذاب سے نجات سے بیحیائی اور زنا سے بچنے کی تلقین۔ امانت اور عہد کی حفاظت حفاظت صلوۃ ادائیگی شہادت پر انعام جنت اور حالات آخرت سے کافروں کو ڈرانا
۳۱	الروم	سنہ [illegible] یا سنہ [illegible] نبوی	دلائل النبوۃ کے طور پر پیشنگوئی دلالتہ مسلمانوں کو ان کے غلبہ کی بشارت اور تفصیل بیان کرنے کے بعد کافروں کی تنبیہ ایمان اور آخرت اختیار کرنے کی تلقین
۳۲	الانبیاء	سنہ ۹ نبوی	سرداران قریش کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر شکوک و شبہات کفار مکہ کی رسالت کے بارے میں غلط فہمی کا ازالہ کافروں کے عقیدہ زندگی کی تردید بیا ہلانہ عبادت کی تردید انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما کر حضور کو تسکین کافروں کو تنبیہ
۳۳	الرحمٰن	سنہ ۷ نبوی	انعامات الٰہی جنت اور جنت سے متعلق بہت سی چیزوں کا ذکر فرما کر شکر گذاری کی تلقین کفران نعمت سے بچنے کی تنبیہ

تاریخی حالات اور پس منظر

گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے لئے ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ ان کو ترک وطن پر مجبور ہونا پڑا مشرکین کی وہ کوششیں بھی ناکام ہو چکی تھیں جو انہوں نے حبشہ میں پناہ گزینوں کو شاہ نجاشی کی امان سے نکالنے کے لئے کی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اس میں انہماک اور شدت برابر جاری تھی قرآن پاک جہاں آپ کو دعوت پر جمے رہنے اور اس میں کوشش تبلیغ کرنے کا حکم دے رہا تھا وہاں ان ناخوشگوار حالات پر صبر کی تلقین بھی کر رہا تھا اور آپ کو برابر تسلی اور دلاسا دے رہا تھا (جیسا کہ اس دور کی سورتوں کے خلاصہ میں مذکور ہے)

ویسے تو مشرکین شروع ہی سے دین حق کے شدید ترین مخالف تھے لیکن ان کی مخالفت میں اس وقت اور زیادہ شدت پیدا ہو گئی جب قرآن پاک نے ان کے بتوں کی مذمت شروع کر دی سورۃ الانبیاء میں ہے

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ	بیشک تم اور جن کی تم پوجا کرتے ہو
مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ	(اللہ کے سوا) سب دوزخ کا ایندھن
جَهَنَّمَ وَأَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ	ہیں اور تم سب اس پر ضرور وارد ہو گے
لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ آلِهَةً	اگر یہ خدا ہوئے ہوتے تو دوزخ میں
مَا وَرَدُوهَا وَكُلٌّ فِيهَا	نہ جاتے وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے
خَالِدُونَ ۝ لَهُمْ فِيهَا	اور دوزخ میں ان کی آواز سسکتی
زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ	ہو گی اور وہ کچھ نہ سن سکیں گے۔

اسی طرح اور دوسری سورتوں میں کھلے الفاظ میں مشرکین اور ان کے

خداؤں کی مذمت تھی جس کو وہ سننے کے لئے ہرگز تیار نہ تھے۔

مشرکین کا وفد ایک مرتبہ قریش کے لوگ ابوطالب کے پاس آئے اور بولے آپ ہمارے بزرگ ہیں ان بیوقوفوں (یعنی مسلمانوں) نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہو کر ہمارے معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور ہمارے لوگوں کو بیوقوف کہتے ہیں ہم آپ کے پاس ایسے شخص کو لائے ہیں جو نسب، جمال، بہادری، شعر گوئی میں جوانانِ قریش میں یکتا ہے ہم اسکو آپ کے حوالہ کرتے ہیں آپ اسکو اپنا بیٹا بنالیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کر دیں ہم اسے قتل کر دینگے یہ طریقہ خاندان کو ملانے والا ہے اور بہتر ہے ابوطالب نے کہا عجیب بات ہے میں تو آپ کے بیٹے کی پرورش کروں اور آپ میرے بیٹے کو قتل کر دیں چاہئیے! یہ مجھ سے نہ ہوسکیگا ان لوگوں نے کہا۔ اچھا آپ اپنے بھتیجے کو بلائیں فیصلہ ان ہی کے سپرد ہوگا حضور تشریف لائے۔ ان لوگوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیجئے ہم لوگ آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دینگے۔ آپ نے فرمایا میں ایک قول (کلمہ) دیتا ہوں اس کی وجہ سے تم لوگ سارے عرب عجم کے مالک ہو جاؤگے۔ ابوجہل نے کہا ایک نہیں دس کلمے ہم قبول کر لینگے فرمائیے! کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "لا الٰہ الا اللہ" کہہ لو! یہ سنکر لوگ اٹھ گئے اور بولے ہم اپنے معبودوں پر سختی کے ساتھ قائم رہینگے۔ یہ بھی کہا گیا ہے یہ جواب دینے والا عقبہ بن معیط تھا۔ اس کے بعد مشرکین نے مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکہ سے قتل کر دینا چاہیئے چنانچہ اگلے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے جناب ابوطالب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے جوانوں کو حکم دیا کہ تم سب لوگ میرے ساتھ تلوار لیکر مسجد حرام میں آؤ اور ایک ایک جوان ایک ایک سردار کے پاس بیٹھ جائے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں نے قتل کر دیا ہے تو میرا حکم پاتے ہی ان لوگوں کو قتل کر دینا۔ اتنے ہی میں زید بن حارثہ آ گئے اور بتلایا

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کی فلاں گھاٹی میں ہیں چنانچہ ابوطالب نے جب حضور کو دیکھ لیا تب صبر آیا اگلے دن صبح کو حضور کو ابوطالب مسجد حرام میں لے گئے اور بولے اے گروہ قریش! تمہارا یہ ارادہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو! لیکن یاد رکھو! اگر تم ایسا کر گذرتے تو سب جوانوں کی تلوار کو ننگے کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ہم تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتے یہاں تک کہ ہم سب فنا ہو جاتے یہ دیکھ کر سب لوگ بھاگ نکلے اور ابوجہل ان سب میں سب سے تیز بھاگنے والا تھا [۱]

ایک مرتبہ تمام اشراف قریش جمع ہوئے اور آپ کے پاس آئے اور بولے کہ ہم آپ کو اس قدر مال دینگے کہ آپ مکہ میں دولت مند ترین آدمی ہو جاؤ گے اور جس عورت سے چاہو تمہاری شادی کر دی جائے اور مکہ کی ریاست تمہارے حوالہ کر دی جائے مگر آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو اگر آپ اس پر بھی تیار نہ ہوں تو پھر ایک شرط یہ ہے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں اس وقت پوری یہ سورت نازل ہوئی (قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ) [۲]

اس قسم کے واقعات، تجاویز اور وفود، مشورے مکہ معظمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں نہ معلوم کس قدر ہوئے ہونگے ان تمام کا استحصار اور احاطہ تو دشوار تر ہے البتہ قدرے نمونہ بعض کو پیش کر دیا گیا ہے تاکہ حالات کی نوعیت سامنے آجائے کافروں کی یہ ریشہ دوانیاں منصوبے خدائی ہدایت کو ٹھکرانے کے لئے برابر جاری تھے اُدھر سے ہدایت خداوندی کا دروازہ کھلا تھا اور سعید روحیں بتدریج حلقہ بگوش اسلام ہو رہی تھیں اور روزانہ اس کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا

خداوند عالمین اگر چاہتے تو سب کو ایک ساتھ ہدایت دے دیتا مگر اس کی حکمت بالغہ کو کون پہونچ سکتا ہے خیال فرمائیے! آن واحد میں اگر سب کو

---

[۱] ملخصاً طبقات کبیر ص ۳۰۶ تا ۳۰۴ ج ۱ [۲] ابن جریر ص ۹۳ ج ۱

ہدایت مل جاتی تو شاید انسان اس کا متحمل نہ ہوتا۔ اچھے اور برے اور کفر و اسلام رحمت و غضب کو سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی دعوت اور جہاد انسانی سعی اور اس پر تائید الہی کے جلوے ممیز طور پر سامنے نہ آتے غرضکہ کیا ہوتا ہمارے دماغ و عقل اس سے عاجز ہیں غرضکہ حکمت بالغہ یہی ہے کہ یہ پیغمبری دعوت مراحل سے گذرے رکاوٹیں سامنے آئیں معاندین کا عناد ظاہر ہو اور دوستوں کی سعادت اور توفیق الہی کے منازل دکھائی دیں اور ہر چیز اصولی اور فطری رفتار کے مطابق گھٹے اور بڑھے یہی حال اسلام کی اشاعت کا ہے۔

اسلام حمزہ رضا اور عمر رضا مکہ معظمہ کے حالات میں معتدبہ قسم کی تبدیلی ترک وطن (ہجرت) اور مظالم کی کمی حضرت حمزہ رض اور حضرت عمر رض کے قبول اسلام سے ہوئی۔ حضرت حمزہ رض نے پہلے ایمان قبول کیا اور بعد میں حضرت عمر رض نے۔ حضرت عمر رض کے اسلام کا واقعہ بہت مشہور ہے ان کے اسلام کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسکو قبول فرمایا چنانچہ جس دن سے حضرت عمر رض اسلام میں داخل ہوئے اور آپ کے وصال تک اسلام کسی زمانہ میں بھی سرنگوں نہیں ہوا مسلمان اب تک گھروں میں نماز ادا کیا کرتے تھے لیکن ان کے اسلام کے بعد مسجد حرام میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے لگے تھے لیکن اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رض کی ہجرت کا عزم کرنا اور شعب ابی طالب کا واقعہ یعنی معاہدہ قریش اور اسی قسم کے دوسرے واقعات ہوئے ان کا زیادہ تر تعلق قبائلی نظم وضبط سے تھا ہاں اس میں شک نہیں کہ پہلی قسم کی ایذا رسانیاں اور بیہودہ گوئیاں حضرت عمر رض کے اسلام کے بعد سے تقریباً بند ہو گئی تھیں۔

نصرتیں و بشارتیں ظاہری حمایت اور نصرت ہو یا روحانی تائید و

بشارت ان سے قلب کو تقویت، سرور حاصل ہوتا ہے اور قوت عمل جاگتی ہے ان کا مظاہرہ بھی خداوند عالم کیطرف سے تدریجاً ہوتا ہے اور یہ اس کی شان ربوبیت کو آشکارا کرتی ہیں۔ فرحت و سرور میں اگر افراط ہوجائے تو آدمی چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ مسلمان بھی انسان ہی تھے ان کے اوپر بھی غم و سرور گذرتے تھے ان پر کبھی رنج و الم کے پہاڑ گرتے تھے تو دوسرے وقت فرحت و انبساط کے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوتے تھے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن ✿ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اشاعت اسلام میں یہ دونوں چیزیں برابر پائی جاتی رہی ہیں ایک طرف کافروں کے اعتراضات، مظالم تھے تو دوسری طرف خداوند عالم کی جانب سے نصرتیں اور بشارتیں بھی تھیں چنانچہ ابتدائے نزول قرآن سے لیکر مکہ معظمہ کی بہت سی سورتوں میں یہ رنگ موجود ہے سورۂ والضحیٰ کی قرأت فرمائیے:-

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا	نہیں چھوڑا ہے آپ کو آپ کے
قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ	رب نے اور نہ بیزار ہوا البتہ
مِنَ الْاُوْلٰى	آخرت بہتر ہے دنیا سے۔

یعنی دنیا کے مقابلہ میں آخرت بہتر ہے آپ امور آخرت کی طرف متوجہ رہیں اور اپنا کام جاری رکھیں سورۂ الم نشرح کی قرأت فرمائیے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ	کیا ہم نے آپ کے لئے آپکا سینہ
وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ	نہیں کھولدیا
الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ	
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فَاِنَّ	اور آپ کا ذکر بلند کیا بیشک تنگی
مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ	کے ساتھ آسانی ہے بیشک تنگی

الْعُسْرِ یُسْرًا — کے ساتھ آسانی ہے

اس سورت میں تسلی بھی ہے اور بشارت بھی ہے یعنی یہ سیاہ ایام ہمیشہ باقی نہ رہینگے بلاشبہ آسانیاں آرہی ہیں کامیابیاں سامنے ہیں سورۂ اللیل کی قرآت فرمائیے اس کا انداز یہی ہے سورہ الکوثر میں کافروں کی بیہودہ گوئی کا دو ٹوک جواب ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ؀	ہم نے آپ کو کوثر عطا کی پس اپنے رب کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے آپ کا برا چاہنے والا ہی برباد ہوگا۔

مفسرین کی ایک جماعت نے اس سورت کے شان نزول کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا مکہ معظمہ میں انتقال ہوگیا تو (علیٰ اختلاف الروایات) عاص بن وائل، عقبہ بن ابی معیط، ابولہب، ابوجہل نے کہا تھا اب ان کی نسل منقطع ہوگئی تو اللہ تعالےٰ نے ان کے جواب میں اس سورت کو نازل فرمایا [۲]

شق القمر یہ ایک معجزہ ہے جو مکہ معظمہ میں ظاہر ہوا معجزہ جہاں رسول کی تائید وحمایت کے لئے ہوتا ہے وہاں اس سے اتمام حجت بھی مقصود ہوتا ہے قرآن پاک میں ایک سورت (القمر) اسی طرف منسوب ہے اس پر جمہور امت حضرات صحابہ رضؓ سے آج کے دن تک سب کا اتفاق ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جو مکہ معظمہ میں ظاہر ہوا شق القمر کے بارے میں تمام روایات کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے [۳] اور حافظ صاحب نے ان تمام راویوں کے نام بھی شمار کرائے ہیں مثلاً حضرت ابن مسعود رضؓ حضرت انس رضؓ، حضرت ابن عباس رضؓ، حضرت علی رضؓ حضرت حذیفہ رضؓ

---

[۱] زاد المعاد بحث شرح صدر [۲] تفسیر ابن کثیر ص ۵۵۹ ج ۴ [۳] تفسیر ابن کثیر۔

حضرت جبیر بن مطعم[۱]۔

یہ واقعہ کب پیش آیا؟ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ہجرت سے پانچ سال قبل یہ واقعہ پیش آیا[۲]۔ مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی نے بھی پانچ سال والے قول کو اختیار کیا ہے[۳]۔ ہمیں اس جگہ صرف دو چیزوں کے بارے میں کلام کرنا ہے۔ اول یہ کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔ دوسرے یہ کہ معجزۂ شق القمر مشرکین کے سوال اور مطالبہ پر دکھایا گیا یا از خود منجانب اللہ تعالیٰ بلا مطالبہ کے دکھایا گیا۔ مولانا مودودی صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

علماء اسلام کا ایک بڑا گروہ اسے حضورؐ کے معجزات میں شمار کرتا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا لیکن اس رائے کا مدار صرف بعض ان روایات پر ہے جو حضرت انس رضؓ سے مروی ہیں ان کے سوا کسی صحابی نے بھی یہ بات بیان نہیں کی۔ فتح الباری میں ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ قصہ جتنے طریقوں سے منقول ہوا ہے ان میں سے کسی میں بھی حضرت انس رضؓ کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نظر سے نہیں گذرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبہ پر ہوا تھا[۴]۔

لیکن امام فخر الدین رازی نے تحریر فرمایا ہے۔

وَ فی الصحیح خبرٌ مشھورٌ رواہٗ جمع من الصحابۃ وقالوا سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[۵]	صحیح میں خبر مشہور ہے جسکو صحابہ رضؓ کی جماعت نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔

علاوہ ازیں دیگر روایات میں جو الفاظ مروی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ

۱؎ فتح الباری ص ۲۶۴ ج ۶ ۲؎ اکلیل ص ۳۶ ج ۷ ۳؎ تفہیم القرآن ص ۲۲۶ ج ۵، ص ۲۲۹ ج ۵ ۴؎ تفہیم القرآن ص ۲۳۰ ج ۵
۵؎ تفسیر کبیر ص ۷۶۹ ج ۷۔

معجزہ کسی مطالبہ کی وجہ سے دکھایا گیا تھا اگر حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کی روایت پر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حضرات واقعہ کے وقت موجود نہیں تھے تو دوسرے تمام راویوں کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی موجود نہیں تھے کیونکہ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ ۸ نبوی میں یعنی شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے زمانہ کا ہوگا اور اس وقت یہ حضرات موجود نہیں تھے یہ سب مہاجرین حبشہ میں ہی تھے حبشہ پہونچ چکے ہوں گے صرف حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے حافظ ابن حجر نے تشریح کی ہے کہ واقعہ شق القمر ہجرت حبشہ ثانیہ سے ذرا پہلے واقع ہوا ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

معاہدہ قریش

مسلمانوں کے حبشہ میں پناہ گزیں ہونے اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے مسلمان ہو جانے سے قریش کو بڑی مایوسی ہوئی دوسری طرف جناب ابوطالب کی حمایت سے وہ پریشان تھے بے عزتی اور ایذا رسانی کے جتنے طریقے تھے وہ اب تک اختیار کر چکے تھے آئندہ ان طریقوں کو جاری رکھنے کی کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی دوسری طرف قتل کی ایک سازش ناکام بھی ہو چکی تھی اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے تیور ان کو معلوم ہو چکے تھے اس لئے ایک دن قریش نے اپنی پارلیمنٹ (دارالندوہ) میں ایک تجویز مقاطعہ (معاہدہ ترک تعلق) پاس کی اور اس پر قریش کے سب قبیلوں نے دستخط کئے اور نہایت سختی سے اس پر کاربند ہونے کا مسجد حرام میں عہد کیا جس نے یہ عہدنامہ لکھا تھا وہ منصور بن عکرمہ العبدری تھا اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا اور عہدنامہ کو کعبہ میں ٹانگ دیا گیا اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ عہدنامہ ام الجلاس بنت مخربہ حنظلیہ خالہ ابوجہل کے پاس رکھ دیا گیا یہ واقعہ محرم ۷ نبوی کا ہے اس دن محرم کی چاند رات تھی

[1] فتح الباری ص ۱۴۴ ج ۷

تمام مسلمان شعب ابی طالب میں جمع ہو گئے تھے قریش نے ہر طرف سے ناکہ بندی کر لی تھی کوئی باہر نہیں جا سکتا تھا نہ کسی سے مل سکتا تھا اور نہ باہر والا ان کو دانہ پانی پہونچا سکتا تھا ہاشمیوں میں سے ابولہب جدا ہو کر قریش کے ساتھ ہو گیا۔ یہ مصیبت اب تک کی تمام مصیبتوں سے سخت تھی قریش کے دستور کے مطابق کوئی شخص عہد نامہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا تھا ہر طرف بچوں کے بلبلانے کی آوازیں آتی تھیں مگر قریش سنگ دل تھے وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے تھے اسی طرح تین سال گذر گئے

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواجہ ابوطالب سے فرمایا چچا! اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ اس عہد نامہ کو سوائے "باسمک اللھم" کے سب کو دیمک نے چاٹ لیا ہے خواجہ ابوطالب چند ہاشمیوں کو لیکر مسجد حرام میں پہونچے اور قریش کے مجمع میں کہا میرے بھتیجے نے یہ خبر دی ہے اگر یہ خبر جھوٹی ہے تو ہم ان کو آپ کے سپرد کر دینگے جو چاہے کرنا اور اگر سچی ہے تو آپ لوگ اس محاصرہ کو ختم کر دیں۔ ابوجہل کے علاوہ سب قریش اس پر راضی ہو گئے اسی دوران ایک واقعہ اور پیش آگیا وہ یہ کہ ایک شخص حضرت خدیجہ رض کا رشتہ دار ان کے پاس کھانا پہونچا رہا تھا وہ پکڑا گیا قریش نے اس کو روک دیا پہلے سے کچھ لوگ اس معاہدہ کے خلاف تھے انہوں نے مزاحمت کی اور بات ناگواری کی حد تک پہونچ گئی رات کو ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، زہیر بن امیہ، حکیم بن حزام میں مشورہ ہوا اور صبح کو وہ عہد نامہ منگایا گیا اور اسکو کھولا گیا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بجز "باسمک اللھم"[1] کے سب کو دیمک نے چاٹ لیا تھا۔ سب نے اس عہد نامہ کو پھاڑ دیا اس طرح تین سال کے بعد سنہ ۱۰ نبوی میں اس مصیبت

---

[1] سیرت پاک کی تمام کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے اس سے ثابت ہے کہ قریش اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے وہ خدا کی خدائیت کو مانتے تھے لیکن اس کا شریک بھی جانتے تھے

سے نجات ملی لے

وفات ابوطالب — یہ فرشتے مبتلائے آزمائش ہوں تو چیخ اٹھیں یہ انسان ہے جو دیتا جا رہا ہے امتحاں ابتک

سنہ ۱۰ نبوی میں ابو طالب کا انتقال ہوا یہ مصیبت سب سے بڑی مصیبت تھی حضور کا سب سے بڑا حمایتی اور محافظ اور آڑے وقت میں کام آنے والا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ حضور پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کافی عرصہ تک حضور گھر سے باہر تشریف نہ لائے ایک دن جب باہر تشریف لائے تو کسی کافر نے سر پر مٹی ڈالدی آپ کی صاحبزادی روتی تھیں اور سر سے مٹی کو صاف کرتی تھیں آپ نے فرمایا۔ جان پدر رو مت! اگر چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو کافروں کی یہ مجال نہ تھی ۲ے

وفات خدیجہ رض — جناب ابو طالب کی وفات کے (صحیح روایات کی بنا پر) تین دن بعد حضرت خدیجہ رض انتقال فرما گئیں اس سے حضور کے صدمہ میں اور اضافہ ہو گیا اور غلبۂ رنج والم کی وجہ سے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا گیا۔ حضرت خدیجہ رض کی رفاقت اور ہمدردیاں ایسی تھیں کہ آپ ان کو ہمیشہ یاد کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رض کو ایک چادر کا کفن دیکر دفن کر دیا گیا اور جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی۔ کیونکہ اس وقت تک جنازہ کی نماز مشروع نہیں ہوئی تھی ۳ے

لے طبقات کبیر صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۴ ج ۱ ۲ے سیرت رسالتماب صفحہ ۶۵ ج ۱ ۳ے الصالحات صفحہ ۴۴ ۔ رحمۃ للعالمین

بعض سورتوں کا پس منظر

سورۃ الروم اسی دور کی سورتوں میں سے سورۃ روم بھی ہے جس کے شروع ہی میں اللہ تعالےٰ نے آئندہ رومیوں کے غلبہ کی خبر دی اور اسی پیشین گوئی کے ساتھ مسلمانوں کی فتح کی بھی خوشخبری سنائی تاکہ مکہ معظمہ میں مصیبت زدہ اور پریشان حال مسلمانوں کے قلوب کو تقویت حاصل ہو۔ ارشاد فرمایا ہے:۔

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ	رومی قریب کے ملک میں مغلوب
اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ	ہو گئے اور وہ اپنے ہارنے کے بعد
مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ	عنقریب جیت جائینگے چند برسوں
فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ	میں۔ اللہ ہی کا حکم پہلے ہے اور
مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَ	اسی کا بعد میں اور اس دن مومنین
يَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ	اللہ کی مدد سے خوش ہونگے وہ
بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ	جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے
يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ	وہ غالب اور رحیم ہے۔

(الروم)

اس وقت کے حالات میں یہ بات کافروں کو عجیب ہی نہیں مضحکہ خیز معلوم ہوئی اسلئے مشرکین نے جہاں اپنے ہم مشربوں (ایرانیوں) کی کامیابی پر خوشی منائی وہاں مسلمانوں کے ساتھ ٹھٹول بھی کی۔ لیکن مسلمان چونکہ قرآن پاک کے خدائی کلام ہونے پر یقین رکھتے تھے اسلئے انہوں نے ڈٹ کر کافروں کی تردید کی۔ بات بڑھ گئی اور امیہ بن خلف نے حضرت ابوبکر رضؓ کے ساتھ شرط لگائی کہ اگر رومی تین سال یا بروایت دیگر چھ سال

میں غالب آ گئے تو میں آپ کو دس اونٹ دونگا ورنہ آپ مجھے دس اونٹ دینگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے شرط کو قبول کرلیا جب حضرت ابوبکر رض نے یہ اطلاع مسلمانوں کو دی تو انہوں نے کہا اللہ تعالےٰ نے مدت کو مبہم رکھا ہے آپ نے معین کیوں تسلیم کرلیا کیونکہ بضع لغت عرب میں تین سے لیکر نو تک بولا جاتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا جاؤ! مدت میں بھی اضافہ کرو یعنی چھ کی بجائے نو سال اور اونٹوں کی تعداد میں بھی اضافہ کرو یعنی دس کے بجائے سو اونٹ۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے امیہ بن خلف سے یہ جاکر کہدیا اور اس نے اس تجدید کو منظور کر لیا۔ علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ یہ معاہدہ سنہ نبوی میں ہوا تھا اس کے اعتبار سے ۹ سال سنہ ۲ھ میں غزوہ بدر کے موقعہ پر ہوئے (اور یہی روایت صحیح ہے) صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رض نے امیہ بن خلف سے ان اونٹوں کو حاصل کیا اور حضور ؐ کے فرمانے کے مطابق ان اونٹوں کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔ صاحب تفسیر کشاف نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے اسی واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ دار الحرب میں حربیوں کیساتھ ربٰو اور عقود فاسدہ جائز ہیں [۱]

سورۃ الکہف

یہ سورۃ بھی اسی دور کی سورتوں میں سے ہے جس کا نزول ۷ سنہ نبوی سے لیکر سنہ ۱۰ نبوی تک قرین قیاس ہے کیونکہ سورت کے شان نزول سے یہی اندازہ کیا جاتا ہے

قریش کو جب سوالات اور اعتراضات کرتے کرتے عاجز آ گئے تو انہوں نے ایک وفد مدینہ منورہ علمائے یہود کے پاس بھیجا کہ ان کی رہنمائی کی جلئے علمائے یہود نے ان کو بتلایا کہ آپ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کے بارےمیں

---

[۱] سیرت رسالتماب صفحہ ۱۱۱ ایران اور روم کی یہ جنگ کیوں ہوئی اس کو تفسیر ابن کثیر اور تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جائے

سوال کریں۔ اصحاب الکہف کون تھے؟ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کا واقعہ کیا تھا؟ سکندر ذوالقرنین کون تھا؟۔ یہود مدینہ چونکہ اپنے ہی کو عالم جانتے تھے اس وجہ سے انہوں نے یہ سوالات کرائے۔ قریش مکہ نے حضور سے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کل کو جبرئیل آئینگے تو بتلادوں گا (اور انشاءاللہ نہ کہا) چنانچہ دس روز تک آپ پر وحی نہ آئی آپ بہت غمگین ہوئے دس دن کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورت لیکر نازل ہوئے [1]

اس سورت میں ان تینوں امور کے جوابات بھی موجود ہیں اور مشرکین مکہ کو تنبیہ اور دعوت بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور دلاسا بھی دیا گیا اور تعلیم فرمایا گیا ہے کہ کوئی بات بغیر انشاءاللہ کے نہ کہی جائے چنانچہ ارشاد ہے

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا

شاید آپ مشرکین کے ایمان نہ لانے کے صدمہ میں اپنے کو ہلاک کر ڈالینگے۔

تفسیر کی کتابوں میں تفصیلی حالات ملاحظہ فرمائیں اس باب میں مولانا آزاد اور مولانا عبدالحق صاحب حقانی نے تفصیلی کلام کیا ہے حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ اصحاب الکہف والرقیم کی قبریں حکومت عراق کے آثار قدیمہ کے محکمہ نے دریافت کرلیں ہیں وہ سب قرآن پاک کی تفصیل اور نشانات کے مطابق ہیں

دیگر سورتیں تفاسیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی دور کی چند دوسری سورتیں اور بھی ہیں جو یکے بعد دیگرے نازل ہوئی ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رض۔ جابر بن زید نے روایت کیا ہے کہ پہلے سورۂ شعراء پھر نمل اور پھر سورۂ القصص نازل ہوئی [2]

---

[1] رواہ ابن جریر عن اسحق تفسیر مظہری ص ۹۳ ج ۶ [2] روح المعانی ص ۱۵۴ ج ۱۹

قرآن پاک کی ان سورتوں اور ان کے مضامین پر غور فرمائیے تو بہت زیادہ یکسانیت نظر آئے گی علامہ سید محمود آلوسی نے ہر سورت کے شروع میں جو وجہ مطابقت بیان کی ہے اس سے بھی ہمارے اندازہ کی تائید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

طٰسٓمٓ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ	یہ کتاب مبین کی آیات ہیں شاید
الْمُبِينِ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ	آپ اپنے کو ہلاک کر لینگے کہ وہ
نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ أَلَّا	ایمان کیوں نہیں لائے
يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (الشعراء)	

طائف کا سفر

مشرکین مکہ نے جب آپ کی دعوت کا انکار کردیا اور برابر آپ کی تکذیب کرتے رہے تو آپ نے طائف کا سفر اختیار کیا اور وہاں اپنی دعوت کو پیش کیا لیکن خلاف توقع وہاں کے لوگوں نے آپ کو سخت ایذائیں دیں اور مایوس آپ کو واپس آنا پڑا اس سفر میں حضرت زید بن حارثہ آپ کے ساتھ تھے۔ اسی سفر میں وادی نخلہ میں عداس نامی غلام نے اسلام قبول کیا تھا اور اسی سفر میں جنات کی ایک جماعت سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی اور ان پر آپ نے اسلام کو پیش کیا

جنات کا قبول اسلام

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں خفاجی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جنات سے چھ مرتبہ ہوئی ہے ایک ملاقات میں حضرت ابن مسعود رضہ بھی ساتھ تھے اور یہ ملاقات نصیبین کے جنات کے ساتھ ہوئی یہ واقعہ غالباً غزوہ تبوک سے واپسی پر پیش آیا تھا[1] اور دو ملاقاتوں کا ذکر قرآن پاک میں ہے یعنی سورۂ الجن اور سورۂ احقاف۔ سورۂ جن میں مذکور ہے

قل اوحی لغایۃ آیت نمبر ۱۰ رشدا

---

[1] شرح مواہب ص۳۰۳ ج ۱

آپ فرما دیجئے! میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن پاک) غور سے سنا۔ پس انہوں نے کہا ہم نے بڑا عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کی طرف ہدایت کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لائے اور اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگے وہ ہمارا رب بہت برتر اور بالا ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ کسی کو بیٹا بنایا اور ہمارے بیوقوف لوگ اللہ کے بارے میں بہت خلاف حق بات کہتے تھے اور ہمارا خیال تو یہ تھا کہ انسان اور جنات اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں بولتے اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے ہیں اسی سے جنات بہت زیادہ متکبر ہو گئے ہیں۔ انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جو تم نے گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو رسول نہیں بنایا ہے ہم نے آسمان کو چھان مارا تو ہم نے اس کو بہت زیادہ پہرہ داروں سے اور چنگاریوں سے بھرا پایا اور پہلے ہم آسمان میں (تاک جھانک میں) کچھ سننے کو لگے رہتے تھے مگر اب جو سننے کے لئے بیٹھتا ہے وہ اپنے تعاقب میں شہاب ثاقب کو پاتا ہے

(سورۃ الجن)

سورۃ احقاف کی آیات میں مذکور ہے:۔

اور جب ہم جنات کے ایک گروہ کو آپ کے پاس لے آئے تاکہ وہ قرآن پاک سنیں جب وہ آئے تو بولے، خاموش! اور جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کے پاس ڈرانے کو (داعی بنکر) پہونچے اور بولے اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے وہ تصدیق کرتی ہے اپنی سے پہلی کتابوں کی اور ہدایت دیتی ہے حق اور سیدھے راستے کی طرف۔ اے قوم! اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو وہ تمہارے گناہوں کو معاف کریگا اور

عذاب الیم سے پناہ دیگا۔ (احقاف)

سورۂ الصافات میں جواسی دور کی سورتوں میں سے ہے۔ اس میں مذکور ہے

ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا ہے اور ہر سرکش
شیطان سے اس کو محفوظ کر دیا یہ شیاطین ملاءِ اعلےٰ کی باتیں
نہیں سن سکتے ہر طرف سے مارے اور ہانکے جاتے ہیں ان
کے لئے مسلسل عذاب ہے۔ (الصافات)

سورۂ جن میں جس حفاظت کا ذکر کیا گیا ہے سورۂ صافات میں اسی کیطرف اشارہ ہے اب یہ بات کہ سفر طائف کے موقعہ پر کونسی ملاقات تھی جس کا تذکرہ بعد میں سورۂ جن اور سورۂ احقاف میں ہوا ہے۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اسی واقعہ سے متعلق سورۂ جن کو قرار دیا ہے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور اپنے چند اصحاب کے ساتھ بازار عکاظ جار ہے تھے راستہ میں نخلہ کے مقام پر آپ نے نماز پڑھائی اس واقعہ کا ذکر اس سورت میں کیا گیا ہے [۱] تفسیر کی کتابوں میں بہت روایات ہیں اس لئے یہ فیصلہ قطعیت کے ساتھ کرنا ذرا دشوار ہے کہ ان سورتوں میں کونسی مقدم ہے مولانا مودودی صاحب نے سورۂ احقاف کو مقدم قرار دیا ہے [۲] واللہ اعلم

قبائل عرب کو دعوت

سیرت نگاروں نے قبائل عرب کو دعوت کے سلسلہ میں ۱۰ نبوی کا ذکر کیا ہے چنانچہ اسی سال بنی ثقیف کی دعوت کے لئے آپ تشریف لے گئے تھے لیکن ہمارا خیال ہے کہ ہر موسم حج میں قبائل عرب کو دعوت دی جاتی تھی اور ابولہب لوگوں کو دھتکارنے کے لئے آپ کے پیچھے لگا رہتا تھا یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہے کہ ۱۰ نبوی سے پہلے آپ نے قبائل کو دعوت نہ دی ہو کیونکہ حجاج کا مکہ معظمہ میں آنا اور آپ کا سکوت اختیار کرنا ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ ہاں

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۳ ج ۴ [۲] تفہیم القرآن ص ۱۰۵ ج ۴

یہ بات دیگر ہے کہ اس دعوت کے اثرات سالہ نبوی میں ظاہر ہوئے جب آپ نے اہل مدینہ پر اسلام پیش کیا۔ اور اس وقت یہ چھ حضرات مسلمان ہوئے :۔
اسعد بن زرارہ ، عوف بن حارث ، رافع بن مالک ، قطبہ بن عامر ، عقبہ بن عامر ، جابر بن عبداللہ۔ ان لوگوں نے جاکر مدینہ منورہ میں آپ کا تذکرہ کیا اور مدینہ منورہ کے اوس وخزرج کے تقریباً تمام افراد آپ کے پہنچنے سے پہلے مسلمان ہو گئے ؎۱

اس بارے میں اختلاف ہے کہ انصار میں سے سب سے پہلے کون ایمان لایا بعض حضرات نے آٹھ تعداد بیان کی ہے

بنی نجار میں سے ۔	اسعد بن زرارہ ۔ عوف بن حارث
بنی زریق میں سے ۔	رافع بن مالک
بنی سلمہ میں سے ۔	قطبہ بن عامر بن حدیدہ
بنی حرام میں سے ۔	عقبہ بن عامر
بنی سلمہ میں سے ۔	جابر بن عبداللہ بن رباب

ان چھ پر اتفاق ہے بعض نے ابوالہیثم بن تیہان ۔ معاذ بن عفراء ، قیس بن ذکوان کو بھی شریک کیا ہے ؎۲

بیعت عقبہ اولےٰ

یعنی ۱۱ نبوی میں بیعت عقبہ اولیٰ کا واقعہ پیش آیا۔ علامہ واقدی نے طبقات کبیر میں تحریر فرمایا ہے عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ جب آئندہ سال ہوا تو آپ سے بارہ آدمی مدینہ منورہ کے ملے یہی عقبہ اولےٰ کہلاتا ہے۔ ان بارہ آدمیوں میں سے

۱۔ بنی نجار میں سے — اسعد بن زرارہ ، عوف ۔ معاذ یہ دونوں حارث کے بیٹے تھے ان کی والدہ کا نام عفراء ہے ۔

؎۱ سیرت رسالت مآب ص۲۶ ؎۲ طبقات کبیر ص۲۲۶ ج ۱ ۔ مذکورہ چھ ناموں کو محدثین نے بھی روایت کیا ہے جمع الفوائد ص۲۸ ج ۲

۲۔ بنی زریق میں سے۔ ذکوان بن عبد قیس۔ رافع بن مالک
۳۔ بنی عامر میں سے۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ
۴۔ بنی سلمہ میں سے۔ عقبہ بن عامر
۵۔ بنی عوف میں سے۔ عبادہ بن الصامت۔ یزید بن ثعلبہ
۶۔ بنی سواد میں سے۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ

یہ دس آدمی تو قبیلہ خزرج سے تھے قبیلہ اوس میں سے دو شخص تھے ابوالہیثم عویم بن ساعدہ یہ لوگ اسلام لائے اور بیعت کی کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگے۔ چوری۔ زنا۔ قتل اولاد نہ کرینگے، کوئی بہتان نہ باندھینگے کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کرینگے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم وفا کروگے تو تمہارے لئے جنت ہے۔ جس نے ذرا بھی کوتاہی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے خواہ وہ اس پر عذاب کرے خواہ معاف کردے۔ اس زمانہ میں جہاد فرض نہیں کیا گیا تھا یہ لوگ مدینہ منورہ واپس آگئے اللہ تعالےٰ نے اسلام کو غلبہ دیا حضرت اسعد بن زرارہ مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے اوس اور خزرج نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ ہمارے یہاں کسی کو بھیج دیجئے۔ حضور نے مصعب بن عمیرؓ کو بھیج دیا وہ حضرت اسعد بن زرارہ کے پاس اترے بعض روایات میں ہے کہ حضرت مصعبؓ انکو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے ان حضرات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کرلی تھی اور یہ بھی روایات میں ملتا ہے کہ جب مسلمانوں نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ ہفتہ میں ایک دن کو مقدس مانتے ہیں تو ان کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ وہ بھی کوئی دن اپنے لئے مقرر کریں چنانچہ مشورہ سے انہوں نے جمعہ کا دن مقرر کرلیا اس کی تصویب اور تائید بعد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی یعنی مسلمانوں کا یہ انتخاب وہی ہوا جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ تھا (تفصیل ملاحظہ

فرماتے ہیں۔ مرقاۃ باب الجمعہ۔ وفاء الوفاء باب الہجرۃ۔ زاد المعاد از ابن قیم) جب حضرت مصعب بن عمیرؓ ستر آدمیوں کو لیکر موسم حج میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے

ہم نے مذکورہ صفحات میں مکہ معظمہ کے وسطی زمانے کے جو حالات تحریر کیئے ہیں (جس کی ابتدا ۶ نبوی سے لیکر ۱۱ نبوی تک ہے) اس زمانہ میں اسلام نے اپنے ارتقائی زمانہ میں قدم رکھ دیا تھا چنانچہ اسی اعتبار سے حالات اور احکامات میں نمایاں قسم کی تبدیلیاں ملیں گی جنکی تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے

تعلیمات اور احکامات

اسلامی دعوت کا ارتقائی زمانہ

اسلام میں روز اول سے اوامر ونواہی کا ساتھ رہا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کو تقریباً لازم ہیں۔ نواہی کی مثال ایسی ہے گویا راستہ سے کانٹوں کو صاف کرنا اور اوامر کی مثال ایسی ہے گویا مسافر کو سڑک پر چلایا جا رہا ہے راستہ اگر صاف نہیں ہے تو مسافر منزل مقصود کو پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا اسلیئے اسلام نے روز اول ہی سے جہاں توحید اور رسالت اور امور آخرت پر ایمان لانے کا امر فرمایا ہے ساتھ ہی کفر اور شرک سے نہایت سختی سے روکا ہے کفر اور شرک سے ملوث عقیدۂ توحید تو مشرکین مکہ کا بھی تھا اور متعدد بار انہوں نے سمجھوتہ کرنا بھی چاہا تھا مگر قرآن پاک نے صاف انکار کردیا

لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ — جنکو تم پوجتے ہو ہم ان کی عبادت نہیں کرسکتے

(الکافرون)

سب سے پہلی وحی میں کھلے طور پر اعلان ہے

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ (اقراء) — آپ اس کی ہر گز اطاعت نہ کریں بلکہ سجدہ کریں اور قرب حاصل کریں

زمانہ فترۃ الوحی کے بعد جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں کھلے طور پر نواہی موجود ہیں

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (المدثر) — اور گندگی کو ترک کرو اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے احسان کرو

اس آیت میں الرجز سے مراد کفر اور شرک کی گندگی ہے اور بدلہ لینے کے احسان کرنے سے روکا گیا ہے یعنی یہ ممانعت صرف عقائد ہی کی حدود میں نہیں ہیں بلکہ اخلاقیات میں بھی ان کا وافر حصہ ہے یعنی روز اول ہی سے اخلاقی ممنوعات کے ترک کا حکم کیا گیا ہے یہی تسلسل ابتدائی دور اسلام میں بھی رہا اور یہی سلسلہ دور وسطےا میں بھی رہا اور آخر تک یہی سلسلہ برابر پایا جاتا ہے اوامر اور نواہی کا یہ دعوتی تسلسل حکمت بالغہ سے خالی نہیں ہے عوام اور خواص یعنی مشرکین اور مومنین دونوں کے اعتبار سے دعوت ہے چنانچہ قرآن پاک کا مطالعہ کرنے سے یہ اعتبار اور تدریج بالکل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسلامی تعلیمات کو اتنی جلدی شرف قبولیت حاصل نہ ہوتا دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مدت دعوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت دعوت اس کا کھلا ثبوت ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ نہی عن المنکر میں منکر کو ختم کرنا مقصود ہے۔ نہی مقصود بالذات نہیں ہے منکر جس طرح بھی ختم ہوجائے وہی مطلوب ہے بعض دفعہ منکر کو ختم کرنے میں مثبت پہلو اختیار کیا جاتا ہے یعنی نیکی کو اتنا فروغ دیا جائے کہ بدی دب جائے اس طریقہ کو اختیار کرنے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نہی عن المنکر کو ترک کر دیا گیا ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے نہی کی بحث میں قبیح لعینہ اور قبیح لغیرہ اور امر میں حسن لعینہ اور حسن لغیرہ کی بحث شروع

کی ہے امر اور نہی کے ان امتیازات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ داعی کو اپنی دعوت پر عامل اور اس کا پورا پورا عالم ہونا ضروری ہے بغیر اسکے دعوت پروان نہیں چڑھ سکتی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا یہ عالم کہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں اور علم کا یہ عالم کہ اولین و آخرین کا علم وحکمت آپ کو حاصل ہے۔ اسلامی دعوت میں ان چیزوں کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

مال یتیم اور میراث گذشتہ دور کی سورتوں یعنی سورۃ الماعون الضحیٰ البلد وغیرہ میں غربا پروری کے زیر عنوان حکیمانہ انداز میں مال یتیم کے ہڑپ کر جانے سے منع کیا ہے۔ سورۃ الفجر میں ارشاد فرمایا ہے

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ	کچھ نہیں تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے
وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ	اور غریبوں کو کھلانے کی بھی
الْمِسْكِينِ وَتَأْكُلُونَ	تاکید نہیں کرتے میراث کا
التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَ	مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور
تُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا	مال سے بہت محبت رکھتے ہو

(الفجر)

یہ تو کافروں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اس کے مقابل مومنین کے بارے میں جو ارشاد ہے وہ بھی پڑھیئے

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ	اور جن کے مال میں حصہ ہے
حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ	مانگنے والوں اور کمزوروں کا
وَالْمَحْرُومِ	

اس مضمون کے خاتمہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ یہی لوگ جنت میں جانے والے ہیں۔ امر اور نہی کا یہ حکمت آمیز انداز کتنا موثر ہے وہ ظاہر ہے۔

قرآن پاک کی بہت سی سورتوں میں میراث۔ یتیم۔ غریب۔ سائل لونڈی۔ غلام کی پرورش کے بارے میں بہت آیات ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں غربا اور پس ماندہ لوگوں کے لئے زمین تنگ تھی ایسے وقت میں کسی ہمدرد کا پیدا ہو جانا اور ان کے لئے سہارا بن جانا خدا کی سب سے بڑی رحمت تھی آخر کوئی تو بات تھی کہ حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلی وحی نازل ہونے کے بعد بلا تامل کہدیا "خدا آپ کو ضائع نہیں کریگا کیونکہ آپ غربا پرور ہیں" یہ اس وقت کی بات ہے کہ قرآن پاک کی روشنی پورے طور پر نہیں پھیلی تھی۔

سورۃ المعارج اسی دور کی سورتوں میں المعارج ہے اس میں چند چیزوں کی تعلیم اور تاکید ہے۔

۱۔ وہ نمازی جو نماز پابندی سے پڑھنے والے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جو مال کے ذریعہ سے دوسروں کی امداد کرتے ہیں

۳۔ وہ لوگ جو قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں صرف اپنی بیویوں اور باندیوں کے لئے ان کو اجازت ہے۔

۵۔ وہ لوگ جو امانت اور عہد کا پاس کرتے ہیں۔

۶۔ وہ لوگ جو اپنی شہادتوں کو قائم رکھتے ہیں یعنی راست بازی کیساتھ گواہی دیتے ہیں۔

۷۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

ان سب چیزوں کے بعد فرمایا ہے جو لوگ ان چیزوں کی پابندی کرتے ہیں وہ جنت میں جائینگے گویا مثبت طور پر جہاں بھلائیوں کا امر فرمایا ہے وہاں منکرات سے روکا بھی ہے ان سات چیزوں میں سے نماز اور عقیدہ آخرت کے علاوہ سب امور حقوق بندگانِ خدا سے متعلق ہیں نماز اور

عقیدۂ آخرت کا ذکر غالباً اس وجہ سے ہے کہ صالح ماحول اور صالح معاشرہ بغیر
ان دو چیزوں کے پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔ جو لوگ صالح معاشرہ پیدا کرنے
کی تو کوشش کرتے ہیں لیکن عقیدۂ آخرت پر قائم نہیں، نماز کی ادائیگی
کے پابند نہیں۔ ان کی مساعی لیڈرانہ سرگرمیاں تو ہو سکتی ہیں لیکن اسلامی
سرگرمی نہیں کہلا سکتیں۔ ایسے ہی جو لوگ صرف تسبیح اور نماز میں تو لگے رہتے
ہیں لیکن حقوق کی ادائیگی میں اندھے ہیں صالح معاشرہ کے لئے کوئی عملی
جدوجہد نہیں کرتے ان کی زندگی نائبین رسالت کی زندگی نہیں کہلا سکتی
صحیح اسلامی زندگی وہی ہے جسمیں دونوں جانب کی کما حقہ رعایت ہو۔ امام
ابوبکر محمد بن اسحٰق بخاری الکلابادی نے معانی اخبار میں دور تک بحث کرتے
ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اقدار کی تعظیم جہاں نماز میں ہے وہاں
مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ میں بھی ہے چنانچہ انہوں نے حدیث پاک
حبب الی من دنیاکم تمہاری دنیا میں مجھے خوشبو
الطیب والنساء اور عورت سے محبت ہے۔

اس کی شرح میں فرمایا ہے طیب میں روحانیوں (فرشتوں) کے
حق کی ادائیگی ہے کیونکہ فرشتوں کو دنیا میں صرف خوشبو ہی محبوب
ہے اور عورتوں کی محبت سے مراد ان کے ساتھ حسن معاملہ ہے [۱]۔

سورۂ لقمان اسی دور کی سورتوں میں سورۂ لقمان ہے اس میں
حضرت لقمان کی زبان سے ان کے بیٹے کو جو نصیحتیں
ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا:۔

۱۔ اے بیٹے! خدا کا شریک مت بنا کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے
۲۔ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے
۳۔ ماں باپ اگر تمہارے اوپر دباؤ ڈالیں تب بھی خدا کا شریک نہ بناؤ

[۱] تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب مذہب مختار شرح معانی الاخبار

اور اسی شخص کے راستہ کی اتباع کرو جس کا راستہ میری طرف لوٹ کر آرہا ہے۔

۴۔ اے بیٹے! اگر ذرہ بے مقدار کی برابر کوئی چیز کسی چٹان میں ہے یا آسمان و زمین میں کہیں پوشیدہ ہے اس کا بھی خدا کو علم ہے۔

۵۔ اے بیٹے نماز قائم کر۔ نیکی کا امر کر اور برائی سے روک اور مصیبت پر صبر کر۔ یہ بڑے پختہ امور ہیں

۶۔ لوگوں سے منہ موڑ کر بات نہ کر اور نہ زمین میں اکڑ کر چل اللہ تعالےٰ فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

۷۔ اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور آواز کو پست کر۔ سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔

ان نصائح کے بعد نہایت حکیمانہ انداز اور بلیغ پیرائے میں اللہ تعالےٰ نے اپنی توحید اور امور آخرت پر جو بیان کیا ہے وہ اتنا دل نشین ہے کہ جس کی تاثیر کو توڑا نہیں جا سکتا۔ ہاں یہ بات دیگر ہے کہ کسی کو ازلی بدبختی نے گھیر لیا ہو تو اس کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔

حضرت لقمان کون تھے؟ اس بارے میں اختلاف ہے لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان کی شخصیت عرب میں مشہور تھی۔ ان کے حکیمانہ اقوال مکہ میں سکہ رائج الوقت کی طرح مشہور اور رائج تھے۔ شعرا اپنے کلام میں ان کے نصائح کا ذکر کرتے تھے۔ ان کے مذکورہ بالا نصائح میں توحید الٰہی اس کی قدرت کاملہ، ماں باپ کے حقوق۔ ادائیگی صلوٰۃ۔ شریف اور بھلے انسان کی طرح چلنا اور بات کرنا وغیرہ ہیں یعنی اصلاح معاشرہ اور ماحول اور امور آخرت دونوں چیزوں کا ذکر ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ چیزیں زمانہ جاہلیت میں غیر معروف نہ تھیں یہ بات دیگر ہے کہ ان پر عمل نہ ہوتا ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مذکورہ امور انسانیت کے لئے بنیادی تعلیمات کی حیثیت ہر زمانہ

میں تسلیم کی گئی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت لقمان کی زبان سے یہ تعلیمات اور نصائح صرف نقل وعظ کے درجہ میں نہیں ہیں بلکہ اقتضائے یہ سب سے مطلوب ہیں آج بھی اور اس وقت بھی

نماز اور زکوٰۃ

طٰسٓ تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ	طٰسٓ۔ یہ آیات قرآن مبین کی
الْمُبِينِ هُدًى وَّبُشْرٰى	ہیں جو ہدایت اور بشارت
لِلْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يُقِيمُونَ	مومنین کے لئے ہیں جو نماز
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ	قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے
وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ	ہیں اور آخرت پر وہ
يُوقِنُونَ (النمل)	یقین رکھتے ہیں۔

یہ آیات سورۂ نمل کی ہیں جس کے بارے میں گذشتہ سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ سورۃ تمامہ مکی ہے بعض حضرات نے اس کی ان آیات کو مدنی قرار دیا ہے لیکن حضرت ابن عباس رضؓ حضرت زبیر رضؓ نے پوری سورت کو مکی قرار دیا ہے لہ اور یہی ظاہر ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ زکوۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے مکہ میں نہیں تو اس کے بارے میں ابن کثیر کا قول گذشتہ سطور میں کسی جگہ گذر چکا ہے علامہ سید محمود آلوسی نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔

ظاہر مذہب یہی ہے کہ اس جگہ زکوٰۃ سے مراد زکوۃ ہی ہے وہ زکوۃ نہیں جس کے ضوابط مدینہ میں مقرر ہوئے ؎۲۔

یعنی زکوٰۃ بحیثیت رکن اسلام مع اپنے تمام قوانین کے مدینہ میں فرض ہوئی لیکن بحیثیت مالی عبادت کے وہ مکہ میں بھی فرض تھی سورۂ سجدہ جو اسی دور کی سورتوں میں سے ہے اس میں مذکور ہے

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ — اور تباہی ہو مشرکین کی جو زکوٰۃ

لہ روح المعانی ص۱۵۵ ج ۱۹ ؎۲ ایضاً

لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ	ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت
بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ	کا بھی انکار کرتے ہیں۔

(حٰم السجدہ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا بھی بیان گذر چکا ہے اور ان آیات کے بارے میں تصریحات گذر چکی ہیں ظاہر وہی ہے جو حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی نے فرمایا ہے

فریضۂ اقامتِ دین | اسی دور کی سورتوں میں سورۂ شوریٰ ہے جس میں مذکور ہے

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ	مقرر کر دیا تمہارے لئے وہی
مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْ	طریقہ جس کی وصیت نوح کو کی
اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا	تھی۔ اسی کی آپ کی طرف وحی
بِہٖ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی	بھیجی ہے اور وصیت کی ہم اسی
وَعِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ	کی ابراہیم کو، موسیٰ کو، عیسیٰ
وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ	کو کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں
(شوریٰ)	تفریق پیدا نہ کرو۔

یعنی یہ دین قدیم ہے اسی دین کے ایک داعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ	تو کوئی نیا رسول نہیں
الرُّسُلِ (احقاف)	ہے۔

اقامت دین سے مراد کیا ہے؟ یہ ایک بہت معرکۃ الآراء بحث ہے اسی کے تحت مولانا مودودی صاحب نے حکومت الٰہیہ کا فلسفہ ترتیب دیا ہے ان کے نزدیک اقامت دین کا ترجمہ حکومت الٰہیہ ہے ان کے تمام لٹریچر کا خلاصہ یہی ہے چنانچہ اسی وجہ سے انہوں نے خلافت اور ملوکیت

ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو عہد رسالت کے بجائے عہد حکومت کہا ہے اس پر پوری بحث تو ہم نے اپنی کتاب سیرت اصحاب النبی میں کی ہے۔ اس جگہ اقامت دین سے مراد کیا ہے؟ صرف اسی کو بیان کرنا ہے۔ مولانا مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں بہت طویل بحث کی ہے چنانچہ تحریر فرماتے

اس فقرہ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ نے "قائم کنید" کیا ہے اور شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب نے "قائم رکھو دین کو" کیا ہے دونوں ترجمے درست ہیں

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں

دین قائم کرنے سے مراد کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ خود دین سے مراد کیا ہے جسے قائم کرنے اور پھر قائم رکھنے حکم دیا گیا ہے [1]

مولانا نے اس جگہ جو بحث کی ہے وہ بہت کمزور ہے اسجگہ ہمیں صرف ان کے مبالغہ سے اختلاف ہے وہ جہاں تبلیغ و اصلاح اور تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اقامت دین صرف یہی نہیں ہے تو ہمیں بھی یہ موقعہ دینا چاہیئے کہ ہم یہ عرض کریں کہ صرف نفاذ احکام ہی اقامت دین نہیں ہے اعتدال کی بات یہی ہے کہ عمل کرنا دعوت اور تبلیغ۔ اشاعت اور تعلیم۔ نفاذ احکام یہ سب اقامت دین کے اجزاء ہیں ان سب سے دین کے قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ بلکہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ پختہ بات یہ ہے کہ دین پر پورے پورے طور پر عمل کرنا مراد لیا جائے کیونکہ مقصود بالذات صرف عمل ہے اور عمل ہی حسن لعینہ ہے بقیہ دوسری چیزیں حسن لغیرہ ہیں یعنی بذات خود فی نفسہ وہ اتنی حسین نہیں ہیں۔ ان کا حسن ذاتی نہیں ہے لیکن چونکہ ان کے ذریعہ سے انسان ۔۔۔ عمل اختیار کرتا ہے۔ اس وجہ سے وہ سب طریقے

[1] تفہیم القرآن ص ۴۸۸ ج ۴

حسن لغیرہ ہیں مثلاً جہاد ہی کو لیجئے۔ دین کا بہت بڑا رکن ہے اقامت دین کے لئے اس کی بھی سخت ضرورت ہے وہ بھی حسن لغیرہ ہے ایسے ہی اگر کسی جگہ بغیر قوت اور سلطنت کے لوگ اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہو جائیں تو کیا اسکو اقامت دین نہیں کہا جائیگا۔ اس تمہید کے بعد قرآن پاک کی مذکورہ آیات کی طرف رجوع فرمائیے!۔

مذکورہ آیت میں پانچ انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے ان میں سے چار حضرات وہ ہیں کہ جنھوں نے کوئی حکومت قائم نہیں کی حکومت تو صرف حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کی تھی یا پھر مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اقتدار حاصل ہوا تھا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں اقتدار حاصل نہیں تھا لیکن اقامت دین کا کام مکہ میں بھی جاری رہا اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اقامت دین کا فریضہ انجام دیا۔ ان آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ	اسی کی آپ دعوت دیجئے اور
كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ	جیسا کہ آپ کو حکم ہوا ہے اس پر
اَهْوَآءَهُمْ	قائم رہئے ان کی خواہشات
(شوریٰ)	کے پیچھے نہ چلئے!

یعنی اوامر الٰہی پر کما حقہ عمل کرنا اور پھر لوگوں کو عمل کی دعوت دینا یہ اقامت دین ہے البتہ اگر لوگ عمل میں کوتاہی کریں یا انکار کریں اور مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو جائے تو پھر جہاد بھی ہے اور نفاذ احکام بھی ہے۔ لیکن اگر اقتدار حاصل نہ ہو تو کیا اقامت دین ممکن نہیں؟ اسکو ہم تسلیم نہیں کرتے علامہ ابوالسعودؒ نے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا ہے:۔

اقامت دین سے مراد ارکان دین کی ادائیگی اور ان کی حفاظت ہے[1]

---

[1] تفسیر کبیر صہ ۱۴۹۳ ج ۷

یہ ہے اقامت دین۔ یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اپنی مراد کے وہ معنی متعین کئے جائیں جو اپنا جی چاہے اور اس پر کوئی خارجی شہادت نہ پیش کی جائے۔ مولانا مودودی صاحب کے علم کی ہم قدر کرتے ہیں لیکن اسی حد تک کہ معقولیت کے ساتھ منقولیت کو بھی وہ اختیار کریں لیکن ان کی وہ تحقیق جو نقل شرعی سے خالی ہے اور تنہا ان ہی کی فہم کے سہارے کھڑی ہے تو ہم ادب کے ساتھ عرض کرینگے

نحن رجالٌ وھم رجال ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں

اسلئے نقل شرعی کی تائید جس کو حاصل ہو اسی کی بات حق ہے ورنہ باطل اور دیوار سے مار دینے کے قابل ہے

احکامات

نماز اور قربانی

اسی دور کی سورتوں میں سے سورۂ کوثر بھی ہے (اور یہی جمہور کا مسلک ہے جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے)

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ نماز پڑھ اپنے رب کے لئے اور قربانی کر۔
(الکوثر)

جن حضرات نے اس سورت کو مدنی قرار دیا ہے (اگرچہ جمہور نے اسکو قبول نہیں کیا) ان کے نزدیک تو معنی ظاہر ہیں لیکن جن حضرات نے اس سورت کو مکی قرار دیا ہے ان سب حضرات کا ظاہر مسلک یہی ہے کہ نماز سے مراد نماز ہی ہے اور نحر سے مراد قربانی ہے کیونکہ مشرکین مکہ بتوں کے لئے قربانی کرتے تھے[1] لیکن نماز سے مراد نماز مفروضہ نہیں ہے کیونکہ نماز لیلۃ المعراج میں فرض ہوئی

---

[1] تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود

تھی اور فرضیت صلوٰۃ سے بھی پہلے مسلمان نماز پڑھتے تھے اسی نماز کو خالص رب کے لئے ادا کرنے کا حکم ہے۔ قربانی سے مراد کیا ہے؟ امام فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے مشرکین کی عادت تھی کہ وہ پہلے منیٰ میں قربانی کرتے تھے اور بعد میں مزدلفہ میں نماز پڑھتے تھے۔ حضور کو مشرکین کی عادت کے خلاف حکم دیا ہے کیونکہ ادائیگی حج (حسب درجہ میں بھی ہو) فرضیت حج سے پہلے بھی تھی۔ قریش بھی حج کرتے اور مسلمان بھی حج کرتے تھے یہ بات دیگر ہے کہ حج کو رکن اسلام کی حیثیت بعد میں دی گئی [1]۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے نحر سے مراد عقیقہ لیا ہے وہ فرماتے ہیں عقیقہ بھی قربانی ہے [2] یہاں تک تو آیت کے ظاہری معنیٰ ہیں اس کے علاوہ دوسرے معنیٰ: ۱۔ رفع الیدین ۲۔ سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنا۔ ۳۔ قبلہ کیطرف کو منھ کرنا۔ ۴۔ قعدہ میں بیٹھنا اور دیگر بہت سے معنیٰ اس جگہ تفسیر ابن کثیر میں بھی ذکر کئے ہیں اور تفسیر کبیر میں بھی وہاں تفصیل دیکھی جائے۔ وہ سب تاویلات ہیں۔ بعض احادیث بھی ذکر کی گئیں ہیں لیکن وہ احادیث بہت منکر اور موضوع ہیں [3] ظاہری معنی وہی ہیں جو اوپر ذکر کئے جا چکے ہیں حافظ عماد الدین نے اس معنی کی تفسیر میں آیت سے بھی استدلال کیا ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ	فرما دیجئے میری نماز قربانی اور
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ	میرا مرنا اور جینا اللہ رب العالمین
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	ہی کے لئے ہے۔

ویسے نحر لغت میں اونٹ کے ذبح کرنے کو کہتے ہیں عام طور پر حج کے زمانے میں بدنہ اونٹ ہی کو بنایا جاتا تھا لیکن اردو زبان میں قربانی سے مراد بقرعید کو جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کو قربانی کہتے ہیں عربی میں اسی کا نام اضحیہ ہے اس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

---

[1] تفسیر کبیر [2] تفسیر فتح ۱۰. نیز زاد المعاد ص۲۹۳ ج ۲ [3] تفسیر ابن کثیر ص۵۵۸ ج ۴

سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ — تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے

دسویں ذی الحجہ کو قربانی کرنا یہ سنت ابراہیمی ہے جو زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے اس کی شرعی حیثیت واجب یا سنت اور اس کے حدود اور شرائط (انصاب وغیرہ ہونا) یہ مدینہ منورہ میں ہوا جس کا ذکر آئندہ آئیگا۔ امام فخر الدین رازی نے بیان فرمایا ہے :-

اسی آیت سے علمائے احناف نے استدلال کیا ہے کہ قربانی واجب ہے کیونکہ حضور ص نے اس کو کیا ہے اور نص کے بموجب آپ کی اتباع واجب لیکن اس کے باوجود چونکہ حضور ص نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ تین چیزیں مجھ پر واجب ہیں تم پر نہیں۔ صلوۃ ضحیٰ، قربانی ۔ وتر [1]

اس جگہ صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ قربانی (اضحیہ یا عقیقہ) اس کی اصلیت کیا ہے۔ عقیقہ کے بارے میں گذر چکا ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اسلام میں اصلاح کر کے اس کو داخل کر لیا گیا

عقیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے اپنی اولاد کا عقیقہ کیا ہے چنانچہ محمد بن عمر عن عمرو بن سلمہ الهذلی۔ عن سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم رض کہتے ہیں کہ سلمیٰ۔ صفیہ بنت عبد المطلب کی آزاد کردہ لونڈی حضرت خدیجہ رض کی زچگی کے زمانہ میں دائیگی کا کام کرتی تھی وہ کہتی تھیں کہ حضرت خدیجہ رض اگر لڑکا پیدا ہوتا تو دو بکریوں کا اور لڑکی پیدا ہوتی تو ایک بکری کا عقیقہ کیا کرتی تھیں [2]، اور بعثت کے بعد بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا؛ ساتویں دن عقیقہ کیا کرو اور بچہ کا نام رکھ دیا کرو۔ آپ نے حضرت حسن رض اور حضرت حسین رض کا عقیقہ کیا ہے، روایت ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک بکری ذبح کی اور یہ بھی روایت

---

[1] تفسیر کبیر صہ ۱۷۱ ج ۸ [2] طبقات کبیر صہ ۱۲ ج ۱

ہے کہ دو بکریاں ذبح کیں. لوگ بچوں کو آپ کی خدمت میں لاتے اور آپ چھوہارا چبا کر لعاب دہن اس کے تالو سے لگا دیتے تھے اور دعا برکت فرماتے تھے [1]

عقیقہ کے بارے میں متعدد روایات ہیں جنکو حضرت علی رض، حضرت ابن عباس رض، حضرت عائشہ رض، حضرت ابن عمر رض، حضرت ام کرز، حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رض نے روایت کیا ہے یہ سب روایات سنن ابی داؤد میں موجود ہیں۔

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول عن الغلام شاتان مکافیتان وعن الجاریۃ شاۃ. رواہ ابوداؤد	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکری برابر کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری

ابوداؤد نے کہا ہے کہ امام احمد نے فرمایا. مکافیتان کے معنی برابر کے ہیں [2]

خود اپنا عقیقہ کرنا حضرت انس رض نے روایت کیا. ہے کہ حضور نے نبی ہونے کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا ہے اس کو ابوداؤد نے دو سند سے روایت کیا ہے، اس حدیث کے بارے میں امام احمد نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن محرز ہے جو ضعیف ہے اور منکر بھی ہے [3] علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا عقیقہ کرنا ماں باپ کی سنت ہے بچہ کی نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے [4]

حقیقت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضور کو اپنا عقیقہ کرنے کی نوبت اس وقت آتی جب آپ کے دادا نے عقیقہ نہ کیا ہوتا. اسی کی طرف علامہ بدرالدین نے اشارہ دیا ہے دیگر بات یہ ہے کہ عقیقہ کرنا ساتویں

---

[1] رسالۃ التاب صفحہ ۳۵۷ ج ۲ [2] زاد المعاد صفحہ ۲۹۴ ج ۲ [3] ایضاً
[4] او جسنر صفحہ ۲۰۷ ج ۴

دن سنت ہے اس کے بعد تو اس کے استحباب میں بھی اختلاف ہے علامہ ابن قیم نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور نے حضرات حسنین کا عقیقہ کرنے کے بعد حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمایا ان کے پائے دایہ کے یہاں بھیج دو اور باقی گوشت خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ اور اس کی ہڈیاں نہ توڑو[1]!

واللہ اعلم بالصواب۔ حدیث کی حیثیت بظاہر قوی نہیں ہے کیونکہ عقیقہ کے گوشت کا حکم وہی ہے جو قربانی کے گوشت کا حکم ہے

ذبیحہ کا حکم جانور کو اللہ کا نام لیکر ذبح کرنا۔ یہ حکم بھی قبول ایمان کے ساتھ ہی ہے یعنی جس دن سے آپ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اسی دن سے کافروں کے ذبیحہ کی ممانعت ہے اور اسی دن سے جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے۔ سورۂ کوثر کی تفسیر میں صاحب تفسیر مدارک نے وانحر کے تحت اسی طرف اشارہ کیا ہے ذبیحہ کے بقیہ احکام آئندہ آئینگے

ایمان ابوطالب اس مسئلہ کا تعلق اسلامی احکامات سے نہیں اسلامی لٹریچر میں یہ مسئلہ عہد تابعین کے بعد داخل ہوا ہے چنانچہ فقہ اکبر میں امام ابو حنیفہؒ نے ایمان ابی طالب اور ایمان والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل نہیں کیا بلکہ ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی فقہ اکبر میں ہے[2] جمہور امت چونکہ کفر ابو طالب پر متفق ہیں ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

اِنَّ عَمَّكَ الشَّيخَ الضَّالَ قَدْ مَاتَ ‏ — آپ کے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا۔

اس کو حضرت علی رضؓ نے روایت کیا ہے اسی وجہ سے علامہ سید جمال حسینی

---

[1] زاد المعاد صـ۲۹۶ ج ۲ [2] حیات امام اعظم ابو حنیفہ صـ۲۹۶

نے تحریر فرمایا ہے کہ کفر کے چار درجہ ہیں۔ کفر انکار، کفر نفاق، کفر جحود کفر عناد۔

کفر انکار یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو دل سے شناخت کرے اور نہ زبان سے اقرار کرے۔

کفر جحود یہ ہے کہ دل سے تو شناخت کرے لیکن زبان سے اقرار نہ کرے جیسا کہ کفر ابلیس، کفر یہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا — جب ان کے پاس ان کا پہچانا

كَفَرُوا بِهِ (الآیۃ) — ہوا آیا تو اس کا انکار کر دیا۔

یہاں کفر سے مراد کفر جحود ہے۔

اور کفر نفاق سے مراد یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے لیکن دل سے تسلیم نہ کرے اور کفر عناد یہ ہے دل سے بھی مانے اور زبان سے بھی اقرار کرے لیکن اس کے باوجود تسلیم و انقیاد نہ ہو۔ کفر ابو طالب اسی قسم سے ہے انہوں نے اپنے شعر میں کہا ہے۔

لقد علمت بان دین محمدٍ ⁂ من خیر ادیان البریۃ دیناً

لولا الملامۃ اوحذار مسبۃٍ ⁂ لوجدتنی سمحًا بذاک مبینًا

کفر کی یہ چاروں قسمیں برابر ہیں۔ اگر کسی آدمی کا ان میں سے کسی پر انتقال ہوا تو خدا کو اختیار ہے وہ اگر نہ چاہے تو مغفرت نہ ہوگی [۱]

کافر کی میت جناب ابوطالب کی وفات اسلام میں پہلا واقعہ تھا ان کے بیٹے حضرت علی رض مسلمان تھے۔ انہوں نے ہی آکر حضور ؐ کو خبر دی تھی کہ آپ کے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا ہے اس پر حضور ؐ نے ارشاد فرمایا:-

---

[۱] سیرت رسالت مآب ص۹۶ ج ۱

جاؤ ان کو دفن کردو اور جب تک میرے پاس نہ آنا اس وقت تک مجھ سے کچھ نہ بتلانا یا اس وقت تک کچھ نہ کرنا حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے تدفین سے فراغت کے بعد کیفیت بیان کی تو آپ نے مجھے حکم دیا اور اس کے مطابق میں نے غسل کیا تو حضورؐ نے میرے لئے ایسی دعائیں کیں کہ خواہ کیسی ہی چیز پیش کی جائے مگر جتنی مسرت ان دعاؤں سے مجھے ہوئی اتنی مسرت کسی چیز سے نہ ہوتی [1]

ایک روایت یہ ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے جنازے کے ساتھ جا رہے تھے اور فرما رہے تھے اے چچا! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا اور میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی [2]

بہرحال ان روایات سے تین چیزیں ثابت ہیں اول یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا کوئی کافر رشتہ دار مر جائے تو مسلمان اس کی تجہیز و تکفین (یعنی غسل دینا اور کفن دینا) کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کافر کے جنازے کے ساتھ (جبکہ وہ قریبی عزیز ہو) جانا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ کافر کی میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا جائز ہے۔ وفات ابی طالب سے اسلام کے ان تینوں احکام کی تاریخ اور اصلیت ظاہر ہے صاحب درمختار نے بیان فرمایا ہے:-

یغسل المسلم ویکفن و	کافر رشتہ دار کی میت کو مسلمان
یدفن قریبہ من غیر	غسل دے اور کفنائے اس میں سنت
مراعاۃ السنۃ فیغسل	کی رعایت نہیں ہے ایسے غسل
غسل الثوب النجس و	دے جیسے ناپاک کپڑے کو غسل

---

[1] طبقات کبیر ص ۱۸۱ ج ۱ [2] سیرت رسالتمآب ص ۶۶ ج ۱

یلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ [1] دیتے ہیں اور کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈالدے

صاحب بدائع نے فرمایا ہے کہ کافر کو غسل دینا واجب نہیں ہے کیونکہ غسل کرامت کی وجہ سے ہے اور کافر اس کا اہل نہیں ہے [2]۔ یعنی ضروری نہیں ہے لیکن اگر کہیں ایسا موقعہ پیش آجائے تو اس کا طریقہ ذکر کیا جاچکا ہے غزوہ بدر کے موقعہ پر مشرکین کی میت کو ویسے ہی گڑھے میں ڈال کر مٹی پھیر دی گئی تھی ان ہی مرنے والوں میں حضرت ابو حذیفہ رضؓ کا باپ عتبہ بن ربیعہ بھی تھا اس کی لاش کو گھسیٹ کر ویسے ہی ڈالدیا اور اس وقت حضرت ابو حذیفہ بھی موجود تھے [3]

چونکہ مردہ کی لاش جب تک اسکو غسل نہ دیا جائے ناپاک ہوتی ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو اسی وجہ سے غسل سے پہلے لاش کے پاس قراءۃ قرآن جائز نہیں ہے۔ میت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کے لئے مستحب قرار دیا ہے کہ وہ بھی غسل کرلے [4] (تاکہ ناپاک پانی کی چھینٹیں جو آگئیں ہیں ان سے خود بھی پاک ہوجائے) اس استحباب کی اصلیت اور تاریخ حضرت علی رضؓ کے مذکورہ واقعہ سے ثابت ہورہی ہے واللہ اعلم بالصواب

نماز جنازہ حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ ان کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی کیونکہ اسوقت تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ان کو ایک چادر میں کفن دیکر دفن کردیا گیا تھا صلوۃ جنازہ مدینہ منورہ میں مشروع ہوئی تھی اس کی تمام کیفیات آئندہ سطور میں بیان کی جائیگی

بیعت اسلام میں بیعت کا مسئلہ سب سے پہلے بیعت عقبۂ اولیٰ

---

[1] درمختار ص۵۹۷ ج۱ [2] ردالمحتار ص۵۹۷ ج۱ [3] سیرت رسالتمآب ص۱۵۷ ج۱ [4] مراقی الفلاح ص۳۱۲ ج۱

سے سامنے آتا ہے۔ یہ ایک دینی معاہدہ اور اقرار ہوتا ہے جو دین پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات کو بجالانے کے لئے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں سے بیعت لینا بہت احادیث سے ثابت ہے اور قرآن پاک سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے سطور ذیل میں اس پر کلام کیا جارہا ہے

بیعت عقبہ اولیٰ کے بارے میں حضرت عبادہ بن الصامت رض نے تو اس قدر روایت کیا ہے۔

بایعنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علے السمع و الطاعۃ فی العسر والیسر[۱]	ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سمع اور طاعت پر آسانی اور تنگی ہر حال میں بیعت کی۔

علامہ واقدی نے طبقات کبیر میں اس کے لئے بیعت خواتین کے الفاظ نقل کئے ہیں یعنی :-

ہم شرک نہ کرینگے۔ چوری نہ کرینگے۔ زنا نہ کرینگے۔ قتل اولاد نہ کرینگے کسی پر بہتان نہ باندھینگے۔ کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کرینگے[۲]

یہ وہ امور ہیں جو تمام مذاہب میں برے مانے جاتے ہیں اور زمانہ جاہلیت میں جو حنیف تھے ان کو برا جانتے تھے۔ الفاظ بیعت سے خود ظاہر ہے کہ اس وقت معاشرہ میں عمومیت کے ساتھ لوگ ان عیوب میں مبتلا تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف وفود اور افراد سے بیعت لی ہے اور مختلف چیزوں کا عہد لیا ہے۔ خاص طور سے ان چیزوں کا جو برائیاں کسی فرد یا قبیلہ میں پائی جاتی تھیں۔

مذکورہ برائیوں کو نہ کرنے کا جو عہد لیا گیا ہے وہ صرف ان کی حرمت کی طرف اشارہ کر رہا ہے لیکن اگر کوئی عہد کے باوجود ان کا مرتکب ہوجائے اس سے سکوت ہے وجہ ظاہر ہے ارتکاب کی صورت میں حدود

---

[۱] شرح مواہب ص ۳۱۴ ج ۱ [۲] طبقات کبیر ص ۳۲۶ ج ۱

قائم کرنا یہ کسی اقتدار کو متقاضی ہے اور اس وقت اقتدار حاصل نہیں تھا جب اقتدار ہو گیا تو ان کے احکامات نازل کئے گئے اس جگہ ہمیں صرف انکی تاریخی حیثیت اور مذہبی اصلیت بیان کرنی تھی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کی حرمت قدیم ہے واللہ اعلم بالصواب۔

نماز جمعہ جمعہ کا قیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ۱ہجری نبوی میں ہو چکا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے،

"اس امت کے لئے جمعہ کے دن کی تخصیص یہ ہے کہ تمام ملتوں میں عرب و عجم میں ہفتہ میں ایک دن مخصوص تھا اللہ تعالیٰ کو جب تمام عالم میں اشاعت صلوۃ مقصود ہوئی تو اس کے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرمایا تاکہ کسی کو محرومی نہ رہے۔ اس کا انکشاف پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صحابہ کو مدینہ منورہ پہونچنے سے پہلے ہوا اور انہوں نے آپ کی آمد سے پیشتر جمعہ ادا کرنا شروع کر دیا تھا اتفاق سے یہ انتخاب وحی الٰہی کے عین مطابق ہو گیا۔ اور یہود و نصاریٰ سے اپنے انتخاب میں غلطی ہوئی کہ انہوں نے ہفتہ اور اتوار کو منتخب کر لیا اور اللہ تعالےٰ نے ہمیں جمعہ کے دن کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائی اور یہود و نصاریٰ اس سے محروم رہے[1]

ابن بطال فرماتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ پر جمعہ کا دن فرض تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ایک دن منتخب کرنے کا اختیار دیا تھا ان سے انتخاب میں غلطی ہو گئی اور علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ ان پر فرض تو جمعہ کا دن ہی کیا تھا لیکن اپنی اختلاف پسند عادت کی بناء پر مختلف ہو گئے ابن ابی حاتم نے ایک روایت نقل کی ہے

---

[1] حجۃ اللہ ص۲۸ ج ۲

ان اللہ فرض علیہم الجمعۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے یہود پر جمعہ فرض کیا تھا
فابوا [1] مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

ابن اسحق نے محمد بن ابی امامہ کی سند سے حضرت کعب بن مالک کی روایت اسطرح نقل کی ہے کہ میں ابی حسین کے ساتھ اس وقت جا رہا تھا جب ان کی آنکھیں بیکار ہو گئی تھیں میں ان کے ساتھ ایک دن جمعہ کے لئے حاضر ہوا جب انہوں نے جمعہ کی اذان سنی تو اسعد بن زرارہ رض کے لئے دعا مغفرت کی میں نے متعدد بار ان سے یہی سنا تو ایک بار ان سے دریافت کیا:

والد محترم! جب آپ جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ رض کے لئے استغفار کرتے ہیں اس کے متعلق کچھ بتلائیے! فرمایا بیٹے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے قبل انہوں نے ہمیں جمعہ کے لئے جمع کیا۔ میں نے ان سے دریافت کیا اسوقت تمہاری تعداد کیا تھی؟ فرمایا چالیس مرد۔

بیہقی نے کہا ہے کہ محمد بن اسحق جب کسی روایت کی سماعت ذکر کریں اور راوی ثقہ ہو تو وہ روایت سند کے اعتبار سے درست ہے اور یہ حدیث حسن ہے اور سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ علامہ ابن قیم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن کی ابتدا یہ ہے کہ جب حضور م مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ قبا میں قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے ابن اسحق نے کہا ہے کہ یہاں آپ کا قیام پیر، منگل، بدھ کو رہا۔ جمعرات کے دن یہاں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور جب جمعہ کا دن آیا تو آپ یہاں سے تشریف لے گئے اور جمعہ کی نماز کا وقت آپ کو بنی سالم بن عوف میں ہو گیا تو وہاں آپ نے بطن وادی میں جو مسجد ہے اس میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ یہ پہلا جمعہ ہے جو آپ نے مدینہ منورہ میں ادا کیا اور یہ مسجد نبوی کی بنیاد سے قبل کی بات ہے۔ اور ابن اسحق نے کہا ہے کہ یہ پہلا خطبہ تھا جو آپ نے

یہاں دیا تھا [1]

خطبہ جمعہ اسلامی تعلیمات کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ہر اجتماع خصوصی یا کسی موقعہ پر خطبہ ہے۔ مثلاً نکاح جمعہ، عیدین، مناسک حج کے موقعہ پر مختلف اوقات میں خطبات ہیں ان خطبات کی حیثیت بعض کی سنت بعض کی واجب اور بعض کی شرط کی ہے ان خطبات کو مختلف وجوہ کی بنا پر عبادت کا مقام دیدیا گیا ہے بعض اجتماعات ایسے بھی ہیں کہ عذر اور حرج کی بنا پر اور دیگر مصالح کے پیش نظر خطبہ مشروع نہیں کیا گیا مثلاً جماعت نماز پنجگانہ وغیرہ

نماز جمعہ کے لئے سب سے پہلا خطبہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دیا تھا وہی ہے کہ جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ خطبہ کس کو کہتے ہیں جس سے ادائیگی شرط ہو جائے۔ اس بارے میں ائمہ کرام نے تو ذکر طویل (جس کو عرف میں خطبہ کہا جائے) کو خطبہ قرار دیا لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان رضہ کے خطبہ سے استدلال کرتے ہوئے مطلقاً "ذکر" کو خطبہ قرار دیا ہے [2] اس کے علاوہ خطبہ کے لئے کھڑا ہونا، طہارت اور دو خطبہ ہونا یہ سب امور حضور صلعم سے ثابت ہیں اور متوارث ہیں اور ان پر اجماع بھی ہے۔ جمعہ کے دیگر احکام غسل، اذان جمعہ وغیرہ ان کا ذکر ہم بعد میں کرینگے۔

جمعہ کے لئے وقت اور تعداد جمعہ کے لئے وقت بعد زوال ہے جیسا کہ واقعہ ہجرت میں مذکور ہو چکا ہے۔ انعقاد جمعہ کے لئے تعداد امام شافعی صاحب رح کے نزدیک چالیس آزاد مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ حدیث کعب بن مالک

---

[1] زاد المعاد ابن قیم ص ۱۰۱ جمعہ کے دونوں خطبے ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کئے ہیں

[2] عینی شرح ہدایہ ص ۹۹۴ مطبوعہ نول کشور۔

میں مذکور ہے اس کے علاوہ امام شافعی صاحبؒ نے حدیث جواثی سے بھی استدلال کیا ہے امام شافعی صاحب رح کے علاوہ تعداد کے بارے میں دیگر ائمہ کرام کے اقوال بھی موجود ہیں جن کی تعداد کم وبیش چودہ ہے لیکن اس بارے میں بعض محدثین نے مختلف احادیث کی وجہ سے امام شافعی صاحبؒ کے قول کو زیادہ اہمیت دی ہے مثلاً:۔

۱۔ وہ حدیث جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اس کو ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث دو وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔

ا۔ امام بیہقی نے اس واقعہ کو قبل قدوم مبارک قرار دیا ہے۔

ب۔ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ چالیس سے کم پر جمعہ منعقد نہ ہوگا۔

۲۔ دوسری حدیث حضرت جابر رض سے مروی ہے۔

مضت السنة ان فی کل	یہ سنت ماضیہ ہے کہ ہر چالیس
اربعین فما فوقها جمعة	یا اس سے زیادہ پر جمعہ ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ جواثی میں حضرت عمر رض کی اجازت سے جمعہ قائم کیا گیا۔

وفیها اربعون رجلاً	اور وہاں چالیس آدمی رہتے تھے

۴۔ حضرت ابوامامہ رض نے روایت کیا ہے

لاجمعة الاباربعین	چالیس سے کم پر جمعہ نہیں ہے
۵۔ اذا اجتمع اربعون فعلیهم	جب چالیس آدمی جمع ہو جائیں
الجمعة	تو ان پر جمعہ ہے۔

لیکن محدثین نے ان احادیث پر نقد کیا ہے امام نووی رح نے حدیث جابر رض کو ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے اور یہی حال حدیث ابی ہریرہ رض کا ہے اور حدیث ابی امامہ رض موضوع اور بے اصل ہے اور یہی حال حدیث ۵ کا ہے۔ رہی یہ بات کہ چالیس سے

کم تعداد سے جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی ؟ اس بارے میں آخری اور فیصلہ کن قول وہ ہے جو سورۂ جمعہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ ملک شام سے تجارتی قافلہ آنے پر بعض صحابہ رضؓ آپ کو کھڑا چھوڑ گئے تھے۔ اس کو حضرت جابر رضؓ نے بھی روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ بارہ آدمیوں کے علاوہ سب چلے گئے تھے چنانچہ ابوبکر رازی نے فرمایا ہے کہ بارہ آدمی رہ جانے کے باوجود آپ نے جمعہ ترک نہیں کیا تھا اور یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ صحابہ رضؓ چلے جانے کے بعد پھر واپس آ گئے تھے۔ امام بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ چالیس حضرات باقی رہ گئے تھے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور کم از کم بخاری و مسلم کے درجہ کی نہیں ہے لہذا روایتی اعتبار سے ان کمزوریوں کے ہوتے حنفیہ کا مسلک روایتی اور درایتی اعتبار سے زیادہ مضبوط اور قرین قیاس ہے کیونکہ شریعت کا عام حکم یہ ہے کہ کم از کم دو اور تین کو اجتماعیت کا درجہ حاصل ہے اور اس کے نظائر متعدد اور بکثرت احکامات میں موجود ہیں اور نصوص سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم [1]

سب سے پہلا خطبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے سلمہ بن عبدالرحمٰن کی روایت پہونچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو ایسی بات کہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہ فرمائی ہو۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اپنے لئے آگے نیکی بھیجو! جان لو خدا کی قسم تم میں سے ہر ایک پر اچانک موت آ پڑے گی

---

[1] عینی شرح ہدایہ ص ۹۹۷ مطبوعہ نولکشور

پھر وہ اپنی بکریوں کو بلائے گا تو اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ اس سے فرمائے گا جس کا نہ کوئی ترجمان ہے اور نہ حاجب ہے جو رکاوٹ ہو کیا تیرے پاس میرا رسول نہ آیا تھا۔ کیا میں نے تجھے مال نہ دیا تھا اور تجھ پر اپنا فضل نہ کیا تھا پھر تو نے اپنے لئے آگے کیا بھیجا۔ پھر وہ شخص دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے کچھ نظر نہ آئیگا پھر آگے دیکھے گا تو بجز دوزخ کے کچھ نہ دکھائی دیگا۔ لہذا جو بھی اپنا چہرہ دوزخ سے بچا سکے اگرچہ چھوہاروں کے ریشہ کی برابر کیوں نہ ہو اس کو گریز نہ کرنا چاہیئے! اور جس سے یہ بھی نہ ہوسکے تو اچھی بات ہی سہی جس کا بدلہ دس گنے سے سات سو گنے تک دیا جائیگا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

اس کے بعد آپ نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور شرارت نفس اور اس کے برے اعمال سے اس کی پناہ مانگتا ہوں جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز خدا کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بیشک بہترین بات اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے وہ کامیاب ہے جس کے دل کو اللہ تعالےٰ نے زینت بخشی اور کفر کے بعد اسکو اسلام میں داخل کیا اور اس نے لوگوں کی باتوں کے

مقابلہ میں اللہ کی باتوں کو اختیار کیا کیونکہ یہ ابلغ ترین کلام ہے لہذا جس کو اللہ محبوب رکھے تم بھی محبوب رکھو اور اپنے پورے دل کو اللہ کی محبت کے لئے وقف کردو! اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے نہ اکتاؤ اور تمہارے قلوب اس کے لئے کھوئے ہوئے نہ ہوجائیں کیونکہ اللہ تعالٰے نے اسے بہترین اعمال اور اچھی باتوں کا نام عطا کیا ہے اور اس میں تمام حلال اور حرام موجود ہیں لہذا تنہا خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اس سے ایسا ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اپنے منہ کی نیک ترین باتوں سے اس کی تصدیق کرو۔ اللہ کی رحمت سے آپس میں محبت کرو اللہ تعالٰے عہد توڑنے سے ناراض ہوتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماخوذ از سیرت خیر العباد ترجمہ زاد المعاد از قلم بندہ غفرلہ۔ اس حدیث پر جو تنقید و تبصرہ ہم نے کیا ہے وہ ہماری کتاب سیرت خیر العباد میں ملاحظہ فرمائیں

مکی سورتوں کا دورِ آخر

سنہ ۱۲ تا سنہ ۱۳ نبوی

تاریخی حالات اور پس منظر

مکی سورتوں کا دورِ آخر

نمبر شمار	سورۃ	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۱	یٰسٓ	سنہ ۱۲ یا سنہ ۱۳ نبوی	قسم کھا کر حضور کی رسالت کی تصدیق قرآن پاک کے نزول کی غرض وغایت کافروں کو ظلم وستم سے ڈرانا اس بارے میں کافروں کو بار بار ڈرایا گیا، توحید الٰہی انسانی کمالات کا ذکر اور بعض انبیاء علیہم السلام کے حالات اور دعوت کو زور دار طور پر پیش کیا گیا ہے
۲	بنی اسرائیل	سنہ ۱۲	واقعہ معراج، اسراء کا ذکر، بنی اسرائیل کا ذکر فرما کر کافروں کو تنبیہ اور قرآنی دعوت قبول کرنے کی تلقین انسانوں کی سعادت و شقاوت، مبداء و معاد کا ذکر، توحید الٰہی نبوت پر دلائل، اخلاقیات کی تعلیم یعنی عبادت اللہ والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک مسکین اور مسافروں کی امداد، فضول خرچی کی مذمت قتل اولاد کی مذمت، زنا سے روک، قتل سے روک مال یتیم سے روک، پورا تولنے کی تلقین وغیرہ، دعوت سے اعراض پر تنبیہ، قصہ آدم، ہجرت کی طرف اشارہ اقامت صلوۃ، قرأت قرآن، صلوۃ تہجد کی تلقین وغیرہ
۳	یونس	سنہ ۱۳ نبوی	توحید الٰہی اور عقیدہ آخرت پر دلائل، غلط فہمیوں کا ازالہ غفلت پر تنبیہ، رسالت پر شکوک اور شبہات کا ازالہ آخرت کی زندگی کے لئے تلقین انسانی فطرت

نمبر شمار	سورۃ	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
			کی عکاسی، کمال درجے کے مواعظ بعض انبیاء کے حالات اور مسلمانوں کو ہجرت کیطرف اشارے
۴	ہود	سنہ ۱۳ نبوی	مذکورہ مضامین صرف طرز بیان بدلا ہوا ہے
۵	یوسف	سنہ ۱۳ نبوی	قرآن پاک کی حقانیت۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے تفصیلی حالات بتلا کر کافروں کو تنبیہ، حضور کو تسلی اور آئندہ عروج حاصل ہونے کی طرف اشارہ
۶	انعام	سنہ ۱۳ نبوی	ابطلان شرک، عقیدہ آخرت کی دعوت، توہمات جاہلانہ کی تردید، اخلاقیات کے بڑے بڑے اصول حضور کو اور مسلمانوں کو تسلی، انکار اور اعراض پر معذب قوموں کے حالات بتلا کر تنبیہ، آخرت والی زندگی اختیار کرنے کی ترغیب۔ حضرت ابراہیم کی اپنی قوم کو توحید کی دعوت اور اس پر دلائل اور متعدد انبیاء کا تذکرہ کے بعد حضور کی رسالت پر دلائل، زکوۃ شرعیہ یعنی ذبیحہ کا ذکر، حرام نہ کھانے کی تلقین، مراسم جاہلیت کی تردید اور مذکورہ بالا اخلاقیات کے موٹے موٹے اصول
۷	النحل	سنہ ۱۲ یا سنہ ۱۳ نبوی	سورۂ انعام کے آخری جزو کے علاوہ مضامین میں مماثلت ہے
۸	ابراہیم	سنہ ۱۲ نبوی	کافروں کو انکار دعوت اور دعوت کے ناکام کرنے کی تدبیروں پر فہمائش، کفار قریش کو سخت توبیخ قوم موسیٰ و فرعون کے حالات رسولوں کو ہجرت پر مجبور کر دینے والے حالات مومنین کا انجام خوش، کافروں کا انجام بد، دعائے ابراہیم۔

نمبر شمار	نام سورت	سن نزول تقریباً	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۹	المومنون	سنہ ۱۲ نبوی	اتباع رسول کی دعوت، انسان زمین اور آسمان کی پیدائش کا ذکر، انبیاء کے حالات
۱۰	العنکبوت	سنہ ۱۳ نبوی یا سنہ ۱ ہجری	ظلم و ستم پر مسلمانوں کو استقامت کی تلقین اور ہجرت کے لئے اشارہ کافروں کے مظالم پر سخت نکیر، انبیاء پر مظالم کی داستانیں۔
۱۱	المطففین	سنہ ۱۳ یا سنہ ۱ ھ	کم تولنے اور کم ناپنے پر تہدید و توبیخ، آخرت کی دعوت اور کافروں کا انجام بد مومنین کا انجام خوش
۱۲	الرعد	سنہ ۱۳ یا سنہ ۱ ھ	دعوت رسول کی تصدیق۔ مبداء و معاد، آخرت توحید الٰہی پر دلائل۔

نوٹ:۔

جن سورتوں میں ہجرت کی طرف اشارے ہیں وہ سورتیں بول رہی ہیں کہ ان کا نزول ہجرت مدینہ سے کس قدر قریب ہے۔

تاریخی حالات اور پس منظر

مکہ میں دوسرا ارتقائی دور یہ گذر چکا ہے کہ مکہ معظمہ میں کفار کو اپنے عزائم میں سخت ناکامی ہوئی وہ اپنی تمام تدبیروں میں ناکام رہے ظلم و ستم کر کے بھی دیکھ لیا، معجزات کا مطالبہ بھی کر کے دیکھ لیا۔ خلاف پروپیگنڈہ کر کے بھی دیکھ لیا اور آخر میں بائیکاٹ کر کے بھی دیکھ لیا لیکن اسلام برابر ترقی کرتا رہا، مسلمانوں کی ایک پناہگاہ حبشہ قائم ہوگئی اور ان کو دوسرا ٹھکانا مدینہ منورہ مل گیا جہاں اوس و خزرج کے دونوں قبیلے مسلمان ہوگئے یہ کافروں کے لئے سیاسی اعتبار سے بھی پوری شکست تھی کیونکہ ملک شام کو جانے والے ان کے تجارتی قافلے مدینہ منورہ ہی سے ہو کر گذرتے تھے گویا ان کی گذرگاہ پر مسلمان قابض ہوگئے تھے لیکن عربوں کا عناد بھی معمولی درجہ کا نہ تھا جو اس تنبیہ سے باز آجاتا وہ برابر اپنی ریشہ دوانیاں جاری رکھے ہوئے تھے اور برابر اعتراضات کرتے تھے ان ہی حالات میں حضرت ابو بکر رضؓ نے ہجرت حبشہ کا فیصلہ کیا اس کی تفصیل ہم واقعہ معراج کے بعد ذکر کرینگے۔

واقعہ معراج

نصرت خداوندی کا بہت بڑا نمونہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کا سب سے بڑا مظاہرہ واقعہ معراج ہے جو ہجرت سے ایک سال قبل ۱۲ سنہ نبوی میں پیش آیا۔ اکثر علماء کا ارشاد ہے کہ معراج ۲۷ ربیع الاول ۱۲ سنہ نبوی کو ہوئی بعض کہتے ہیں ہجرت کے ایک سال پہلے شوال کا مہینہ

سلسلہ نبوی میں ہوئی بعض کہتے ہیں رجب کا مہینہ تھا بعض کہتے ہیں ۲۷ ربیع الآخر تھا بعض کہتے ہیں ۲۷ رمضان ۱۲ نبوی تھا اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ معراج ۵ نبوی میں ہوئی واللہ اعلم بالصواب

واقعہ معراج کو کم از کم ۲۵ صحابہ رضہ نے روایت کیا ہے جن میں سے خاص خاص یہ ہیں:۔ حضرت علی رضہ حضرت ابن مسعود رضہ، ابی بن کعب رضہ، حذیفہ بن یمان رضہ، ابوسعید خدری رضہ، جابر بن عبداللہ انصاری رضہ، ابوہریرہ رضہ، ابن عباس رضہ، انس بن مالک رضہ، مالک بن صعصعہ رضہ، ام ہانی رضہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

سورۂ اسریٰ اس سورۃ کا نام سورۂ بنی اسرائیل بھی ہے اور واقعہ معراج کے فوراً بعد نازل ہوئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی	پاک ہے وہ ذات جو لے گیا
بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ	اپنے بندے کو رات میں مسجد
الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی	حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف۔

اہل سیرت اور مفسرین حضرات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اسریٰ کہتے ہیں جو نص قطعی سے ثابت ہے اور جس کا منکر کافر ہے اور مسجد اقصیٰ سے عرش اعلیٰ اور اس سے آگے تک کے سفر کو معراج کہتے ہیں جس کی تفصیل متواتر راویوں اور صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لئے معراج کا انکار بھی ناممکن ہے

مستشرق کا قول واقعہ معراج کے تفصیلی حالات عام کتابوں میں مل جاتے ہیں اس وجہ سے اس کی تفصیل بتلانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جارج کونسٹان نے واقعہ معراج کی جو تشریح کی ہے وہ زیادہ مفید ہے لکھتے ہیں:۔

لیکن اسلامی مورخوں کا ایک گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح آسمان پر نہیں گئی بلکہ آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ خلاف عادت تیزی سے آسمان پر تشریف لے گئے اور واپس آ گئے تذکرہ نویسوں کی اس روایت کا مطالعہ کیا جائے تو طبعی طور پر دو بحثیں پیش آتی ہیں ایک تو سفر کی سرعت کا مسئلہ دوسرے یہ کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جسم نور سے زیادہ یا اس کے برابر تیزی رکھ سکے جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

معراج کے سفر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی تیزی نور کی تیزی سے زیادہ اور قوت جاذبہ کی سرعت امواج کے موافق ہوئی ہے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چند منٹ میں فضائے بیکراں کے دور ترین مقام پر تشریف لے گئے اور واپس آئے ہیں۔ آج ہمیں معلوم ہے کہ اس دنیا کی وسعت آئنسٹائن کے قول کے مطابق اتنی ہے کہ اس کا قطر تین ہزار میلین سال نوری ہوتا ہے یعنی سرعت ثانیہ ۳۰ لاکھ کیلومیٹر سے حرکت کرنے والا نور اگر اس دنیا کا چکر لگائے تو ایک طرف سے دوسری طرف تین ہزار میلین سال کے بعد پہونچے گا لیکن ایک سرعت اور ہے جو آنی ہے اور ایک لمحہ میں دنیا کے گرد چکر لگاتی ہے یہ قوت جاذبہ کی لہروں کی تاثیر ہے کہکشاں جو سیوں میلین دھوپ رکھنے والا ہے اگر اچانک ٹکڑے ٹکڑے ہو کر موجوں سے بدل جائے تو دنیا کی قوت جاذبہ کا ردعمل اس طرح پتہ دیگا کہ فوراً دنیا کا نظام بدل جائیگا اور اگر ایسا نہ ہو تو اسی وقت دنیا سے دھوپ رخصت ہو جائے گی۔

قوت جاذبہ کا اثر جسے نیوٹن نے نکالا ہے ساری دنیا میں فوراً ظاہر ہوتا ہے اسی طرح قوت جاذبہ کے ردعمل کی سرعت بھی آنی ہے اسلامی مورخوں کی روایت کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی رفتار نور کی رفتار سے بھی بڑھی ہوئی ہے پس اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری

کی حالت میں اپنی روح کے ساتھ آسمانوں پر پرواز کی ہے تو کوئی طبیعاتی مسئلہ نہیں پیدا ہوتا لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ آپ نے خاکی جسم کے ساتھ آسمانوں پر پرواز کی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کیا جسم نور کی تیز رفتاری کو برداشت کر سکتا ہے۔ چونکہ میں مسلمانوں کے مذہبی عقائد کا احترام کرتا ہوں اس لیئے مذہبی نقطہ نظر سے اسے قبول کرتا ہوں ہم لوگ عیسائی ہیں اپنے مذہبی معتقدات میں ایسے ہی مسائل رکھتے ہیں لہ

موجودہ زمانہ میں، جذب و کشش اور سرعت نے ان طبیعاتی مسائل کو بھی ختم کر دیا ہے اور واقعہ معراج کو عدم امکان سے نکال کر امکان میں داخل کر دیا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ امکان ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، واقعہ معراج اگر ایک ثابت شدہ حقیقت نہ ہوتی بلکہ خواب ہوا ہوتا جو حضور ص کے جسم کو نہیں بلکہ روح کو پیش آیا ہوتا تو کافروں کے لئے کوئی وجہ انکار نہ تھی کیونکہ خواب جیسا معاملہ تو ہر ایک کو پیش آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس ثابت شدہ حقیقت کو حضرت ابوبکر رض نے بلا دلیل کے تسلیم کر لیا اور وہ صدیق اکبر ہو گئے

معراج اور لیلۃ القدر

مذہبی نقطہ نظر سے اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ لیلۃ المعراج افضل ہے یا لیلۃ القدر افضل ہے؟ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں علامہ ابن تیمیہ کا ارشاد نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں ۲

> جو یہ کہتا ہے کہ لیلۃ المعراج لیلۃ القدر سے افضل ہے اگر اس کی مراد یہ ہے کہ وہ رات جسمیں حضور ص کو معراج ہوئی تھی اس کے نظائر تمام راتوں یعنی آنے والے سالوں کی راتوں میں موجود ہیں تو یہ غلط ہے۔ مسلمانوں میں سے کسی نے ایسا نہیں کہا اور

لہ پیغمبر اسلام ص ۱۴۱/۱۴۲ ۲ ابن تیمیہ شیخ الاسلام ہیں اور ان کے علم پر جلدی سے تنقید نہیں کی جاسکتی۔

یہ خیال فاسد ہے اور اسلام میں اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے[1]

کافروں کا اعتراض

علامہ واقدی نے طبقات کبیر میں بیان کیا ہے کہ حضور نے حضرت جبرئیل سے فرمایا قوم میری تصدیق نہ کریگی انہوں نے جواب دیا حضرت ابوبکر آپ کی تصدیق کرینگے وہی صدیق ہیں، بہت سے آدمی جو اسلام لا چکے تھے اور نماز پڑھتے تھے وہ فتنہ میں پڑ گئے، حضور نے ارشاد فرمایا میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا میں اسکو دیکھتا تھا اور کافروں کو جوابات دیتا تھا بعض لوگوں نے کہا بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں میں نے اس کے دروازے شمار نہ کئے تھے مگر اس کی طرف دیکھتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کر کے بتلاتا تھا[2]

مکی دور کی آخری سورتیں

مکی دور کی آخری سورتوں کو ہم نے شروع میں ذکر کر دیا ہے اور ان کا خلاصہ بھی بیان کر دیا ہے۔ اس جگہ ان سورتوں کے دوسرے حالات کو بیان کیا جاتا ہے سورۂ اسراء کے بارے میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ واقعہ معراج کے بعد نازل ہوئی اور اس سورت میں کافروں کے ایک سوال کا جواب بھی ہے یہ سوال انہوں نے یہودیوں سے سیکھ کر روح کے بارے میں کیا تھا۔

۲۔ سورۂ انعام۔ یہ مکہ معظمہ کے آخری دور میں نازل ہوئی اور تمام یکبارگی نازل ہوئی جمہور مفسرین کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے[3] اور اسماء بنت یزید نے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ سورت حضور پر نازل ہوئی وہ حضور کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھیں[4] اس سورت میں خاص خاص چیزیں جو بیان ہوئی ہیں یہ ہیں:۔

---

[1] سیرت خیر العباد ترجمہ زاد المعاد ص۲۳۴ [2] طبقات کبیر ص۲۲۲ ج ۱ [3] روح المعانی ص۷۵ ج ۷ [4] تفسیر ابن کثیر ص۱۲۲ ج ۲

ا۔ شرک کا ابطلان اور عقیدۂ توحید کی دعوت
ب۔ کافروں کے خیال کی تردید جو وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے
ج۔ توہمات جاہلیت کی تردید۔
د۔ چند حسن اخلاق کی تلقین و تعلیم۔
س۔ حضورؐ کو اور مسلمانوں کو تسلّی۔
ص۔ منکرین اور مخالفین کو سخت تنبیہ۔

۳۔ سورۂ یٰسٓ۔ حضورؐ جب ہجرت کے لئے دولتکدے سے باہر تشریف لا رہے تھے اور کافر آپ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اس وقت آپ نے سورۂ یٰسٓ شریف پڑھ کر ہی ان کی طرف مٹی پھینکی تھی۔ اس کے علاوہ سورت کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت ہجرت سے کچھ قبل نازل ہوئی ہوگی تحدثین نے معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ سورۂ یٰسٓ قرآن پاک کا دل ہے[۱] یہ ایک ایسی تشبیہ ہے جس سے اس کے مضامین کی اہمیت ثابت ہے یعنی جس طرح قلب کے اوپر مدار حیات ہے اسی طرح اس سورت میں جو کچھ ہے اس کو تسلیم کر لینے پر حیات ایمانی موقوف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ وہی چیزیں ہو سکتی ہیں جو ارکان ایمان ہیں اور ان ہی چیزوں کا کافر انکار کرتے تھے

۴۔ سورۂ یونس، ۵۔ سورۂ یوسف، ۶۔ سورۂ رعد ۷۔ سورۂ ابراہیم۔ ان تمام سورتوں کے مرکزی مباحث ذکر کئے جا چکے ہیں۔ مضامین کے اعتبار سے دلالۃً ثابت ہو رہا ہے کہ ہجرت کے لئے تیار کرنا مقصود ہے کیونکہ انسان تو کیا ہر جاندار جائے قیام کے ترک سے متاثر اور پریشان ہوتا ہے گویا پہلے سے ہجرت کے لئے ذہن بنایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت یونس علیہم السلام نے ترک وطن کیا۔ ان حضرات کی دعوت کو فروغ ترک وطن ہی پر ہوا ہے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] رواہ ابوداؤد و نسائی وغیرہ

کو اشارہ دیا گیا ہے کہ آپ کی دعوت کو کامل طور پر فروغ ہجرت کے بعد ہوگا اور اس فروغ کی ابتداء بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ سے ہو چکی تھی اور مدینہ منورہ میں اسلام پھیل چکا تھا۔

۸۔ سورۃ النحل۔ یہ بھی مکہ معظمہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔ اور مستثنیات کے تحت اس پر کلام کیا جا چکا ہے، سورۂ پاک (النحل) کی تلاوت سے اس کا زمانہ نزول اور حالات نزول ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ سورۂ الدخان میں جو نزول میں سورۃ النحل سے مقدم ہے ارشاد فرمایا:۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ	انتظار فرمائیے! اس دن کا جس
بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى	دن آسمان کھلا ہوا دھواں لائیگا
النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ	جو لوگوں کو ڈھانپ لیگا یہ دردناک
رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ	عذاب ہے (کہینگے) الٰہی اس
إِنَّا مُؤْمِنُونَ أَنَّىٰ لَهُمُ	عذاب کو ہم سے دور کر دے ہم
الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ	ایمان لاتے ہیں۔ ان کی نصیحت
رَسُولٌ مُّبِينٌ	کہاں گئی حالانکہ ان کے پاس
(الدخان)	رسول مبین آچکا ہے

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے مسروق کے واسطہ سے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت بہت تفصیل سے نقل کی ہے۔ مسروق کہتے ہیں:۔

"ہم ایک دن مسجد کوفہ میں داخل ہوئے تو ایک واعظ کو اس آیت کے بارے میں وعظ کہتے دیکھا وہ کہہ رہا تھا یہ دھواں قیامت کے قریب آئیگا اور منافقین کے ناک وکان کے ذریعہ رگ رگ میں پیوست ہو جائیگا اور مومنین کو صرف زکام کا سا اثر ہوگا۔" مسروق کہتے ہیں یہ بات ہم نے حضرت ابن مسعودؓ سے آکر عرض کی تو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا:۔

قریش نے جب حضور کی حد سے زیادہ نافرمانی کی تو آپ نے انکے

لئے دعا کی الٰہی ! ان پر ویسے ہی سال مسلط کر دے جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں اہل مصر پر مسلّط ہوئے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا لوگوں نے ہڈیاں، مردار تک کھالیں۔ فرماتے ہیں بھوک کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان پر دھواں ہی دھواں دکھلائی دیتا تھا۔ تب ابوسفیان نے صلہ رحمی کا واسطہ دیکر حضور سے دعا کرائی اور آپ کی دعا کی برکت سے وہ عذاب ختم ہوا [1]

یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام احمد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اس کے خلاف بھی روایت موجود ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دھواں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے بہر حال دونوں قول کی تائید میں روایات صحیحہ ہیں (واللہ اعلم) ہمارا مقصود صرف اس قدر ہے کہ سات سال وہ قحط جو حضورؐ کی دعا سے اہل مکہ پر مسلط ہوا تھا جو لبعد میں حضورؐ کی دعا کی برکت سے دور ہوا۔ اس کی طرف (غالباً) سورۃ النحل میں اشارہ موجود ہے۔ ارشاد ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً	اللہ نے ایک بستی کی مثال دی
كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْ	جو امن اور اطمینان میں تھی اس
رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ	میں ہر طرف رزق ریل پیل سے
مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ	آتا تھا اس بستی نے اللہ کے
فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ	انعام کا انکار کیا تو اللہ تعالٰے
وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ	نے ان کو بھوک اور خوف کا
(النحل)	ذائقہ ان کی کرتوت کی وجہ سے
	چکھایا۔

[1] ابن کثیر صفحہ ۱۳۸ ج ۴

تمام مفسرین نے اس آیت میں قریہ سے مراد مکہ لیا ہے اور جوع و خوف سے مراد وہی قحط لیا ہے۔ اگرچہ حضرت حفصہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مدینہ منورہ ہے بہر حال تعارض کچھ نہیں ہے اس صورت میں یہ ایک پیشین گوئی بھی ہے جو منجملہ دلائل نبوت کے ہے [۱] ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے کہ جو قحط مسلط ہو گیا ہے وہ اس سورت کے نزول سے قبل ہٹا لیا گیا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سورت مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہوگی۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

۲۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا — جو لوگ ظلم برداشت کرنیکے بعد اللہ کے لئے ہجرت کر گئے۔

حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے اس سے مراد مہاجرین حبشہ ہیں [۲] اس کے بعد اسی سورت میں ہجرت کے بارے میں دوسری آیت اور ہے:۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ — پھر جو لوگ آزمائش کے بعد ہجرت کر گئے اور پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا آپ کا رب ان کے لئے بیشک غفور ورحیم ہے۔

اس آیت سے بھی علامہ مودودی صاحب نے مہاجرین حبشہ مراد لئے ہیں لیکن حافظ ابن کثیر نے بیان فرمایا ہے یہ دوسرے مہاجرین ہیں اور بات وہی صحیح ہے جو حافظ صاحب نے فرمائی ہے [۳] بہر حال یہ سورت ہجرت مدینہ سے قبل نازل ہوئی واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

درمیان سورت میں کافروں کا مسلمانوں کو بے دستا نا اس قدر کہ کلمہ کفر پر مجبور کر دینا اس کے احکامات مذکور ہیں جس کی تفصیل آئے گی۔

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ص۵۸۹ ج ۲ [۲] تفسیر ابن کثیر [۳] تفسیر ابن کثیر ص۵۸۵ ج ۲

عقبہ ثالثہ یا مقدمۂ ہجرت اسی سال یعنی ۱۲ نبوی میں حج کے مہینہ میں اور ہجرت مدینہ سے قبل اوس و خزرج کے ستر آدمیوں کا ایک وفد مکہ معظمہ حضور م کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ان سے فرمایا وسط ایام تشریق میں (۹ تا ۱۲) نفر اول (۱۲ ذی الحجہ) کو عقبہ سے نیچے کی طرف آپ لوگوں سے ملاقات کرونگا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عباس بن مطلب بھی تھے انہوں نے حضرات انصار سے کہنا شروع کیا:۔

اے گروہ خزرج! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم لوگوں نے جہاں بلایا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں سب سے زیادہ عزیز ہیں ہم میں سے جو ان کے قول پر ہے وہ ان کی حمایت کرتا ہے اور جو ان کے قول پر نہیں ہے وہ بھی شرافت نسب کی وجہ سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سوائے تمہارے کسی کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر تم لوگ صاحب قوت و شوکت ہو اور پورے عرب کی دشمنی لے سکتے ہو تو وعدہ کر لو۔

حضرت براء بن معرور رض نے یہ سنکر عرض کیا آپ نے جو کچھ کہا ہم نے سنا واللہ ہمارے دلوں میں اس کے سوا اور کچھ ہوتا تو ہم اسے ضرور کہہ دیتے ہم حضور پر اپنی جانیں قربان کر دینگے۔ اس کے بعد حضور ص نے سب کو بیعت کیا اور ان میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے اور ان کو مدینہ منورہ کے لئے رخصت کر دیا [1]

ہجرت کے لئے اذن عام حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ستر انصار حضور ص کے پاس سے واپس

---

[1] طبقات کبیر ص ۳۲۸ تا ص ۳۳۲ تلخیص۔

ہو گئے تو آپ بہت خوش ہوئے مشرکین کی جانب سے کبھی مسلمانوں پر سخت مصیبت نازل ہونے لگی کیونکہ انہیں ان کی روانگی کا علم ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے اس قدر ستایا کہ پہلے کبھی نہ ستایا تھا۔ آپ کے اصحاب نے حاضر ہو کر آپ سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا

مجھے تمہارا دار ہجرت خواب میں دکھایا ہے۔ مجھے دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ایک شورہ والی کھجور کے باغ کی زمین دکھلائی گئی ہے۔

آپ چند روز ٹھہرے رہے پھر خوش خوش اپنے اصحاب کے پاس گئے اور فرمایا۔ وہ یثرب ہے جو جانا چاہے وہ جا سکتا ہے سب لوگوں نے اپنی روانگی کو پوشیدہ رکھا حضور کے اصحاب میں سب سے پہلے جنہنے ہجرت کی وہ ابوسلمہ بن عبدالاسد ہیں ان کے بعد عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ اور ان کے بعد گروہ گروہ مسلمان مدینہ پہونچنے لگے اور انصار ان کو اپنے مکانوں میں ٹھکانا دینے لگے غرضکہ تمام مسلمان مکہ سے مدینہ منورہ چلے گئے [1]

حضور کا ہجرت فرمانا | سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت فرمائیے تو معلوم ہو جائیگا کہ معراج شریف کے بعد آپ کو ہجرت مدینہ کے لئے اشارات ملنے شروع ہو گئے تھے۔ ارشاد ہے :-

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ	ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش
الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ	کر دیکھی کہ آپ کو فتنہ میں مبتلا
لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَ	کر دیں اور آپ کو وحی سے ہٹا دیں
اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا	تاکہ ہماری طرف سے کوئی دوسری
وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ	بات گھڑ کر کہدیں اگر ایسا ہو جاتا
كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا	تو وہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اگر
قَلِیْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ	ہم آپکو قائم نہ رکھتے تو ممکن تھا

[1] طبقات کبیر ص ۳۲۸ تا ص ۳۳۲ تلخیص

الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا

کہ آپ ان کی طرف کچھ جھک جائیں اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہم آپ کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ دونا عذاب چکھاتے پھر کوئی آپکا مددگار نہ ہوتا۔

ان آیات میں مکہ معظمہ کے گذشتہ تمام حالات کا خلاصہ رکھ دیا گیا اور اقتضاءً حضور ص کے اوپر انعام خصوصی کو ظاہر کیا گیا ہے جس سے صاف ترشح ہو رہا ہے کہ کافروں کے گذشتہ حالات اور تبلیغ رسالت میں آپ کا عظیم الشان کردار اب آئندہ کسی نئی صبح کے طلوع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے:-

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل)

اور یہ لوگ اس پر تلے ہوئے ہیں کہ آپ کو مکہ سے اکھاڑ دیں انہوں نے اگر ایسا کیا تو وہ خود زیادہ عرصہ وہاں نہ رہ سکینگے۔

اس آیت میں کافروں کے عزائم کے ساتھ ایک پیشین گوئی بھی ہے کہ آپکے ساتھ ہجرت کا معاملہ ضرور پیش آئیگا اور ہجرت کے بعد کفار مکہ بھی بحیثیت کافر زیادہ دنوں تک نہ ٹھہر سکینگے۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (بنی اسرائیل)

یہ طریقہ ہمارا تمام رسولوں کے بارے میں رہا ہے اور آپ ہمارے طریقے میں تبدیلی نہ پائیں گے۔

یعنی وطن اصلی کو ترک کرنے کی سنت تمام انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے وہی آپ کو اختیار کرنا ہے اور اس میں ہرگز تبدیلی نہ ہوگی اور جن آیات سے واضح طور سے ہجرت کی اجازت ہو جاتی ہے وہ آیات آگے آ رہی ہیں ارشاد فرمایا ہے:-

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا

دعا کیجئے! الہٰی! مجھے صدق کی جگہ داخل کر اور صدق کی جگہ سے نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے مددگار قسم کا اقتدار مرحمت فرمائیے!

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا اس سے اذن ہجرت ہوا۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے [1]

واقعات ہجرت کو قرآن پاک میں بھی بیان کیا ہے اور احادیث شریف میں بھی اس کے تفصیلی حالات مذکور ہیں۔ مکہ معظمہ سے تقریباً بیشتر مسلمان جا چکے تھے۔ حضور ؐ کا گھرانا اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا گھرانا باقی تھا اِدھر مشرکوں نے اپنی تدبیر کو آخری شکل دینے کے لئے حضور ؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا جس کو اللہ تعالےٰ نے خاک میں ملا دیا۔

آپ مکہ معظمہ سے دوشنبہ ربیع الاول کے مہینے میں نکلے، اور کہا گیا ہے کہ وہ صفر کا مہینہ تھا اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۳ سال کی تھی اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور آپ کا غلام عامر بن فہیرہ تھا اور راستہ بتانیوالا عبداللہ بن اریقط تھا چنانچہ آپ اور حضرت ابوبکر صدیق غار ثور میں داخل ہوئے اور یہاں تین دن قیام فرمایا اور پھر ساحلی راستہ اختیار کیا اس طرح آپ ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو مدینہ منورہ پہونچ گئے [2]

راستے میں بہت سے عجائبات پیش آئے ہم نے ان سب کو حذف کر دیا ہے (کیونکہ وہ مشہور ہیں)

علامہ واقدی نے طبقات کبیر میں بیان کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی غار ثور سے شب دوشنبہ ۴ ربیع الاول کو ہوئی ۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص۵۵ ج۳ [2] سیرت خیر العباد ترجمہ زاد المعاد ص۵۷ ج۱

سہ شنبہ کو مقام قدید میں آپ نے قیلولہ فرمایا۔ اس کے بعد ہی سراقہ بن مالک کا واقعہ پیش آیا تھا۔ واقدی نے مقامات ہجرت کو شمار کرایا ہے قدید کے بعد آپ خرار کے درمیان ہوتے ہوئے ثنیۃ المرہ پہونچے اور لقف آئے وہاں سے مدلجہ حجاج اور مرجح، بطن ذات کشد، پھر بطن ذیع پھر ذی سلم، پھر العشانیہ، پھر بطن القاحہ، پھر عرج، پھر جداوات، پھر غابر پھر بطن عقیق، پھر جثجاثہ۔ یہاں آپ نے بنی عوف بن عمرو جانے کا راستہ دریافت کیا پھر ظبی پھر العصبہ اس کے بعد قبا پہونچے۔ وہ دن دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول تھا [1]

---

[1] طبقات کبیر ص ۲۴۷ ج ۱

تعلیمات اور احکامات

مارکیٹ کی بددیانتی

قرآن پاک نے مارکیٹ کی بددیانتی کے بارے میں چند جگہ متنبہ کیا ہے۔ اسوقت ہم جس دور کی سورتوں کا ذکر کر رہے ہیں ان میں سے دو سورتوں میں نہایت واضح طور پر اس کی مذمت کی ہے۔

۱۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ (المطففین)	بربادی ڈنڈی ماروں کی جب ناپ کر لیتے ہیں تو لوگوں سے پورا وصول کرتے ہیں اور جب ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں ان کو تو گھٹا دیتے ہیں
۲۔ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ (اسراء)	اور پورا کرو ناپ کو جب ناپو تم وزن کر سیدھی ترازو سے۔

ان آیات میں قرآن پاک نے معاشرہ کی شرک کے بعد بہت بڑی برائی پر متنبہ کیا ہے اس سے قبل سورۂ اعراف میں ایک معذب قوم، قوم شعیب کی تباہی اور بربادی اور ان کے انجام سو کو واضح طور پر بیان کیا تھا گویا اشارتاً مشرکین کو متنبہ کیا تھا کہ کم ناپ تول یا مارکیٹ کی بددیانتی کا جو طریقہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے اس کے بارے میں بجز تباہی کی پیش گوئی کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

آج بھی اور آج سے پہلے بھی بنج بیوپار کرنے والوں کا ہندوستان میں یہ بہت بڑا کمال تھا اور ان کو اس بد دیانتی میں مہارت تامہ حاصل تھی آج اسی بد دیانتی نے دوسرا روپ اختیار کرلیا ہے اور ملک وقوم کی تباہی کے درپے ہوگئے ہیں اور یہ وہ تباہی ہے جس کو انسان خود اپنے ہاتھ سے لا رہا ہے اور از خود تباہی کی طرف جا رہا ہے اس اخلاقی کمزوری سے تصور آخرت کے علاوہ کوئی دوسرا قانون نہیں روک سکتا۔ بلکہ بے ایمانیوں کو ختم کرنے کے بارے میں دنیا کے قانون نا کام ہو چکے ہیں بس خدا کے سامنے جواب دہی اور آخرت میں جواب دہی کا یقین ہی اس کا واحد علاج ہے چنانچہ سورۃ المطففین کی مذکورہ آیات کے بعد اسی عقیدے کو بیان فرمایا ہے۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	کیا یہ لوگ نہیں خیال کرتے وہ ایک بڑے دن اٹھائے جائینگے اس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

آخر سورت تک اسی عقیدے کی تعلیمات بیان فرمائی ہیں اور عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید پرستی کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی تعلیم اور دعوت قرآن پاک نے روز اول ہی سے دی ہے۔ سورۂ اعراف اور سورۂ رحمٰن اور دوسری مکی سورتوں میں اس خبیث عادت پر متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ رحمٰن میں انصاف کے ساتھ ناپ تول کو ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ	خبردار تول میں سرکشی نہ اختیار کرو۔ اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور وزن کو گھٹاؤ مت۔

خیال فرمایئے! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک کے ذریعہ صرف عقیدۂ توحید

اور توحید پرستی ہی کی دعوت نہیں دی بلکہ اس وقت معاشرہ کی تباہی کے لئے جو بری عادتیں رائج تھیں ان کو بھی ختم کرنے کی دعوت دی ہے ایسا نہیں ہے کہ تقاضہ وقت مصلحت وقت کی وجہ سے صرف عقیدۂ آخرت کی تعلیم دی اور دوسری برائیوں سے صرف نظر محض اس وجہ سے کیا ہو کہ مشرکین میں جب توحید پرستی آجائے گی تو وہ خود بخود اس کو ترک کر دینگے بلکہ اسلامی دعوت و تبلیغ اسی وقت کامل ہوتی ہے جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں ہوں۔ ہم تو یہ بکثرت دیکھتے ہیں کہ لوگ قیام عبادت اور ذکر و فکر میں بھی لگے رہتے ہیں اور ذاتی منفعت کی وجہ سے مذکورہ اور دیگر خبیث عادتوں کو بھی اختیار کئے رہتے ہیں اور ان کی عبادت ان کو اس قسم کی بداعمالیوں سے نہیں روک پاتی بھلا صالح غذا کب فائدہ پہونچا سکتی ہے جبکہ اندر مرض مہلک موجود ہو۔

اسلامی معاشرہ کی بنیاد سورۂ اسراء میں ان متعدد چیزوں کی تعلیم دی گئی ہے جو نہ صرف اسلامی معاشرہ ہیں بلکہ سلامتی کا معاشرہ ہیں اور جس میں انسانوں کے بقاء باہم کے اصول ذکر کئے ہیں ان امور کو ذکر کرنے سے پہلے قرآن پاک نے ان کو زندہ کرنے اور پھر باقی رہنے کے لئے چند امور ذکر کئے ہیں۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ	اگر تم بھلائی کروگے تو اپنے
لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ	لئے کروگے اگر برائی کروگے تو
فَلَهَا	اپنے لئے کروگے۔

موجودہ زمانے میں تخریب کاری ظلم اور زیادتی اور دوسروں کو نقصان و مضرت کے لئے جو طریقے اختیار کئے گئے ہیں ان میں یکطرفہ اور تخریبی ذہنیت کارفرما ہے۔ بالادست اور قوت والے جو کچھ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں یا جس برائی کا ارتکاب کرتے وہ بالکل خالی الذہن ہوتے

ہیں کہ وہ اقدامات کبھی اپنے ہاتھوں سے اور کبھی دوسروں کے ہاتھوں سے
ان پر بھی لوٹ پڑتے ہیں اور انجام سے بے خبر ہو کر جو قدم اٹھا دیا تو خود اپنے
ہی لئے تباہ کن ثابت ہے۔ دنیا کی تاریخ اسی عمل اور ردعمل سے بھری پڑی
ہے مگر نصیحت وہ حاصل کرتے ہیں جو بینا اور بیدار مغز ہوتے ہیں۔ کسی فارسی
کے شاعر نے کہا ہے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو ✽ گندم از گندم بروید جَو بہ جَو

اور ایک ہندی شاعر نے کہا ہے

کانٹے بوئے ببول کے ✽ تو آم کہاں سے کھائے

قرآن پاک نے بہت پہلے اس کو بیان فرما دیا ہے اور حقیقت یہ
ہے کہ آدمی نے جب سے زمین پر قدم رکھا ہے۔ ہر نبی کی تعلیم میں ان چیزوں
کا اور اس قاعدہ کلیہ کا ذکر ہے۔ اس قاعدہ کلیہ کو ذہنوں میں محفوظ رہنے
کے لئے اللہ تعالےٰ نے عقیدۂ توحید اور آخرت اور آخرت کی جزا و سزا
کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ برائیوں کے ارتکاب سے آدمی اسوقت تک باز نہیں
رہ سکتا جب تک اس کے ذہن پر سب سے بلند اور برتر قوت کا اثر موجود نہ
ہو اور محاسبہ کا خیال نہ ہو اسی کو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے:۔

۲۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ✽ نہ اٹھائیگا کوئی بوجھ اٹھانیوالا — بوجھ کسی دوسرے کا

اس کے بعد کس کی ہمت ہے جو ارتکاب معاصی کرے! انسان جب اس
ذہن اور تصور سے غافل ہو جاتا ہے تو سب کچھ کرتا ہے مکی سورتوں میں حالات
قیامت بیان کرتے ہوئے بہت جگہ اسی کا ذکر فرمایا ہے

سلامتی کا معاشرہ

اللہ تعالیٰ کی بالادستی

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

خدا کے ساتھ دوسروں کو خدا نہ بناؤ ورنہ ملامت زدہ اور بے سہارا رہ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو !

خدا پرستی اور تنہا اللہ تعالےٰ ہی کی بالادستی کا اعتراف اور اس پر یقین اور اس کا عملی ثبوت عبادت کی صورت میں مکہ معظمہ کی ان تمام سورتوں ہی میں نہیں بلکہ ابتدائے وحی سے لیکر ختم وحی تک برابر ملتا ہے اور ہر ایک رسول اسی کا داعی رہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کی بالادستی کا یقین نہ ہو اس وقت تک نہ اس کے اندر کی مایا بدل سکتی ہے اور نہ انسان کے باہر کے اعمال درست ہو سکتے ہیں اس لئے تمام اسلامی تعلیمات کی بنیاد میں اور تمام اسلامی احکامات کے نفاذ میں برابر اس کی ترغیب و ترہیب موجود ہے (اس دور کی مکی سورتوں سے مذکورہ مضمون پر مشتمل ہم نے تمام آیات کو کتاب کے طویل ہو جانے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے)

والدین کی اطاعت

اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری کے بعد انسانوں میں اگر کسی کا حق ہے تو وہ والدین ہیں جو شخص والدین کا اطاعت گذار اور ان کا خدمت گار رہے وہ شخص سلامتی کا معاشرہ قائم

کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے اور فساد عالم بدامنی کی روک لیئے وہ آہنی دیوار بنا ہوا ہے اور جو شخص ایسا نہیں ہے اس نے بگاڑ اور تباہی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی دعوت کے بعد ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم فرمائی ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا	اور خدا نے ماں باپ کے ساتھ
إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ	احسان کا فیصلہ کر دیا ہے اگر
أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا	ان دونوں میں سے کوئی ایک
تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْ	یا دونوں تیری موجودگی میں بوڑھے
هُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا	ہو جائیں تو ان کو اف نہ کہو اور
وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ	ان سے شرافت کی بات کرو!
الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ	اور ان کے لئے ذلت کے بازو
قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا	جھکائے رہو نرمی سے اور کہو!
رَبَّيَانِي صَغِيرًا	الٰہی ان پر ایسا ہی کرم فرما جیسا
	کہ ان دونوں نے بچپن میں میری
	پرورش کی ہے

آیات پاک میں ماں باپ سے متعلق تمام حقوق اور آداب کو ذکر کر دیا۔ اور فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ کہہ کر ہلکے درجے کی بھی تیزی اور بے ادبی کے کلمہ کی ممانعت فرمادی ہے۔ یہی مضمون سورۂ لقمان (مکی) میں بھی دوسرے دل نشیں پیرایہ میں بیان فرمادیا ہے اور اس حکم پر عمل کرنے کے لیئے جو زوردار خطاب اور ترغیبی و ترہیبی کلمات بیان فرمائے ہیں ان سے زیادہ بہتر طرز خطابت اور دعوت ہو نہیں سکتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کی نافرمانی کی جو سزا بیان فرمائی ہے وہ ارتکاب معاصی میں سب سے بڑی سزا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔

لَا یَدْخُلُ الجنّۃَ مَنَّانٌ	جنت میں احسان جتلانے والا
وَلَا عَاقٌ وَلَا مُدْمِنُ	والدین کا نافرمان اور شراب
خمرٍ (نسائی)	نوش داخل نہیں ہو سکتا

حضورؐ نے اللہ تعالےٰ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں قرار دی ہے

رضاء اللّٰہ فی رضاء الوالد	خدا کی رضا باپ کی رضا میں ہے
وسخط اللّٰہ فی سخط والد	اور خدا کی ناراضی باپ کی ناراضی
(ترمذی)	میں ہے

ان کے علاوہ اور سینکڑوں احادیث ماں باپ کے آداب اور حقوق کے بارے میں ہیں۔ ماں باپ، اسلامی معاشرہ کے سب سے بڑے سردار ہیں ان کا مرتبہ کسی جمہوری اسٹیٹ کے ایک ووٹر کا مرتبہ نہیں ہے جیسا کہ موجودہ معاشرہ نے ماں باپ کو ایک برابر درجہ کے بھائی یا بہن یا فرد کی طرح سے پیش کیا ہے کہ فرق و امتیاز کی تمام حدود کو توڑ دیا ہے — مساوات کے اس استعمال نے امن عالم میں عدم توازن پیدا کر دیا ہے۔

حقوق کی حد بندی

ماں باپ کو مسلم معاشرے میں بالادستی حاصل ہونے کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ خدانخواستہ ان کو خدائی میں شریک قرار دیکر یا خدا کے ہم پلّہ قرار دیکر نیازمندانہ طور پر ان کی عبادت یا پوجا کی جائے اس بارے میں اگر ماں باپ کسی حرام یا شرک کا حکم دیں تو ہرگز ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ سورہ لقمان میں ارشاد ہے (اور اسی قسم کا مضمون اس دور کی سورۃ العنکبوت میں بھی ہے)

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ	اگر وہ (ماں باپ) میرا شریک بنانے
تُشْرِكَ بِیْ مَا لَيْسَ لَكَ	پر تجھے مجبور کریں تو ان کی پیروی
بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ	مت کرو اور دنیا میں اس کیساتھ
صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا	نیک برتاؤ کرو اور راستہ اس کا

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (لقمان) — اختیار کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدۂ کلیہ کے طور پر بیان فرما دیا ہے

لا طاعة المخلوق فى معصية الخالق — خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

اس لئے والدین کی خدمت اور ادائیگی حق میں اگر کوئی شرعی حد ٹوٹتی ہو تو ہرگز ارتکاب معصیت جائز نہیں ہے ورنہ بہر صورت ماں باپ کی فرماں برداری کو ہر پہلو سے زندگی میں فوقیت حاصل ہے (اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب اسلام کے بنیادی اور رہنما اصول میں بیان کی ہے) بہرحال حقوق والدین تمام ادیان اور مذاہب میں مسلّم ہیں۔

حقوق حسب مراتب

ماں باپ کے بعد دیگر قرابت داروں کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَآتِ ذَى الْقُرْبٰى حَقَّهٗ	رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین
وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ	اور مسافر کو اس کا حق اور فضول
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ	خرچی نہ کرو. فضول خرچ شیطان
الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ	کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے
الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ	رب کا نافرمان ہے اگر تم ان سے
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ	اس امید پر بچنا چاہتے ہو کہ تمہیں
عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ	خدا کے فضل کی امید ہے تو ان سے
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا	نرم بات کہو اور اپنے ہاتھ کو گردن
فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا	سے نہ باندھے رکھو اور نہ اس کو
وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً	بالکل کھول دو! کہ ملامت زدہ
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا	اور حسرت زدہ بن کر بیٹھ جاؤ

كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا	بیشک تیرا رب جس کے لئے
مَّحْسُوْرًا۔ اِنَّ رَبَّكَ	چاہے رزق کھول دیتا ہے
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ	اور جس کے لیئے چاہے تنگ
وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ	کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں
خَبِيْرًا بَصِيْرًا (بنی اسرائیل)	سے خبردار ہے اور دیکھتا ہے

ان آیات میں انسانوں کے تمام طبقات کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم ہے اور ادائیگی حقوق میں مستحسن طریقوں کو بیان کر دیا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی سخاوت کے جوہر دکھانے پر آئے تو سب کچھ لٹا دے اس نے منع کیا ہے اور حد سے بڑھ کر فضول خرچی کو عمل شیطانی قرار دیا ہے اور بخل کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اور اگر کبھی کوئی عذر پیش آجائے تو زیادہ مار باندھ بھی نہیں ہے بلکہ ایسے مواقع میں حسن کلام سے منع کیا جا سکتا ہے یا تاخیر کیلئے معذرت پیش کی جا سکتی ہے۔

قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی ان کے ساتھ حسن سلوک، مسافر اور مساکین کے ساتھ رعایت کے مذکورہ اجمالی حکم کے بعد وہ احادیث پڑھی جائیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور قطع رحمی پر جو وعیدات بیان فرمائی ہیں۔ مہمان اور پڑوسی اور یتیم و مسکین کے لئے ارشاد فرمایا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی کمائی میں حسب قرابت اور مراتب اور حسب استحقاق سب کچھ دوسروں کے لئے ہی ہے۔ غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرات صحابہ رضی نے اس کے بارے میں بار بار دریافت کیا تو سورۂ بقرہ میں (جس کا نزول ہجرت کے فوراً بعد ہوا ہے) میں ارشاد فرمایا ہے

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ	آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ
قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ	کریں۔ فرمادیجئے جو کچھ بھی خیر (مال)
فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ	خرچ کرتے ہو وہ والدین، رشتہ دار

وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

یتامیٰ مساکین کے لئے ہو اور جو کچھ بھی تم بھلائی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے

یہاں بھی خرچ کے مصارف بیان فرما دیئے لیکن سورۂ نساء (جس کا نزول ۲ھ لغایۃ ۵ھ تک ہوا ہے اس میں ہر ایک کا حق واجبی بیان کر دیا ہے اور جو لوگ قانونی حق دار نہیں ہیں لیکن وہ قرابت دار ہیں ان کے لئے صرف حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر کلمات خیر کی ہدایت ہے وجہ اس کی بہت واضح ہے یہ مدت (۲ھ لغایۃ ۵ھ) ایسی ہے کہ مسلم معاشرہ دھیرے دھیرے خود کفیل ہو رہا تھا غزوات اور سرایا کی بدولت مال غنیمت نے مسلمانوں کی غربت اور افلاس کو دور کر دیا تھا۔

قتل اولاد

کثرت آبادی اور قلت پیداوار کا مسئلہ انسانوں کے سامنے ہمیشہ رہا ہے اور اس پر قابو پانے کیلئے ہمیشہ جہلاء اور ناعاقبت اندیش لوگوں نے اپنی عقل نارسا پر اعتماد کرتے ہوئے قتل اولاد کے ذریعہ اس مسئلہ کا علاج اور حل تلاش کیا تھا۔ یاد رکھیئے کسی بھی تخریبی اقدام سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا ہے بلکہ تخریبی اقدامات جدید مسائل کھڑے کر دیتے ہیں۔

زمانہ قدیم میں نسل کشی اس کا واحد علاج سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ زمانہ میں اسقاط حمل اور وہ اقدامات جو موانع حمل ہیں یہ سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں اور سب غیر فطری اور تخریبی اقدامات ہیں جن سے کبھی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ہدایت ہوتی رہی ہے اور آج بھی وہی ہدایات ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے تقسیم رزق اور عطائے رزق اس قادر مطلق کا عمل ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے اسلئے انسانوں کو خدا کی ربوبیت پر اعتماد

کرنا چاہیئے جس کے نتیجہ میں سعی و عمل کی وہ راہیں کشادہ ہوتی ہیں جس سے ارزانی رزق کے دروازے کھل جاتے ہیں اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ	مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو
اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ	قتل نہ کرو ! ہم ان کو بھی رزق
اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ	دیتے ہیں اور تم کو بھی بیشک انکا
خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل)	قتل بڑی بھاری خطا ہے ۔

یہی حکم ابتداءِ نزول قرآن (سے نبوی) میں دوسرے بلیغ انداز میں فرمایا تھا

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ	اور جب موؤدہ سے پوچھا جائیگا
بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (تکویر)	کہ اس کو کس جرم میں قتل کیا گیا ہے

سورۂ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں کھلے الفاظ میں اس کی ممانعت فرمادی اور اس کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ سال بھر کے بعد (سنہ ھ) سے جو مسلم معاشرہ قائم ہونے والا تھا اس میں ان غیر انسانی کردار اور افعال کی ذرہ برابر گنجائش نہیں تھی اسلئے پیشتر ہی متنبہ فرما دیا ہے ۔

تاریخ اٹھا کر دیکھا جائے ہجرت کے بعد جو تنگی اور افلاس مسلمانوں پر طاری ہوا اور وہ جس قسم کے پریشان کن حالات سے گذرے ہیں انہوں نے کبھی انفرادی طور پر اور نہ قومی طور پر اس گھٹیا عمل کو کبھی اختیار نہیں کیا بلکہ ان کی توجہ ہمیشہ افزائش نسل پر رہی

میں اوپر چند جگہ عرض کر چکا ہوں قرآن پاک نے ہر حال اور ہر ماحول میں بلا مصلحت اندیشی کے حرام کو کھول کر بیان کیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے اس سے روکا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے ماحول اور معاشرہ میں گھر اور خاندانوں میں حرام بھی پرورش پاتے رہیں اور گھر کے بڑوں کے فکر و مراقبے

اور تب یہ بات اپنی جگہ رہیں! یاد رکھو خدا پرستی اور اس کی نافرمانی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی ہیں جن لوگوں نے اسلام کو انفرادی مذہب اور عمل قرار دیا ہے وہ یورپ کے فریب زدہ ہیں اور بے وقوف ہیں۔

حرمتِ زنا قتل اولاد کے بعد حرمت زنا کو بیان فرمایا ہے یہ عمل بھی ایک غیر انسانی فعل ہے اور زمانہ جاہلیت ہی میں نہیں بلکہ تمام مذاہب اور تمام زمانوں نے اس کو غیر شریفانہ اور بے حیائی کا فعل شمار کیا ہے اور مسلم معاشرہ میں تو اس کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے اسی لئے اس کو بیشتر بیان فرما دیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ	زنا کے قریب بھی نہ جاؤ وہ
كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا	بڑی بے حیائی ہے اور برا
(بنی اسرائیل)	راستہ ہے

یعنی زنا کا ارتکاب تو ہے ہی برا اس کے قریب جانا یعنی دواعی زنا بھی برے اور حرام ہیں۔ نامحرموں کی تاک جھانک، عورتوں کا بے پردہ آنا جانا اور سڑکوں پر ان کی عریاں حرکات یہ سب وہ حرکات ہیں جو زنا سے قریب کرتی ہیں اور یہ سب حرام ہیں ایک صالح معاشرہ میں ان کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے

زنا کی یہ حرمت اگرچہ زمانہ قدیم سے ہے لیکن مسلمانوں سے غیر مبہم الفاظ میں ہجرت سے پہلے ہی بیان کر دیا گیا ہے ہجرت کے بعد سورۂ نور (۵ھ یا ۶ھ) میں اس کو قانونی جرم قرار دیکر اس کی قانونی سزا مقرر فرما دی ہے اور مسلم معاشرہ سے بے حیائی کو ختم کرنے کے لئے احکامات حجاب بیان فرمائے ہیں۔

خونریزی کا خاتمہ اب تک جو چیزیں بیان کی گئی ہیں ان سب کا نتیجہ اور انجام خونریزی اور قتل و غارت گری ہے

اس لئے اولاً تو ان معاصی کی روک تھام کے لئے کافی وعیدات ذکر فرمادی ہیں اسی جگہ صراحتہً قتل کی حرمت کو بیان فرمایا ہے

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ	قتل جان مت کرو اسے اللہ نے
حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ	حرام قرار دیا ہے مگر حق کے
وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ	ساتھ اور جو آدمی ظلماً قتل
جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا	کیا گیا ہو اس کے ولی کو مطالبۂ
فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ	قصاص کا حق دیا ہے پس
اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا	چاہیئے کہ وہ قتل میں حد سے نہ
	بڑھے اس کی مدد کی جائے گی۔

زمانہ جاہلیت میں انسانی خون کی اس طرح یہ ارزانی تھی کہ ایک کے قتل پر جنگ چھڑ جاتی تھی اور قبائل تباہ اور برباد ہو جاتے تھے اگرچہ قانون دیت بھی رائج تھا قرآن پاک نے ہجرت سے پہلے اس کی حرمت بیان فرمادی اور حد مقرر کردی کہ انسان کو صرف پانچ وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے

۱۔ قتل عمد کا مرتکب، ۲۔ دین حق سے پھر جانے والا یعنی مرتد، ۳۔ اسلامی حکومت اور امام برحق سے باغی، ۴۔ شادی شدہ کا مرتکب زنا ہونا۔ ۵۔ قطاع طریق،

ان جرائم کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے گناہ کے مرتکب کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ بعض حضرات نے مرتدوں میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب و شتم کرنے والوں کو بھی شمار کیا ہے اور بعض نے ان کو باغیوں میں شمار کیا ہے [۱]

امام شافعی صاحبؒ نے تارک صلوٰۃ قصداً کو بھی واجب قتل قرار دیا ہے اور ایسے ہی لواطت کرنے والے کو بہت سے ائمہ کرام نے واجب القتل قرار دیا ہے [۲]

---

[۱] تفسیر مظہری ص۱۴۱ ج ۵ [۲] روح المعانی ص۶۹ ج ۱۵

بہرحال قتلِ نفس کی حرمت غیر مبہم الفاظ میں ہجرت سے پہلے ہی فرمادی تھی ہجرت کے فوراً بعد نازل ہونے والی سورتوں میں (مثلاً سورۂ بقرہ) میں قوانین قتل (دیت اور قصاص و کفارہ) کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے

قوانین قتل (قصاص وغیرہ) کو مکی سورتوں میں اس وجہ سے بیان نہیں فرمایا کہ ان کو نافذ کرنے والی قوت (حکومت) مکہ معظمہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ تھی یہ ضرور ہے کہ قصاص اور دیت کا مطالبہ کرنا ولی مقتول کو حاصل ہے کیونکہ حکومت اس کی مطالب نہیں ہوتی ہے حکومت تو صرف ان حقوق کو ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں نے حضرت علی رضؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا تو انہوں نے فرمایا بیشک قصاص دلا یا جائیگا حضرت عثمان رضؓ کے ولی اور وارث آئیں اور اسلامی دستور کے مطابق شہادت پیش کریں اس طور سے ہجوم اور بھیڑ کو قصاص کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ آئندہ سورۂ بقرہ میں قوانین قتل و قصاص اور دیت کو قرآن پاک نے خود ہی تفصیل سے بیان کیا ہے یہاں صرف اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو محترم اور مکرم بنایا ہے۔ انسان کو خود اپنی جان پر اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ کھلنڈری کیا کرے جس کا جی چاہے خود کشی کرے اور جس کا جی چاہے اپنے اعضاء کو فروخت کر دے (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب "اسلام کے بنیادی اور رہنما اصول"))

قتل نفس کے سلسلہ میں احادیث میں کافی تفصیل موجود ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ	اللہ کے نزدیک پوری دنیا کو
عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ	نیست و نابود کر دینا ایک مومن کے
بِغَيْرِ حَقٍّ۔	ناحق قتل سے زیادہ آسان ہے

اس لئے اسلامی تعلیمات اور قانون فوجداری کو ظلم قرار نہیں دیا جا سکتا موجودہ زمانہ کے مہذب لوگ قانون قصاص کو ظلم قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندگی قرار دیا ہے تفصیل آئندہ آئے گی۔

اموال الیتیم مال یتیم کی حفاظت اگرچہ ایک انفرادی حکم ہے لیکن اس کے اثرات و نتائج چونکہ بہت دور رس ہیں اس وجہ سے اس سے پہلے ہی مطلع کر دیا گیا ہے۔

لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا	مال یتیم کے قریب بھی نہ جاؤ مگر
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ	بطریق احسن یہاں تک کہ وہ
اَشُدَّهٗ	قوت کو پہونچ جائے۔

مال یتیم کے اندر وہی نزاکتیں ہیں جو زنا میں ہیں اس لئے دونوں کے لئے یکساں خطاب ہے اس جگہ اجمالی حکم ہے لیکن سورۂ نساء (سے ۵ یا سے ۶) میں اس کا تفصیلی حکم موجود ہے اس جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ	جو لوگ یتامیٰ کا مال ظلم سے
الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ	کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں
فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ	آگ بھرتے ہیں اور وہ عنقریب
سَعِيْرًا (نساء)	دوزخ میں جھونک دئے جائیں گے

ان سخت وعیدات کی وجہ ائمہ کرام نے مال قلیل اور کثیر دونوں کو گناہ کبیرہ اور حرام قرار دیا ہے اگرچہ ابن سلام نے نصاب سرقہ کو مال کثیر قرار دیا ہے مگر جمہور علماء نے اس میں کوئی تحدید نہیں کی ہے۔[1]

۳۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ	اور دیدو یتامی کو مال ان کا اور
وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ	خبیث کو طیب سے نہ بدلو اور
وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰى	ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ

---

[1] روح المعانی ص ۷۲ ج ۱۵

اَمْوَالَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا (نساء) | نہ کھاؤ یہ بہت بڑا گناہ ہے

مذکورہ آیات میں یتامیٰ کے مال کو کھانے کی مذمت اور ان پر سخت وعیدات کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یتیم کے مال کو اگر ویسے ہی چھوڑ دیا جائے تو بھی اس میں یتیم کی تباہی اور بربادی ہے اسلئے سورۂ نساء کی آیت میں ظلماً کی قید ہے اور سورۂ بنی اسرائیل میں بطریق احسن کی قید ہے یعنی بددیانتی کی نیت سے نہ کھایا جائے بلکہ احتیاط سے کام لیا جائے اور وہ جب اس قابل ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ یہ قابلیت کب پیدا ہوتی ہے اس کے بارے میں قرآن پاک نے فرمایا ہے

۴۔ حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (النساء)

اور یتیم جب پہنچیں نکاح کی عمر کو پس اگر ان میں ہوشیاری محسوس کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور ان کے مال ضرورت سے زیادہ اور مفت میں نہ کھاؤ مالدار یتیم کے مال سے بچتا ہی رہے اور غریب دستور کے مطابق کھا سکتا ہے اور جب ان کے سپرد ان کا مال کرو تو ان پر گواہ بنا لیا کرو اور اللہ حساب لینے کو کافی ہے

ان آیات میں یتامیٰ کو ان کا مال دینے کا طریقہ اور اس کی مدت بیان فرمائی ہے یعنی نکاح کی عمر (بالغ) ہو جانے کے بعد جو ان میں ہوشیاری پیدا ہو چکی ہو اس کے بعد گواہوں کے سامنے ان کو مال دیا جائے ان آیات سے امام ابوحنیفہؒ نے بیوقوں کو محجور قرار دینے کی ایک حد مقرر کی ہے لیکن ہمیشہ کیلئے

انہوں نے بھی مجبور نہیں قرار دیا ہے

اچھے اخلاق اس کے بعد ان چند اچھے اخلاق کا ذکر کیا ہے جس سے اسلامی معاشرہ کی خوبیاں اجاگر ہوتی ہیں اور امن و سلامتی کی فضا قائم ہوتی ہے

۱۔ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا — وعدہ پورا کرو اس کا بھی سوال ہوگا۔

اس میں تمام قسم کے وعدے اور اقرار داخل ہیں۔

۲۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ (بنی اسرائیل[1]) — جس کا علم نہ ہو اس چیز کو نہ کہو کان آنکھ، دل ہر ایک سے اس بارے میں سوال ہوگا۔

اس آیت میں اٹکل اور اندازے سے 'بلا تحقیق کے کہنے'، بدگمانی اور سوءظنی سب چیزوں سے روکا گیا ہے خیال فرمائیے جس معاشرہ کے افراد میں یہ صفات ہوں ان میں کسقدر آپس میں اعتماد ہوگا سورۂ حجرات میں اسی مضمون کو دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اسی مضمون سے قذف وغیرہ کے احکامات بیان فرمائے جسکا آئندہ ذکر کیا جائیگا۔

۳۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا — اور زمین میں اکڑ کر نہ چل تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑ کی بلندی کو پہونچ سکتا ہے ان میں سے ہر ایک چیز تیرے رب کے نزدیک گناہ اور بری ہے۔

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل میں جو تعلیمات مذکور ہیں ان میں سے بیشتر بعینہٖ سورۂ انعام میں مذکور ہیں دونوں سورتوں کو ملا کر پڑھیئے! تو دونوں سورتوں کا ایک ہی دور کی ہونا واضح ہوجائے گا۔

ان آیات میں غرور و تکبر کی مذمت فرمائی ہے۔ اسی مضمون کو سورۂ لقمان میں جس کا نزول اس سورت سے مقدم ہے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے منہ نہ پھلاؤ اور
وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا	زمین میں اکڑ کر نہ چلو اللہ تعالیٰ
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ	متکبر اور شیخی باز کو پسند نہیں کرتا اپنی
فَخُورٍ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ	رفتار میں میانہ روی اختیار کر
وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ	اور آواز کو پست کر سب سے
إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ	بری آواز گدھے کی آواز ہے
الْحَمِيرِ (لقمان)	

خیال فرمائیے قرآن، اسلامی معاشرہ میں کس قسم کے شہری پسند فرماتا ہے۔

اکل حلال کی ترغیب

سورۂ نحل میں جو اسی دور کی سورتوں میں سے ایک سورت ہے اس میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا	جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا
طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ	ہے حلال اور طیب کھاؤ اور اللہ
إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ	تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر
	تم اس کی بندگی کرتے ہو

مال حرام کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کی حرمت پر نص موجود ہے جیسا کہ اس کے بعد آیت میں مذکور ہے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ مال اصلاً حلال ہو اور طیب ہے لیکن اس کے کسب میں آدمی غلط طریقے اختیار کر لیتا ہے اور اپنے لئے ایک طیب چیز کو حرام کر لیتا ہے جیسا کہ یتامیٰ کے مال کو ظلماً اور دستور کے خلاف کھانے کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں سخت وعید بھی فرمائی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کے بعد سورۂ نساء اور سورۂ بقرہ میں بھی

اس قسم کے اموال کو مال حرام قرار دیا ہے اور قتل نفس کے مترادف بتلایا ہے ملاحظہ فرمائیے سورۂ نساء۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا	ایمان والو! اپنے مال کو باطل
تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	طور پر نہ کھاؤ مگر تجارت کے
إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ	ذریعہ جو رضا مندی سے ہو۔
تَرَاضٍ مِنْكُمْ (نساء)	

سورۂ نساء (۵ھ – ۶ھ) اس آیت سے معلوم ہوا کہ تجارت جو طرفین کی رضامندی سے ہو اس کے علاوہ باطل طریقوں سے حاصل شدہ مال کو اسلام حرام قرار دیتا ہے۔ اسی قسم کے مضمون کی ایک آیت سورۂ بقرہ (۲ھ) میں بھی موجود ہے بہرحال مدنی سورتوں میں تفصیل ہے اور قاعدے اور ضابطے مقرر کر دئے گئے ہیں لیکن مکی سورتوں میں اکل حرام کی حرمت موجود ہے جیسا کہ سورۂ نحل (۱۳ نبوی) کی مذکورہ بالا آیت میں موجود ہے۔

اکل حرام کی حرمت زمانہ جاہلیت سے متعارف ہے جیسا کہ حضور کی بعثت سے قبل قریش نے تعمیر کعبہ کے وقت اس کا اہتمام رکھا تھا یہ بات دیگر ہے اس وقت پورا معاشرہ اکل حرام میں ملوث تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ لوگ اس کو برا بھی جانتے تھے

حرام کی دوسری قسم جس کی حرمت پر نص ہے اور کسب کا اس میں دخل نہیں ہے سورۂ نحل (جو ہجرت سے ذرا قبل نازل ہوئی ہے) ملاحظہ فرمائیں

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ	تمہارے اوپر مردار، دم، سور کا
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ	گوشت اور غیر اللہ کے نام پر مذبوح
وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ	کو حرام قرار دیا ہے مگر جو لوگ مضطر
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ	ہیں اور نافرمانی اور حد سے تجاوز

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (نحل) کرنے والے نہیں ہیں سو اللہ غفور اور رحیم ہے۔

ان آیات کو مفسرین نے مستثنیٰ قرار نہیں دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان چیزوں کی حرمت قدیم ہے مدینہ منورہ میں جو سورتیں نازل ہوئی ہیں مثلاً سورۂ بقرہ۔ سورۂ آل عمران۔ سورہ نساء۔ سورۂ مائدہ، ان سورتوں میں حرام و حلال کے جو مسائل اس قبیل سے مذکور ہیں گویا ایک قسم کی تکرار ہے تو وہ غالبًا بربنائے اہمیت ہے یہ نہیں ہے کہ یہ حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا ہے (احکامات کی تفصیل، مدنی آیات کے تحت بیان کی جائیگی)

نوٹ:۔ مکی دور کی ان آخری سورتوں مثلاً نحل، بنی اسرائیل، انعام کو ملا کر پڑھیئے! تو معلوم ہو جائیگا ان سورتوں کے مضامین میں کس قدر یکسانیت ہے اور سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ انعام کی مذکورہ بالا تعلیمات میں تو بعینہ لفظ بلفظ یکسانیت ہے۔

اسلامی شریعت کے چند مسائل

اوقاتِ صلوٰۃ نماز پنجگانہ معراج میں فرض ہوئی اور حضرت جبرئیل ؑ نے اوقات صلوٰۃ کی نشاندہی کی ابوداؤد، ترمذی نے حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے دو مرتبہ مجھکو بیت اللہ کے قریب نماز پڑھائی پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ سورج ڈھلا ہی تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمہ سے زیادہ دراز نہ ہوا تھا پھر عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی کہ ہر چیز کا سایہ اس کے بقدر تھا پھر مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے اور پھر عشاء کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھادی اور پھر فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار کھانا پینا بند کردیتا ہے۔ دوسرے دن انہوں نے ظہر کی نماز اسوقت پڑھائی کہ ہر چیز کا سایہ اس کے بقدر تھا۔ اور عصر کی نماز اسوقت پڑھائی کہ سایہ دو چند ہوچکا تھا۔ مغرب کی نماز غروب ہوتے ہی اور عشاء کی نماز تہائی رات گذرنے پر اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر اور پھر فرمایا:۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہی اوقات انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں
اور نمازوں کے صحیح اوقات ان اوقاتوں کے درمیان ہیں[1]

حدیث شریف میں پہلے دن میں وقت کی ابتداء اور دوسرے دن ہر وقت کی انتہا تعلیم فرمائی ہے، ائمہ کرام میں اختلاف صرف علامات کی تعریف میں ہوا ہے مثلاً امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں میں اختلاف شفق پر ہے کہ شفق سے مراد شفق ابیض ہے یا شفق احمر ہے۔ ایسے ہی ایک مثل اور دو مثل پر ہے اور

---
[1] رواہ ابوداؤد۔ ترمذی)

امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح میں اختلاف صبح کی نماز میں غلس اور اسفار پر ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بعض احادیث کی بنیاد پر اسفار کو افضل قرار دیتے ہیں اور امام شافعی رح غلس کو افضل قرار دیتے ہیں یہ دونوں قسم کی احادیث[1] میں ہیں جہاں تک اوقات پنجگانہ کا تعلق ہے اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور قرآن پاک سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ	اور نماز قائم کرو زوال آفتاب سے
إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ	لیکر رات ہونے تک اور فجر کے قرآن
إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ	کا بھی التزام کرو کیونکہ قرآن
مَشْهُودًا وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ	مشہود ہوتا ہے اور رات کو تہجد
بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل)	پڑھو یہ تمہارے لئے نفل ہے

اور سورۂ ہود میں ارشاد فرمایا ہے:

أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ	نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں
وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ	پر اور کچھ رات گذرنے پر

اس آیت میں فجر اور مغرب اور عشاء کی نماز کی صراحت ہے اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ	اپنے رب کی تسبیح اور حمد کر سورج
طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا	نکلنے سے پہلے (فجر) سورج چھپنے
وَمِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ	سے پہلے (عصر) اور رات کے اوقات
وَأَطْرَافَ النَّهَارِ	میں (مغرب و عشاء) اور تسبیح
	کرو دن کے کناروں پر

یعنی ظہر اور مغرب اور آیت میں تسبیح اور حمد سے مراد صلوٰۃ ہے سورۂ روم

[1] موجودہ زمانہ میں پاکستان کا ایک فرقہ قرآنیہ اس سے اختلاف کرتا ہے

میں ارشاد ہے

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ (روم)	تسبیح اللہ کی جب تم شام کرتے ہو (مغرب) اور جب صبح کرتے ہو (فجر) اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور دن کے آخری حصہ میں (عصر سے لیکر عشاء تک) اور جب تم دوپہر کرتے ہو (ظہر)

متعدد صحابہ رضؓ کے سوال پر حضور صؐ نے ان کو اوقات صلوٰۃ تعلیم فرمائے ان ہی آیات سے اشارتاً اوقات ممنوعہ کا بھی پتہ چلتا ہے جسکی صراحت حدیث پاک میں موجود ہے

اوقاتِ ممنوعہ اسلام میں تین وقت نماز پڑھنا اور اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرنا حرام ہے عمرو بن عبسہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صؐ سے اوقات صلوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا

صبح کی نماز پڑھ اور جب سورج نکلنے لگے تو نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں

اور پھر عصر کی نماز کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے فرمایا:-

پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ شیطان کے سینگوں کے درمیان سورج غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں [1]

حدیث پاک میں سورج کا شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع اور غروب ہونا ایک استعارہ ہے جسکی وضاحت حضور صؐ نے خود ہی فرما دی ہے

[1] رواہ مسلم

کہ مشرکین ان اوقات میں اسکو سجدہ کرتے ہیں اسی طرح اسلام نے مشرکین سے ادنیٰ درجہ کی مشابہت سے بھی روکا ہے اگرچہ مشرکین کی نیت سورج کو سجدہ کرنے کی ہوتی ہے اور مسلمانوں کی نیت خدا کو سجدہ کرنے کی ہوتی ہے لیکن اس نیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ عمل کا اعتبار ہے فقہاء کرام نے اس ممانعت کو نہی لغیرہٖ قرار دیا ہے اور اس وقت نماز پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے لے

نماز کی فضیلت احادیث پاک میں جسقدر نماز کی فضیلت اور اس کے ترک پر وعیدات مروی ہیں غالباً کسی دوسری چیز کے لئے اتنی وعیدات اور فضائل نہیں ہیں قرآن پاک میں بھی اسکو بہت زیادہ اہمیت دی ہے گذشتہ ادوار کی سورتوں سے مثالیں پیش کیجا چکی ہیں اب اس دور کی سورتوں کو قرأت فرمائیں

۱۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ	نماز قائم کیجئے! بیشک نماز بےحیائیوں
تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ	اور برائیوں سے روک دیتی ہے
وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ	اور خدا کا ذکر بڑا ہے۔

(العنکبوت)

ہر اعتبار سے نماز خدا کی سب سے بڑی عبادت ہے اسلام کی کوئی عبادت اتنی عظیم حیثیت نہیں رکھتی جو حیثیت نماز کو حاصل ہے نماز ہی وہ عبادت ہے کہ اتنی دیر کے لئے آدمی پوری دنیا بلکہ اپنے وجود سے بھی منقطع ہوجاتا ہے اور پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس میں جو کچھ اسرار اور حکم بیان کیے گئے ہیں اس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے

۲۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ	وہ مومنین کامیاب ہیں جو نماز
الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ	میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

لے فتح القدیر باب الجمعہ ورد المحتار

خَاشِعُوْنَ (المومنون)

اس کے بعد بہت سے اخلاق حسنہ اور بہت سی برائیوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا تذکرہ کم وبیش آچکا ہے

نماز پڑھنے کا طریقہ نماز پڑھنے کا طریقہ نہایت تفصیل سے سنت شریفہ میں موجود ہے اس جگہ قرآن پاک کی اس دور کی سورتوں میں سے نماز اور دعا وغیرہ کے بعض ان خصائص کو بیان کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود اور پسندیدہ ہے۔ نہ تو اتنا شور مچایا جائے اور جہر کیا جائے کہ سوتے ہوئے بیدار ہو جائیں اور نہ اس قدر سکوت کہ خود ہی کو نیند آنے لگے۔ ارشاد فرمایا ہے:-

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا	نہ تو اپنی نماز میں بہت جہر کرو
تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ	اور نہ بہت آہستہ بلکہ اس کے
ذٰلِكَ سَبِيْلًا	درمیان کا راستہ اختیار کرو۔

اس جگہ ائمہ کرام نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ادنیٰ جہر یہ ہے کہ پاس والا سُن لے اور ادنیٰ سر یہ ہے کہ زبان کی حرکت سے حروف پیدا ہوں اور کم از کم اپنے کان اس کو سن لیں[1]۔ بعض روایات سے ثابت ہے اور بعض ائمہ کرام نے بھی .... جہری (مغرب، عشاء، فجر) کی نماز کے جہر اور سرّی نماز (ظہر، عصر) کے سر کو اسی آیت سے ثابت کیا ہے اور بعض روایات اس کے شان نزول میں اس قسم کی ذکر کر دی ہیں۔ آیت پاک کا مضمون ان تمام روایات اور مطالب کو شامل ہے[2]

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا	اپنے رب کو آہستہ اور گڑگڑا کر
وَّخُفْيَةً	پکارو!

---

[1] در مختار باب صفۃ الصلوٰۃ

[2] تفسیر روح المعانی ص ۱۹۴ ج ۱۵، مظہری ص ۱۰۶ ج ۵۔

اس آیت سے ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ دعا آہستہ مانگنا چاہیئے زور زور سے نہیں۔ فقیہ ابو اللیث نے اسی قول کو ترجیح دی ہے [۱]

قرأتِ قرآن کا طریقہ | نماز میں یا خارج نماز جب بھی قرآن پاک کی قرأت کی جائے اس وقت تعوذ پڑھنا چاہیئے! ائمہ کرام نے اس کو واجب قرار دیا ہے اور جمہور علماء نے مسنون قرار دیا ہے [۲] اور اس کے بہت سے اسرار اور حکم بیان فرمائے ہیں جس کی تفصیل تفسیر کبیر جلد اول اور تفسیر روح المعانی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ	اور جب آپ قرأت قرآن کریں
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ	تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ	پڑھیں۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں قرأت کرتے وقت تعوذ کرنا چاہیئے یا ہر رکعت میں تعوذ کرنا چاہیئے۔ امام ابو حنیفہ رح نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور امام شافعی رح نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے اور امام مالک رح نے فرمایا ہے کہ فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازوں میں تعوذ کیا جائے۔ ہر ایک نے احادیث سے استدلال کیا ہے [۳] یہ سب احادیث مدنی ہیں لیکن جہاں تک نفس حکم کا تعلق ہے وہ ہجرت سے پہلے دیا جا چکا تھا

کلمہ کفر کا جاری ہونا | اسی دور کی سورتوں میں سے سورہ نحل میں ارشاد فرمایا ہے

---

[۱] بستان ابو اللیث سمرقندی۔ اسکا ترجمہ اور شرح ہم نے "اسلامی علوم اور معاشرت" کے نام سے شائع کیا ہے ملاحظہ فرمائیے! [۲] تفسیر مظہری ص ۴۸ ج ۵

[۳] تفسیر مظہری ص ۳۷۱ ج ۵۔

مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ
اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ
مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ
مَنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْہِمْ
غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَہُمْ عَذَابٌ
اَلِیْمٌ (النحل)

جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر
کرے وہ اگر مجبور کیا گیا ہو اور اس
کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو خیر)
لیکن جس نے دل کی رضامندی سے
کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ تعالیٰ
کا غضب ہو گا اور اس پر دردناک
عذاب ہو گا

اس آیت میں مکہ معظمہ میں مقیم ان مسلمانوں کے بارے میں کلام کیا گیا ہے جن پر ظلم کیا جا رہا تھا اور انکو برابر ستایا جا رہا تھا اور کفر پر مجبور کیا جا رہا تھا انکے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر تم کفر پر مجبور کئے جاؤ اور جبراً تم سے کلمۂ کفر ادا کرایا جائے اور تمہارا دل اسلام پر مطمئن ہو تو تمہیں کلمۂ کفر کہنے کی رخصت ہے لیکن جو دل سے خوش ہو کر ترک اسلام کریں اور کلمۂ کفر ادا کریں وہ کافر ہیں۔ ان پر خدا کا غضب نازل ہو گا، ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے

جب حضورؐ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو مشرکین نے حضرت بلال رضؓ حضرت خبیب اور عمار بن یاسر کو روک لیا۔ اور مجبور کیا کہ کلمۂ کفر کہیں حضرت عمار رضؓ کی زبان پر کلمۂ کفر جاری ہو گیا تو انہوں نے حضورؐ سے آکر عرض کیا آپ نے فرمایا اسوقت دل کی حالت کیا تھی؟ عرض کیا میرا دل ایمان کے ساتھ منشرح تھا [1]

اسوقت یہ آیات نازل ہوئیں بہرحال جان کے بچانے کے لئے اوپری طور پر اگر کلمۂ کفر ادا کر دیا جائے تو رخصت ہے ورنہ عزیمت یہی ہے کہ جان دیدی جائے اور کلمۂ کفر ادا نہ کیا جائے تاریخ اسلام میں دونوں قسم کی مثالیں موجود ہیں

مسجدوں کا قبلہ رُخ

سورۂ یونس جو اسی دور کی سورتوں میں سے ہے

[1] مظہری ص ۳۷۷ ج ۵

ارشاد فرمایا۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ	اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی
اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ	کو حکم دیا کہ مصر میں اپنی قوم کیلئے
بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ	مکانات ایسے بناؤ کہ وہ مکان قبلہ
قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ	رُخ ہوں اور نماز قائم کرو اور
بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (یونس)	مومنین کے لئے بشارت ہے

اس آیت میں بنی اسرائیل کے ایک پریشان کن حال کو بیان کیا ہے کہ فرعون نے ان کو برباد کر دیا تھا اور ان بستیوں کو تباہ کر دیا تھا ان میں انتشار پیدا ہو چکا تھا ان کی شیرازہ بندی کی کوئی صورت نہ تھی تب اللہ تعالے نے ان کے انتشار کو دور کرنے کے لئے یہ طریقہ فرمایا کہ وہ نماز کی ادائیگی کے لئے چند مکانات ایسے بنائیں کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبلہ آخر حال میں خانۂ کعبہ تھا[1] لیکن اس روایت کو غریب قرار دیا ہے

یاد رکھنا چاہیئے کہ قوم کو کسی ایک نہج پر ڈالنے کے لئے اور ان کے اندر سے انتشار کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کو مساجد میں لایا جائے اور ان سے نماز جماعت کے ساتھ ادا کرائی جائے اسی عمل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے مسائل حل ہوئے تھے اور وہی طریقہ آج بھی بدستور ہے۔

صاحب تفسیر مدارک نے اس ارشاد کے بعد کہ "اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی آبادیوں میں مساجد تعمیر کریں[2]" یہ کہنے کی ہمت ہوئی ہے کہ چونکہ یہ سورت ہجرت سے ذرا قبل نازل ہوئی ہے اور مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کو تعمیر مساجد کی ضرورت نہ تھی لیکن مدینہ منورہ پہونچ کر ان کو مسجد تعمیر کرنے کا حکم دلالۃً دیا گیا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک پہلی شریعتیں اس وقت تک

---

[1] تفسیر مظہری ص۵ ج۵ روح المعانی ص۱۷۳ ج۱۱ [2] تفسیر اکلیل ص۲۴ ج۵

قابل عمل ہیں کہ ہمارے نبیؐ سے اس بارے میں کوئی انکار منقول نہ ہو۔ تعمیر مساجد اور ان کا قبلہ رُخ ہونا اس آیت سے ثابت ہے اگرچہ یہ حکم قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تائید اور تفسیر منقول ہے۔

یہ بات دیگر ہے کہ بنی اسرائیل کے یہاں کنیسہ ہی میں نماز ہوسکتی تھی ہمارے یہاں یہ تخصیص ختم ہوگئی۔ بلکہ حضورؐ نے اس امت کے خصائص میں سے دو چیزوں کو بیان فرمایا

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا — میرے لئے پوری زمین کو مسجد

مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا — اور طہارت کیلئے بنادیا گیا ہے

(یعنی تیمم اور نماز کے لئے)

اس لئے جہاں کہیں نماز پڑھ لی جائیگی نماز ہوجائیگی۔ صاحب تفسیر مدارک نے جو بیان فرمایا ہے وہ حق ہے مساجد ہونا اور ان کا قبلہ رُخ ہونا واجب ہے قرآن پاک کی آیت مبارکہ "بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ" میں یہی اشارہ موجود ہے واللہ اعلم۔

وسیلہ کی حرمت

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ	فرمادیجئے! پکار دیکھو! جنکو تم گمان
مِنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ	کرتے ہو خدا کے سوا وہ کسی تکلیف
کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا	کو نہ تم سے ہٹا سکتے ہیں اور نہ بدل
تَحْوِیْلًا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ	سکتے ہیں یہی لوگ ہیں جو پکارتے
یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی	ہیں ڈھونڈتے ہیں اپنے رب کی
رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ	طرف وسیلہ کہ انمیں کون قریب ہے، اور
وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ	وہ امید رکھتے ہیں اسکی رحمت کی

عذابہ (بنی اسرائیل) اور اس کے عذاب سے خوفزدہ ہیں

مذکورہ آیت میں جمع کے صیغہ کے ساتھ وسیلہ کو بیان فرمایا اس کے دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ جمع کے صیغہ کی ضمیر کافروں کی طرف راجع ہے دوسرے یہ کہ کافروں کے معبودوں کی طرف راجع ہے پہلی صورت میں یہ مطلب ہوا کہ ان معبودانِ باطل کو خدا مان کر وہ ان کے ذریعہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس کا تقرب چاہتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ مذکور ہے۔

وَمَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى — ہم تو ان کی پوجا اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ ہمکو خدا سے قریب کر دینگے۔

اور دوسری صورت میں کافروں کے معبودوں کی حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ معبود خود اللہ تعالٰے کی رحمت کے امیدوار ہیں اور خود اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں یہ بچارے تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں اس مضمون کی تائید میں بھی آیات موجود ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ معبودانِ باطل خواہ پتھر کی مورتیاں ہوں یا کوئی بڑی سے بڑی شخصیت ہو ان کو بارگاہِ خداوندی میں خدائی کا درجہ دیکر وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا ہے اس کے بعد یہ مضمون بھی قابل لحاظ ہے کہ بعض مدنی سورتوں میں ارشاد ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ — ایمان والو! خدا کی طرف وسیلہ پکڑو

لہٰذا کونسا وسیلہ حلال اور جائز ہے اور کونسا وسیلہ حرام اور شرک ہے یا مدنی آیت میں وسیلہ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں تفصیل مدنی سورتوں میں آئے گی جہاں تک مذکورہ وسیلہ کا تعلق ہے جس کو مشرکین نے اختیار کر رکھا تھا اور جو آج بھی ہندوستان میں بہت سے جاہلوں اور پیروں اور صوفیوں کا طریقہ ہے وہ بلاشبہ اسی درجہ کا شرک ہے جس درجہ کا

مشرکین مکہ کا شرک تھا واللہ اعلم۔

سائنس کے بنیادی مسائل

مندرجہ ذیل آیت سورۂ بنی اسرائیل میں بھی ہے اور سورۂ یونس میں بھی

هُوَالَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً	اور وہ ذات جس نے سورج کو
وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ	منور کیا اور چاند کو نور بنایا اور
لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ	چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم
الْحِسَابَ (یونس)	سالوں کی گنتی اور حساب جان لو

چاند سورج ستارے زمین کی پیدائش کو ایک واعظانہ انداز میں قرآن پاک میں بہت جگہ بیان فرمایا ہے تاکہ انسانوں کو معلوم ہو کہ ان کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ان کو دنیا میں رہ کر دوسری زندگی کی بھی تیاری کرنی ہے۔ دنیا ایک امتحان گاہ ہے یہاں عارضی طور پر انسان کو رہنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس سے ہٹ کر دنیا کی زندگی کو رونق دینے اور اسکو باعزت بنانے کے لئے اور تمام دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ خدا کی کائنات میں بکھری اشیاء پر غور و فکر کریں۔ مثلاً چاند ہی ہے اس کا گھٹنا اور بڑھنا وغیرہ کس طرح ہوتا ہے؟ اس پر غور کریں تجسس سے کام لیں تو ان کے لئے بہت چیزوں سے پردہ ہٹ جائیگا

قرآن پاک میں مذکورہ آیت میں عَدَدَ السِّنِیْنَ پر اَلْحِسَابَ کا عطف ہے جس سے مغایرت ثابت ہے یعنی سالوں کی گنتی بھی معلوم ہو اور حساب بھی معلوم ہو۔ چاند کے حساب سے سال اور سورج کے حساب سے سال میں دس دن اور چند ساعتوں کا فرق ہے۔ اسلام نے قمری سال کو معتبر مانا ہے

حساب (جسکو ریاضی) کہتے ہیں یہ ایک ایسا علم ہے کہ جس پر موجودہ زمانہ کے تمام علوم کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔ ہیئت اور جغرافیہ اور سائنس اسی حساب کے مرہون منت ہیں۔ زمانہ قدیم میں ان تمام علوم کے ماہر اسلام میں

پائے جاتے ہیں جن کی تصنیفات سے استفادہ کر کے موجودہ سائنس والوں نے ترقیات کے دروازے کھول دیئے لیکن افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ میں مسلمان اور خاص طور سے علماء کرام علم الحساب سے بالکل کورے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر معاملہ میں ان کی رائے ڈگمگاتی رہتی ہے۔ ابو جعفر سندوانی نے المیدانی اور محمد بن فضل کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ :۔

المیدانی پورا عالم ہے وہ حساب جانتا ہے اور محمد بن فضل
آدھا عالم ہے وہ حساب نہیں جانتا[1]

یہ سنکر محمد بن فضل نے بھی علم حساب حاصل کرنا شروع کر دیا۔ خیال فرمائیے۔ اوقات صلوٰۃ، سحر و افطار، عیدین اور حج ان سب کا مدار چاند اور سورج کے طلوع اور غروب پر ہے۔ اسی کے حساب کا نام علم ہیئت ہے اور علم ہیئت کی اعلیٰ تحقیقات کی وجہ سے لوگ چاند پر پہونچ سکے ہیں ان سب چیزوں کی ترغیب قرآن پاک میں موجود ہے

توہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

---

[1] حدائق الحنفیہ۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب شرح بستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدنی حیاتِ طیّبہ

اجمالی حالات

دعوتی نظام کا مختصر جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

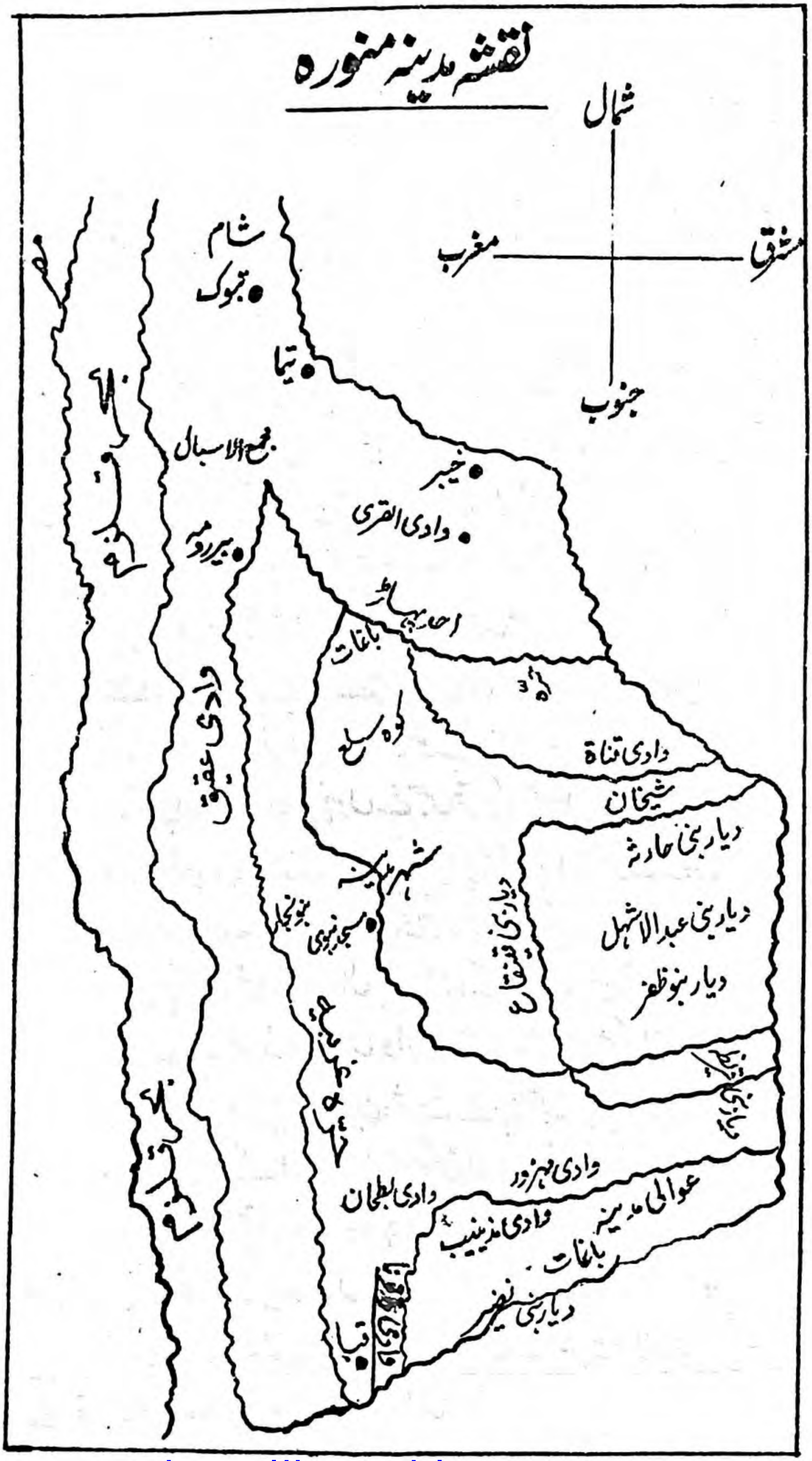
عرضِ مکرّر

۱۔ آئندہ سطور میں اولاً مدنی حالات کی ہر نوعیت سے تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے صرف قرآنی سورتوں کو سمجھنے میں مدد دینا مقصود ہے۔ یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ ہم قرآن پاک کو تاریخ بتلانے والی کتاب قرار دیتے ہیں حاشا و کلّا قرآن پاک سراسر ہدایت ہے اور اسی وجہ سے اس کو نازل کیا گیا ہے اگر مختلف زمانوں کے حالات اس میں مذکور ہیں تو وہ بھی بغرض ہدایت و موعظت ہیں نہ کہ بغرض تاریخ بیانی

۲۔ ہم نے دو جگہ عرب کے جغرافیائی نقشے دئے ہیں ان سے قرآن پاک کی بعض سورتوں کا مطلب اور بہت سی احادیث کا مطلب نہایت آسان طریقے سے سمجھ میں آجائیگا۔ اس باب میں ہم نے استدلال میں اس طریقہ کو بھی پیش کیا ہے امید ہے کہ اسکو پسند کیا جائیگا

۳۔ سامنے مندرجہ خاکہ ہجرت کے زمانہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

عزیز الرحمٰن غفرلہ


نقشہ مدینہ منورہ
شمال
مغرب
مشرق
جنوب
شام
تبوک
تیما
مجمع الاسیال
خیبر
وادی القری
احد پہاڑ
باغات
کوہ سلع
وادی قناۃ
شیخان
دیار بنی حارثہ
دیار بنی عبد الاشہل
دیار بنو ظفر
شہر مدینہ
مسجد نبوی
بنو نجار
وادی عقیق
وادی بطحان
وادی مہزور
عوالی مدینہ
وادی مذینب
باغات
دیار بنی نضیر
قبا

مدینہ منورہ ہجرت کے وقت

مدینہ منورہ کی آبادی بہت قدیم ہے اور پوری آبادی دو قسم پر منقسم ہے یعنی یہودی اور عرب قبائل عرب میں سے اوس اور خزرج جو نسلاً اسرائیلی تھے۔ کے بعد ملک یمن میں (سبا) کے تباہ ہو جانے کے بعد یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔

یہود نے اپنے قدیم ہونے کے بہت افسانے گھڑے ہیں جنکو علامہ سمہودی نے اپنی کتاب وفاء الوفاء میں ذکر کیا ہے۔ ان تمام روایتوں میں سے زیادہ قرین قیاس حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں :-

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بخت نصر کے غلبہ کے بعد یہود (بنی اسرائیل) تتر بتر ہو گئے تھے انہوں نے اپنی کتابوں میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پڑھا تھا کہ وہ ملک شام اور یمن کے درمیان کسی قریہ میں مبعوث ہونگے چنانچہ یہود اس امید سے ملک شام سے چل دئے اور انہوں نے جس قریہ کو نخل (پیڑ) والا پایا اس کو یثرب جان کر وہیں قیام کر دیا چنانچہ تیما اور تبوک وادی القریٰ کے بعد سرسبز باغات کی جگہ جہاں انہوں نے یثرب جان کر قیام کیا وہ مجمع الاسیال ہے۔ اس کے بعد بنو نضیر آئے اور انہوں نے عوالی مدینہ میں وادی مذینیب میں قیام کیا (یہاں باغات تھے اور یہیں کعب بن اشرف نے اپنا قلعہ تعمیر کیا تھا) اور وادی مہزور تک ان کی آبادی ہو گئی اور اس کے ایک جانب بنو قریظہ اور بنی بہدل آباد ہو گئے [1]

اور ابن زبالہ نے بیان کیا ہے کہ

تیسرا قبیلہ بنو قینقاع ہے (اسی خاندان سے حضرت عبداللہ بن سلام تھے)

---

[1] وفاء الوفاء ملخصاً از صفحہ ۱۰۹ ج ۱ تا صفحہ ۱۱۳ ج ۱

عوالی مدینہ اور سرسبز باغات کی جگہ پڑ ہو جانے کے بعد وادی بطحان
کو پار کر کے خاص مدینہ منورہ کی ایک جانب (جہاں مدینہ
منورہ کا بازار لگتا تھا آباد ہو گئے لہ

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ کے ان تمام مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور سکونت اختیار کر لی تھی جہاں پانی تھا اور فرد برابر بھی پیداوار کے امکانات تھے۔ اتفاق کی بات کہ یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کو وہ سب سے آخر میں آیا تھا) ایسی جگہ میسر نہ آتی اسلئے انہوں نے شہر کے ایک جانب میں جہاں مدینہ منورہ کا بازار لگتا تھا اور باہر کے آنے والے تاجر جہاں اتر کر اپنی دوکانیں لگایا کرتے تھے یعنی مدینہ منورہ کے نہ بالکل وسط میں بلکہ مدینہ منورہ کے فنائے شہر میں وہاں سے باہر کو یہود کے دیگر قبائل کا سلسلہ اسطرح متصل ہوتا چلا گیا تھا کہ اگر درمیان میں انصار کے بعض قبائل آکر آباد نہ ہو جائیں تو ملک شام تک یہود کی تمام آبادیاں متصل ہو جاتی ہیں

قبائل یہود میں سے بنو نضیر اور بنو قریظہ سب سے زیادہ شریف اور بزرگ جانے جاتے تھے یہودیوں میں مذہبی قیادت ان ہی کو حاصل تھی اور انکو "کہان" کہا جاتا تھا لہ یہ لوگ اپنی مذہبی قیادت اور زرخیز زمینوں کے مالک ہونے کی وجہ سے بہت بڑے سرمایہ دار تھے تعداد کے اعتبار سے بھی زیادہ تھے تیسرا قبیلہ بنو قینقاع جو خاص مدینہ میں رہنے لگا تھا اور وہاں کے باشندوں کیساتھ رہتا تھا یہ لوگ سونار اور لوہار تھے اور سودی لین دین کرتے تھے مدینہ منورہ کے تمام باشندے ان کے سود میں جکڑے ہوئے تھے اور چونکہ آباد ایسی جگہ ہو گئے تھے جہاں سب لوگوں کی آمدورفت رہتی تھی اس وجہ سے

لہ ایضاً ص ۱۱۵ ج ۱ لہ وفاء الوفاء بروایت علامہ مشرقی ص ۱۳۵ ج ۱

شرارت پھیلانے اور آگ بھڑکانے کا ان کو زیادہ موقع تھا۔ لوہاری کا کام کرنے کی وجہ سے ان کا ہر آدمی مسلح تھا

دیگر قبائل عرب یہودیوں کی آمد کے تقریباً تین سو سال بعد جب ملک یمن میں طوفان آیا تھا وہاں کے باشندے اجڑ کر عرب کے دوسرے علاقوں میں پھیل گئے ان میں سے غسانی (شام میں) بنولخم (عراق میں) بنوخزاعہ (جدہ میں) اور اوس و خزرج (مدینہ منورہ میں) چونکہ زرخیز زمین پر یہود آباد ہو چکے تھے اسلیئے بنجر اور سنگریزوں والی زمین پر یہ لوگ آباد ہو گئے [1]

شروع شروع میں تو ہر اعتبار سے اوس اور خزرج کو کمزوری حاصل رہی اور یہودی ان کو دبائے رہے لیکن جب ناقابل برداشت تکلیفیں ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے غسانی بھائیوں سے مدد طلب کی اور انہوں نے ان پر حملہ کر کے ان کا زور ختم کر دیا اس طرح وہ اپنا بہت سا علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے پھر بھی زیادہ تر زرخیز حصہ ان کے قبضہ میں رہا اور زیادہ بنجر علاقہ اوس اور خزرج کے حصہ میں رہا۔

بنو قینقاع چونکہ یہود کے نزدیک زیادہ پس ماندہ تھے اس لئے انہوں نے خزرج سے معاہدہ کر لیا اور بنو نضیر اور بنو قریظہ کا زور ختم کر دیا یہ دیکھتے ہوئے بنو نضیر اور بنو قریظہ نے قبیلہ اوس سے معاہدہ کر لیا علامہ سمہودی نے ابن زبالہ کی روایت نقل کی ہے

> جب اوس اور خزرج مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ مال اور دولت اور باغیچے یہود کے پاس ہیں تو مدتوں تک ایسے ہی گذار دیا تب انہوں نے اپنے ابنائے جنس سے عقد جوار کیا، پھر تو ان کو شان و شوکت حاصل ہو گئی اور وہ یہودیوں کے گھروں

---

[1] وفاء الوفاء ص ۱۲۵ ج ۱

پر قابض ہو گئے [1]

لیکن یہود اپنی قدیم فطرت سے کب باز آنے والے تھے انہوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ عرب قبائل کسی طرح متحد نہ ہو پائیں [2] چنانچہ انکی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اوس اور خزرج میں ایک جنگ چھڑ گئی جس کو حرب بعاث کہا جاتا ہے اس نے اوس اور خزرج اور ان کے حلیفوں کو تباہ اور برباد کر دیا یہ خونریز سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے تک رہا علامہ مشرقی نے بیان کیا ہے۔

قبائل عرب میں یوں تو بہت زیادہ لڑائیاں ہوئیں لیکن حرب بعاث سے زیادہ سنگین اور طویل لڑائی کوئی نہیں ہوئی اور یہ جنگ ایک سو بیس سال تک رہی [3]

منازل انصار یہ گذر چکا ہے کہ یہود کو ابتر کرنے کے بعد اوس اور خزرج ان کے گھروں پر قابض ہو گئے تھے نقشہ میں یہود کی آبادیاں دکھا دی گئی ہیں اب یہاں منازل اوس اور خزرج (جو بعد میں انصار کے نام سے مشہور ہوئے) ان کی آبادیوں کو ظاہر کیا جاتا ہے اس سے آئندہ حالات سمجھنے میں مدد ملے گی۔

۱۔ بنو عبد الاشہل (حضرت سعد بن معاذ رض اور حضرت اسید رض بن حضیر اسی قبیلہ سے ہیں) بن جشم بن خزرج اصغر

۲۔ بنو حارثہ بن الحارث بن خزرج اصغر بن عمرو بن مالک بن اوس یہ دونوں حرہ شرقیہ میں آباد تھے اور ان سے قریب بنی ظفر رہتے تھے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔

---

[1] الیضاً ص ۱۲۵ ج ۱ [2] یہ قدیم تاریخ موجودہ حالات میں ملاحظ فرمائیں اسرائیل آج بھی برابر عربوں میں انتشار اور تفریق پیدا کئے رہتا ہے وہ عرب متحدہ قومیت سے گھبراتا ہے اور عرب کتنا اتنے نادان ہیں کہ وہ خواب سے بیدار نہیں ہوتے [3] الیضاً ص ۱۵ ج ۱

۳ — بنو عبدالاشہل کے کچھ خاندانوں نے حرّہ واقم میں گھر بنائے تھے اسکو عوالی مدینہ کے نام سے اور ناحیہ شرقیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور حضرت حضیر بن سماک یہیں رہتے تھے۔

یاد رہے کہ جب حضورؐ قریش سے جنگ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے باہر جبل احد کے دامن میں پہونچے تو آپ نے بنو حارثہ میں قیام فرمایا تھا۔ بنو حارثہ اور جبل احد کے درمیان جو وادی ہے جس کو وادی قناۃ کہتے ہیں یہاں سے جو راستہ جاتا ہے اس کو شیخان بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ نقشہ میں دکھایا ہے

۴ — بنو ظفر بن کعب بن خزرج اصغر۔ یہ لوگ بنو عبدالاشہل کے جنوبی جانب آباد ہوئے ان کے اور مسجد نبوی کے درمیان گورستان بقیع واقع ہے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے

۵ — عمرو بن عوف بن مالک یہ لوگ قبا میں آباد تھے اور یہیں دار کلثوم بن ہدم واقع تھا اور یہیں مسجد قبا تعمیر ہوئی اور سب سے پہلے حضور یہیں آکر مقیم ہوئے

۶ — قبا کے بعد بنو واقف اور بنو اسلم آباد تھے

۷ — بنو امیہ بن زید بن قیس یہ وادی مذینیب میں اس جگہ رہتے تھے جہاں سے برساتی پانی بہہ کر بنو قریظہ کی آبادیوں تک جاتا تھا چنانچہ بخاری نے حضرت عمرؓ کی ایک روایت ذکر کی ہے :-

میں اور میرا پڑوسی ایک انصاری جو بنو امیہ بن زید سے تھا عوالی مدینہ میں رہتے تھے اور حضورؐ کی خدمت میں باری باری سے آتے رہتے تھے۔

۸ — بنو عطیہ بن زید بن قیس بن عامر بن قیس۔ یہ صفنہ میں رہتے تھے یہ جگہ مذینیب سے قریب ہے۔

۹۔ بنو حارث بن خزرج اکبر۔ یہ لوگ وادی بطحان میں رہتے تھے جو قبا کے بعد وادی مہزور سے متصل ہے اسی جگہ محلہ سنح ہے جہاں حضرت ابوبکر رضؓ کا مکان تھا یہ جگہ مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے

۱۰۔ بنی سالم اور بنی غنم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج اکبر یہ قبا سے متصل وادی رانونا میں رہتے تھے اور اسی کو دار بنی سالم کہا جاتا تھا اور یہ جگہ حرۂ غربیہ کے ایک کنارہ پر آباد ہے اور یہیں مسجد جمعہ تعمیر کی گئی تھی۔

۱۱۔ بنو شماخ۔ یہ بنو سالم سے قبا کی جانب متصلاً آباد تھے

۱۲۔ بنو عضینہ۔ یہ بھی بنو سالم کے متصل دوسری طرف آباد تھے۔

۱۳۔ بنو حبلی۔ یہ لوگ قبا اور دار بنو حارثہ کے درمیان رہتے تھے اور عبداللہ بن ابیؔ یہ بنو حبلی ہی سے تھا

۱۴۔ بنو سلمہ۔ یہ بنو حبلی کے قریب رہتے تھے اور یہیں مسجد قبلتین ہے

۱۵۔ بنو بیاضہ۔ ۱۶۔ بنو زریق۔ ۱۷۔ بنو نجار

یہ لوگ وادی بطحان مسجد جمعہ کے قریب رہتے تھے

۱۸۔ بنو ثعلبہ اور بنو ساعدہ۔ یہ لوگ مدینہ منورہ کے بازار کے قریب رہتے تھے اور یہیں پر ایک ثقیفہ (پنچایتی مکان) تھا جس کو ثقیفہ بنی ساعدہ کہا جاتا تھا۔ یاد رہے سقیفہ دو تھے ایک ثقیفہ بنو ساعدہ میں اور ایک بنو زریق میں۔

۱۹۔ بنو عماری یہ مسجد نبوی کی غربی جانب رہتے تھے

قبائل انصار کی یہ مختصر طور پر نشاندہی ہم نے وفاء الوفا سے کی ہے۔ سیرت پاک کے حالات پڑھتے ہوئے ان نشانات سے کافی فائدہ ہوگا دیگر تفصیلات کو ہم نے ضرورت سے زیادہ جانتے ہوئے حذف کر دیا ہے۔

حضور صؐ کی آمد اہل مدینہ کو حضور صؐ کی ہجرت کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی اس لئے وہ روزانہ مدینہ منورہ سے باہر آکر حرّہ پر (یعنی حرّہ غربی جس کے متصل قبا میں کو راستہ گیا ہے) انتظار کرتے تھے جب یہودی نے شور مچایا تو اہل قبا نے مقام حرّہ پر آپ کا استقبال کیا وہاں سے آپ پیدل قبا پہونچے (اور یہاں قبیلہ بنی عوف بن مالک آباد تھا) یہاں آپ نے کلثوم بن ہدم کے یہاں قیام فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ کتنے دن قیام کیا، بعض نے ۱۴ روز کہا ہے اور بعض نے چار یوم کو اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ جمعہ کی نماز آپ نے وادی بطحان میں ادا کی تھی اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے[۱] تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب سیرت رسالت مآب صؐ)

اس میں اختلاف ہے کہ بطن وادی جہاں آپ نے جمعہ کی نماز ادا کی وہ وادئ رانونا ہے یا وادی بطحان ہے لیکن اس میں زیادہ اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ نقشہ کو دیکھنے کے بعد یہ اشکال ختم ہو جاتا ہے وادئ رانونا کے کنارے پر قبا آباد ہے اور دوسرے کنارہ کا نام وادی بطحان ہے اور یہ وادی رانونا کے ختم پر اور شہر مدینہ کے شروع پر ہے لہذا قرین قیاس وادی بطحان ہے۔

قبیلہ بنونجار میں قیام وفاء الوفاء میں مذکور ہے حضرت عمارہ بن خزیمہ رضؓ فرماتے ہیں

قبا میں جب جمعہ کا دن آیا اور سورج بلند ہو گیا تو حضور صؐ نے اپنی سواری کو طلب فرمایا مسلمان ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ساتھ ہو گئے اور آپ اپنی قصویٰ اونٹنی پر سوار ہوئے اور لوگ آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے چلے راستہ میں قبائل انصار کے لوگ

---

[۱] وفاء الوفاء صفحہ ۱۸۳ ج ۱

حاضر ہوتے اور اترنے کی درخواست کرتے آپ ان کو دعا دیتے ہوئے آگے بڑھ جاتے اور فرماتے اس کا راستہ چھوڑ دو یہ مامور من اللہ جہاں اللہ کا حکم ہوگا وہاں ٹھہر جائے گی۔ جب آپ بنی سالم میں پہونچے تو عتبان بن مالک اور نوفل بن عبداللہ بن مالک بن عجلان نے اونٹنی کی لگام پکڑلی اور عرض کیا حضور! ہماری تعداد بھی بہت ہے باغات بھی ہیں اور رہنے کے لئے جگہ بھی بہت کشادہ ہے ہمیشہ عرب ہمارے یہاں ٹھہرتے آئے ہیں آپ نے دعائے برکت فرمائی اور فرمایا اس کا راستہ چھوڑدو یہ مامور ہے پھر عبادہ بن صامت اور عباس بن صامت بن عجلان نے عرض کیا تو ان کو بھی یہی جواب دیا اس کے بعد آپ مسجد بنی سالم میں (جو وادی میں ہے) آئے اور وہاں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور خطبہ دیا اور نماز سے فارغ ہو کر بنی حبلی میں پہونچے۔ یہاں اترنے کی درخواست کی عبداللہ بن ابی نے کہدیا آپ وہیں جائیں جنہوں نے آپ کو بلایا ہے یہ سنکر سعد بن عبادہ رض ڈرے اور عرض کیا حضور اس کا خیال نہ فرمائیں میرا گھر حاضر ہے آپ نے انکو دعائے برکت دی اور یہی فرمایا۔ ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ، بشیر بن سعد نے روکا آپ نے ان کو بھی دعائے برکت دی اور وہی فرمایا۔ یہاں سے چل کر بنو بیاضہ نے روکنا چاہا ان کو بھی یہی فرمایا۔ اس کے بعد آپ بنو نجار میں پہونچے تو ابو سلیط اور صرمہ بن ابی انیس نے عرض کیا حضور ہم آپ کے بھائی ہیں آپ ہمارے یہاں قیام فرمائیں آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا۔ روایت ہے کہ سب سے پہلے

بنو بیاعنہ نے پھر بنو سالم نے روکا اس کے بعد آپ بنی عدی بن نجار میں پہونچے جس وقت آپ مالک بن نجار کے مکان کے قریب پہونچے تو انہوں نے کہا ہم آپ کے بھائی ہیں آپ یہاں قیام فرمائیے! میں کہتا ہوں یہ لوگ آپ کی والدہ کی جانب سے رشتہ دار تھے، اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے آپ کے رشتہ دار بنی عمرو بن عوف خزرج تھے کیونکہ عبدالمطلب کی والدہ یعنی آپ کی دادی اسی خاندان سے تھیں جن کا نام سلمیٰ تھا تو اس طرح یہ لوگ آپ کے اجداد اور ماموں ہوئے۔ بہرحال جب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (مبرک) پہونچے اس کے قریب حضرت ابوایوبؓ کا مکان تھا یہاں اونٹنی بیٹھ گئی اور آپ نیچے اتر آئے چنانچہ حضرت ابوایوبؓ فوراً آئے آپ کا سامان لے گئے لوگوں نے بہت چاہا کہ وہ آپ کو اپنے گھر لے جائیں۔ آپ نے فرمایا مسافر وہیں جہاں اس کا سامان، اور اونٹنی اس جگہ جاکر رکی تھی جہاں مسجد کا دروازہ ہے [1]

حضرت ابوایوب رضؓ کے یہاں آپ نے سات مہینہ قیام فرمایا اور اس کے بعد مسجد سے متصل ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر کرائے دیگر مہاجرین بھی مکہ معظمہ سے آکر یہیں آباد ہو گئے تھے

شرح مواہب میں بیان کیا ہے حضرت ابوایوبؓ انصاری کا مکان تبع اول نے حضورؐ کے لئے تعمیر کرایا تھا اور خود ایک مکتوب لکھ کر سپرد کر گیا تھا وہ مکتوب حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلتا رہا یہاں تک کہ حضورؐ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا گیا۔ روایت

---

[1] وفاء الوفاء صـ۱۸۳ تا صـ۱۸۶ ملخصاً

ہے کہ اس مکان میں چار سو سے زیادہ علماء حضور صلعم کی آمد سے پہلے رہ چکے تھے[1]۔ یاد رہے تبع اول اور حضورم کی ہجرت کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے۔

دس سالہ سیرتِ پاک

پہلا سال مسجد قبا کی تعمیر۔ یہ وہی مسجد ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے ۲۔ مسجد نبوی۔ اسعد بن زرارہ کی وفات مسلمانوں میں سے یہی سب سے پہلے ہیں جن کو جنۃ البقیع میں دفن کیا گیا اسی سال مہاجرین میں سے عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی اور انصار میں سے کلثوم بن ہدم رض کی وفات ہوئی اور حضورم کی آمد سے پہلے حضرت براء بن معرورؓ کی وفات ہوئی انہوں نے وصیت کی تھی کہ قبر میں ان کا منہ کعبۃ اللہ کیطرف کو کر دیا جائے اسلام میں یہ سب سے پہلی وصیت ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی یہ جنازہ کی سب سے پہلی نماز تھی جو اولاً قبر پر ادا کی گئی (اسکی تفصیل آئندہ آئے گی)

حضرات صحابہ رض اور ان کی ازواج کا طریقہ تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدایا پیش کیا کرتے تھے، اس پر حضرت ام سلیم رض کو افسوس ہوا تو انہوں نے حضرت انس رض کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور دوسری روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رض نے پیش کیا

اسی سال صلوٰۃ میں اضافہ ہوا اور یہ مدینہ منورہ پہونچنے کے ایک ماہ بعد ہوا۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایک سال بعد اضافہ ہوا اور تیسرا

---

[1] شرح مواہب ص۳۵۹ ج ۱

قول یہ ہے کہ نماز کا حکم تمام مہاروز اول سے ہے

اسی سال مکہ مکرمہ میں کافروں میں ولید بن مغیرہ کا انتقال ہوا اور اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیر رض کی ولادت ہوئی اور یہ بھی روایت ہے کہ ان کی ولادت دوسرے سال ہوئی آپ نے ان کے منھ میں لعاب دہن ٹپکایا یہ تحنیک کی پہلی سنت تھی۔

اسی سال آپ نے اپنے چچا زاد بھائی عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ مہاجرین (ان میں کوئی انصاری نہیں تھا) پر امیر مقرر کیا اور سریہ کے لئے بھیجا اور جھنڈا ترتیب دیا یہ اسلام میں سب سے پہلا جھنڈا اور سب سے پہلا سریہ تھا اور اسی سریہ میں حضرت سعد بن وقاص تھے جنہوں نے کافروں کی طرف تیر پھینکا یہ سب سے پہلا تیر تھا جو کافروں کی طرف پھینکا گیا ان حضرات کا مقابلہ سفیان بن حرب سے ہوا تھا اور دوسری روایت ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل سے، اس میں سو مشرکین تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کے دوسرے سال پیش آیا۔

دوسرا جھنڈا آپ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رض کے لئے ترتیب دیا تھا اور اس سریہ میں تیس مہاجرین تھے اور بعض انصار بھی تھے ان کو اس قافلہ کے تعاقب میں بھیجا تھا جو ابوجہل کی قیادت میں آرہا تھا اور اسمیں تین سو آدمی تھے۔

اسی سال حضرت عائشہ رض کی رخصتی ہوئی تھی ان کا نکاح چھ سال کی عمر میں حضور ص سے مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی تھی اسی سال حضرت سعد بن ابی وقاص کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام ایمان لائے بخاری شریف میں حضرت عائشہ رض کی روایت ہے کہ حضور کی آمد سے قبل عبداللہ بن سلام ابوایوب انصاری رض کے گھر حاضر ہوئے تھے جب یہ دیکھا کہ حضور ص تشریف نہیں لائے

ہیں تو واپس ہو گئے تھے ۔ اور جب حضور آئے تو پھر فوراً ہی مسلمان ہو گئے اسی واقعہ کے بعد سے یہود نے اپنی بغاوت کا اظہار کر دیا تھا ان لوگوں میں ابو رافع، حی بن اخطب، کعب بن اشرف، عبداللہ بن صوریا، زبیر بن باطیا شمویل یہودی، لبید بن اعصم ہیں اور ان ہی میں کی ایک جماعت نفاق کے طور پر اسلام میں داخل ہو گئی تھی اور اپنی طرف انہوں نے اوس اور خزرج کے بھی کچھ آدمی شامل کر لئے تھے ۔

اسی سال آپ نے حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ کو اذان کے لئے مقرر فرمایا اور اس وقت اذان کے کلمات الصلوٰۃ جامعۃ تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ واقعہ دوسرے سال کا ہے ۔

دوسرا سال

جب محرم الحرام ۲ھ شروع ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو عاشورہ کا روزہ رکھنے کا امر فرمایا اور ارشاد فرمایا

نحن احق بموسیٰ من الیہود — ہم یہود سے زیادہ حضرت موسیٰؑ کی اتباع کے حقدار ہیں

۲۔ اسی سال آپ نے حضرت فاطمہ رضؓ کا عقد حضرت علی رضؓ سے کیا صحیح روایت یہ ہے کہ واقعہ بدر سے قبل رجب کے مہینہ میں یہ عقد ہوا تھا اور ذی الحجہ کے مہینہ میں رخصتی ہوئی تھی اس وقت حضرت فاطمہ رضؓ کی عمر ۱۸ سال تھی

۳۔ اسی سال آپ نے غزوہ ابواء کیا یہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے اس مرتبہ مدینہ منورہ پر سعد بن عبادہؓ کو آپ نے خلیفہ مقرر فرمایا۔

۴۔ اس کے بعد دو سو صحابہ کو ہمراہ لیکر غزوہ بواط میں تشریف لے گئے اس مرتبہ مدینہ منورہ پر السائب بن مظعون کو خلیفہ مقرر فرمایا

۵۔ اسی سال بدر اول یا بدر صغریٰ کا غزوہ ہوا

۶۔ اسی سال عبداللہ بن جحش کو ایک سریہ میں بھیجا اور یہ محرم الحرام کا

کا مہینہ تھا اس غزوہ میں دس آدمی مشرکین کے قتل ہوئے تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ رجب کا مہینہ تھا اس غزوہ سے جو مال حاصل ہوا یہ اسلام میں سب سے پہلا مال غنیمت تھا۔ اسی غزوہ کی وجہ سے مشرکین نے اعتراضات شروع کر دئیے تھے کہ مسلمان تو ماہ حرام کا بھی خیال نہیں کرتے اس کا ذکر سورہ بقرہ میں موجود ہے

۷۔ اس کے بعد غزوہ عشیرہ کا واقعہ ہوا۔

۸۔ اسی سال شعبان کے مہینہ سنہ ۲ھ میں تحویل قبلہ کا حکم ظہر کی نماز کے وقت ہوا۔

۹۔ اسی سال رمضان المبارک سنہ ۲ھ کے روزے فرض ہوئے جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آپ نے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔

۱۰۔ اسی سال رمضان المبارک میں غزوۂ بدر واقع ہوا جمعہ کا دن تھا، رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ ۲۴ تاریخ تھی اس میں تین سو سے کچھ زیادہ مسلمان شریک تھے سب سے پہلے اسی غزوہ میں انصار نے آپ کے ساتھ شرکت کی

۱۱۔ اسی سال شوال کے مہینہ میں سریہ سالم بن عمیر ہوا۔

۱۲۔ اسی سال آپ نے صلوۃ عید الفطر ادا کی

۱۳۔ اس کے بعد غزوہ بنی قینقاع واقع ہوا اور یہ مہینہ شوال کا تھا وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان عورت دودھ والی کا کرتا اوپر اٹھا دیا تھا یہ حال ایک مسلمان بھی دیکھ رہا تھا اس نے اس یہودی کو قتل کر دیا اور سب یہودیوں نے مل کر اس مسلمان کو شہید کر دیا

۱۴۔ اس کے بعد ذو قعدہ کے مہینہ میں غزوہ سویق واقع ہوا۔

۱۵۔ اسی سال یعنی سنہ ۲ھ میں آپ نے پہلی مرتبہ بقرعید کی نماز پڑھی اور

دنبہ کی قربانی کی اس کے بعد حضرت فاطمہ رض کی رخصتی ہوئی تھی۔

۱۶۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رض کی رخصتی کے بعد حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی تھی اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کی وفات رمضان المبارک میں ہوئی تھی اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ ان کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمان رض غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

تیسرا سال | اسی سال کعب بن اشرف کا قتل ہوا اور اس کو محمد بن مسلمہ رض نے قتل کیا تھا

۲۔ اسی سال غزوہ قرقرہ واقع ہوا۔

۳۔ اس کے بعد غزوۂ انمار ہوا۔ اسی غزوہ میں وہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک یہودی نے (جس کا نام دعثور تھا) آپ پر حملہ کر دیا تھا اور کہا تھا کہ بتلاؤ آپ کو کون بچائیگا؟۔ الخ

۴۔ اس کے بعد غزوۂ ذی قرد واقعہ ہوا اور یہ نجد کے علاقہ میں ہے قریش نے ملک شام جانے کے لئے عراق کی جانب کے اس راستہ کو اختیار کر لیا تھا۔

۵۔ اس کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا تھا اور یہ مہینہ شوال ۳ھ کا تھا۔

۶۔ غزوۂ احد کے بعد غزوہ حمراء الاسد کا واقعہ پیش آیا تھا

۷۔ اسی سال شراب حرام ہوئی حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ شراب فتح کے سال حرام ہوئی لیکن یہ قول معتبر نہیں ہے۔

۸۔ اسی سال شعبان کے مہینہ میں حضرت حفصہ سے اور رمضان کے مہینہ میں حضرت زینب بنت خزیمہ سے آپ نے عقد کیا یہ آپ کے عقد میں دو مہینہ یا تین مہینہ یا آٹھ مہینہ رہیں اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا

چوتھا سال | محرم ۴ھ میں واقعۂ بیر معونہ پیش آیا اس واقعہ کے بعد حضور صلعم نے رعل بنی لحیان. بنو ذکوان کیلئے

نماز میں بد دعا کی تھی اسی کو قنوتِ نازلہ کہا جاتا ہے

۲۔ صفر ۴ھ میں غزوۃ الرجیع ہوا۔ رجیع میں ہنو ہذیل کی بستی تھی یہ بھی روایت ہے کہ یہ واقعہ ۳ھ میں پیش آیا تھا۔

۳۔ اس کے بعد غزوۂ بنونضیر واقع ہوا بعض نے اسکو واقعہ احد کے بعد ۳ھ میں بتلایا ہے

۴۔ غزوۂ بنونضیر کے بعد حضرت حسین رضؓ پیدا ہوئے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ ۳ھ میں پیدا ہوئے تھے

۵۔ غزوہ بنونضیر کے بعد غزوہ بدر موعود ہوا جس کو بدر ثالث بھی کہا جاتا ہے۔

۶۔ بدر موعود کے بعد ابورافع یہودی کے قتل کا واقعہ پیش آیا اس کو سریہ ابن عتیک بھی کہا جاتا ہے

۷۔ اس کے بعد غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ پیش آیا

۸۔ اسی سال حضورؐ نے حضرت ام سلمہ رضؓ سے عقد کیا تھا

پانچواں سال

اسی سال حضورؐ نے حضرت سلمان فارسی رضؓ کو آزاد کرایا تھا

۲۔ اس کے بعد حضورؐ غزوۂ دومۃ الجندل کے لئے تشریف لے گئے تھے اس کے بعد حضرت ام سعد بن عبادہ رضؓ کا انتقال ہوا تھا

۳۔ اس کے بعد چاند گرہن کا واقعہ پیش آیا تھا اور یہ جمادی الآخر کا مہینہ تھا روایت ہے کہ اس میں آپ نے صلوۃ کسوف کیطرح نماز پڑھائی تھی یہودیوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کسی نے چاند پر جادو کر دیا ہے

۴۔ اسی سال مکہ میں چونکہ قحط پڑا ہوا تھا اس لئے تالیف قلب کے طور پر آپ نے کافی مقدار میں چاندی ان کی مدد کے لئے بھیجی تھی۔

۵۔ اس کے بعد آپ کے پاس بلال بن الحارث المزنی وفد لیکر آئے

اور یہ اسلام میں سب سے پہلا وفد تھا۔

۶۔ اس کے بعد حمام بن ثعلبہؓ کا وفد آیا۔

۷۔ اس کے بعد شعبان میں غزوہ مریسیع ہوا اسی غزوہ میں آیت تیمم نازل ہوئی تھی اور اسی غزوہ کا نام غزوہ بنی مصطلق بھی ہے

۸۔ اس کے بعد غزوہ خندق واقع ہوا اور بیس دن محاصرہ رہا قریش کا لشکر مجمع الاسیال پر پڑا ہوا تھا

۹۔ غزوۂ خندق کے بعد اسی سال غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا۔

۱۰۔ غزوہ بنی قریظہ کے بعد سریہ عبیداللہ بن انیس کا واقعہ ہے۔

چھٹا سال

اسی سال کسوف شمس کا واقعہ پیش آیا روایت ہے کہ کسوف شمس دو مرتبہ واقع ہوا ایک مرتبہ صاحبزادۂ محترم حضرت ابراہیم کی وفات پر۔ حضرت ابراہیم کی ولادت ۸ھ میں ہوئی ہے اور وفات ۱۰ھ میں ہوئی ہے واللہ اعلم۔

۲۔ اسی سال حکم ظہار نازل ہوا۔

۳۔ اسی سال مشرکوں نے سریہ محمد بن مسلمہؓ کے دس مسلمانوں کو قتل کردیا تھا اور اس سریہ میں دس ہی آدمی بھیجے گئے تھے

۴۔ اس کے بعد سریہ فدک ہوا اسمیں حضرت ابوبکرؓ کو بھیجا گیا تھا

۵۔ اس کے بعد سریہ عبدالرحمٰن بن عوف ہوا اور ان کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا گیا تھا

۶۔ اسی سال مدینہ منورہ میں خشک سالی تھی اور حضورؐ نے نماز استسقاء عیدگاہ میں پڑھی یہ رمضان کا مہینہ تھا۔

۷۔ اس کے بعد سریہ زید بن حارثہ ہوا۔

۸۔ اس کے بعد صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔

۹۔ اس کے بعد عیینہ بن حصن فزاری کی لوٹ مار کا واقعہ پیش آیا اسی کا

نام غزوہ غابہ ہے۔

۱۰۔ اس کے بعد غزوہ بنی مصطلق واقع ہوا۔ چونکہ غزوہ مریسیع اور بنی مصطلق ایک ساتھ ہوئے ہیں اس لئے ان دونوں غزوات کو بعض نے ایک ہی قرار دیا ہے اسی میں قصۂ افک (تہمت) پیش آیا اور یہ بھی روایت ہے کہ غزوۂ مریسیع ۵ھ میں غزوہ بنی مصطلق ۶ھ میں ہوا لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ افک کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر آتا ہے اور ان کا انتقال غزوہ بنی قریظہ کے بعد ہو گیا تھا لہٰذا یہ مناسب ہے کہ غزوہ مریسیع اور بنی مصطلق ایک ہی ہیں اور ۵ھ میں ہوئے ہیں چنانچہ طبرانی کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے

۱۱۔ حضرت جویریہ رضؓ سے عقد اسی غزوہ میں ہوا تھا اور اسی غزوہ کی واپسی کے بعد ابن ابیؔ نے کہا تھا جس کو قرآن پاک نے ذکر کیا ہے

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ	اگر ہم مدینہ واپس ہوئے
لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا	تو عزت والے اس سے ذلیل
الْاَذَلَّ	لوگوں کو نکال دینگے

ساتواں سال

اسی سال ابوسفیان کا واقعہ ہرقل کے دربار میں پیش آیا۔

۲۔ اس کے بعد غزوۂ خیبر کا واقعہ ہوا اور اسی غزوہ میں حضورؐ نے صفیہ بنت الحارث سے عقد کیا تھا

۳۔ اس کے بعد وادی القریٰ کا واقعہ پیش آیا۔ اسی غزوہ سے واپسی پر نیند کی وجہ سے صبح کی نماز قضا ہوئی تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر نماز قضا ہوئی تھی

۴۔ اسی سال حضورؐ پر سحر کا واقعہ پیش آیا اور یہ اثر سال بھر تک رہا اور یہ بھی روایت ہے کہ چالیس دن تک یہ اثر رہا۔

۵۔ اسی سال ام حبیبہ رضؓ کی حبشہ سے واپسی ہوئی تھی۔
٦۔ اسی سال آپ نے عمرۃ القضا ادا کیا اور اس میں حضرت میمونہ رضؓ سے عقد کیا۔

آٹھواں سال

اسی سال فتح مکہ ہوا
۲۔ اس کے بعد ہوازن کے ساتھ جنگ ہوئی اور غزوۂ حنین اسی واقعہ کا نام ہے
۳۔ اس کے بعد غزوۂ طائف ہوا اور آپ نے مکہ معظمہ پہ عتاب بن حفیر کو حاکم مقرر فرمایا اور آخر ذیقعدہ میں آپ مدینہ منورہ واپس آگئے تھے
۴۔ اسی سال حضرت ابراہیم رضؓ پیدا ہوئے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا گیا اور دو دنبے ذبح کیے گئے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی اور حضرت ابراہیم کی وفات ربیع الاول ۱۰ھ میں ہوئی۔
۵۔ اسی سال آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضؓ کی وفات ہوئی۔ ان کا عقد عمرو بن عاص سے ہوا تھا وہ کافر ہی تھے وہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو کر واپس آگئے تھے چنانچہ حضور ﷺ نے نکاح اول ہی پر ان کو باقی رکھا یہ بھی روایت ہے کہ تجدید نکاح ہوئی اور اسی روایت کو ترجیح حاصل ہے

نواں سال

اس سال ایلاء کا واقعہ پیش آیا اور حضور ﷺ نے اپنی ازواج کو ایک مہینہ تک چھوڑے رکھا
۲۔ اسی سال وفود کی آمد کی بہت کثرت رہی
۳۔ اسی سال حج فرض ہوا لیکن اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حج ہجرت سے قبل فرض ہوا تھا یہ قول غریب ہے علامہ رافعی نے کہا ہے حج ۵ھ میں فرض ہوا اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ ٦ھ میں فرض ہوا۔ تیسرا قول ۷ھ کا ہے اور چوتھا قول ۸ھ کا ہے

اور بعض نے کہا ہے ۹ھ میں فرض ہوا۔

۴۔ اسی سال حضرت ابوبکرؓ حج کو تشریف لے گئے اور وہ امیرِ حج تھے اور اسی سال سورۂ برأت نازل ہوئی جس کے اعلان کے لئے حضور ص نے حضرت علیؓ کو بھیجا تھا۔

۵۔ اسی سال رجب ۹ھ میں غزوہ تبوک ہوا اور یہ سب سے آخری غزوہ تھا

دسواں سال

اس سال عدی بن حاتم حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے

۲۔ اس کے بعد وفد بنی حنیفہ آیا

۳۔ اس کے بعد وفد نجران آیا اور اسی موقعہ پر عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔

۴۔ اس سال حضرت جبرئیل علیہ السلام لوگوں کو دین سکھلانے کیلئے ایک سائل کی صورت میں حاضر ہوئے۔ حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے

۵۔ اسی سال آپ نے حجۃ الوداع کیا

۶ اسی سال صفر کے مہینہ میں آپ بیمار ہو گئے اور ۱۲ ربیع الاول کو آپ کی وفات ہوئی

دعوت و اشاعت دین کیلئے انتظامات

عقدِ مواخاۃ مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد مسلمانوں میں تقویت پیدا کرنے کے لیئے اور اشاعت اسلام کی غرض سے آپ نے عقد مواخاۃ قائم کیا یہ ایک ایسا اقدام تھا کہ جسکی وجہ سے یہود بھی مغلوب رہے اور مشرکین مکہ کو بھی شکست نصیب ہوئی۔ اگر یہ طریقہ کار نہ اختیار کیا جاتا تو پھر دنیا میں مسلمانوں کا وجود باقی نہ رہتا اور وہ ایک ملت کی حیثیت سے دنیا میں وجود نہ پاتے۔ کوئی تو بات ہے کہ اسکو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر بڑی نعمت قرار دیکر اپنا احسان یاد دلایا ہے ارشاد ہے

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ	اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد
اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ	کرو جب تم آپس میں دشمن تھے
بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ	تمہارے دلوں میں الفت پیدا
بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا	کی اور تم آپس میں بھائی بھائی
	ہو گئے۔

قیام اخوت کا یہ ایسا طریقہ تھا کہ مسلمانوں کے سخت ترین دشمن بھی اس سے گھبرا گئے اور ان کے درمیان انتشار اور تفرلق پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ایک مرتبہ شاس بن قیس ایک بوڑھا یہودی (جو مسلمانوں سے سخت بغض رکھتا تھا) اوس اور خزرج کے چند آدمیوں کے پاس سے ہو کر گذرا اس نے دیکھا کہ ان میں آپس میں سخت عداوت کے بعد نہایت الفت ہے جب وہ اپنے قبیلہ میں پہونچا تو سب لوگوں کو جمع کر کے کہا، اب ہماری خیریت

نہیں ہے اگر یہی محبت ان لوگوں میں باقی ہے۔ اور ایک جوان کو مقرر کیا اس نے جاکر اوس اور خزرج کے درمیان "یوم بعاث" کے واقعات سنا کر ان کے جذبات کو بھڑکا دیا نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ دونوں جانب کے لوگوں میں تلواریں نکل آئیں یہ خبر جب حضور م کو پہونچی تو چند مسلمانوں کو ساتھ لے کر وہاں پہونچے اور فرمایا :-

اے مسلمانو ! خدا سے ڈرو ! میں تمہارے درمیان ہوں تم اور جاہلیت کو اختیار کرتے ہو اللہ نے تم کو اسلام کیلئے ہدایت دی ہے اور جاہلیت کو تمہارے اندر سے دور کر دیا ہے۔ تمہارے اندر سے کفر دور کر دیا اور تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی ؎۱

اس وقت مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ یہ شیطانی وسوسہ اور اس کا فریب تھا فوراً ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دئے اور آپس میں معانقہ کیا اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

۱۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكِتَابُ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللهِ وَاللهُ شَهِيدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ۔ (آل عمران)	فرما دیجئے ! اہل کتاب ! اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو اور اللہ گواہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو
۲۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكِتَابُ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ وَمَا اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (آل عمران)	فرما دیجئے ! اہل کتاب ! ایمان والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو اور اس کے دین میں کیوں کجی تلاش کرتے ہو تم گواہ ہو اور اللہ تمہارے عمل سے غافل نہیں
۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ایمان والو ! اگر تم اہل کتاب کے

؎۱ رواہ حاکم

اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ (الیٰ قولہ)	ایک فریق کی بات مان لو (الی قولہ)
کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیَاتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (آل عمران)	اللہ تعالیٰ اپنی آیات ایسے ہی بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

یہی شرارت حیّی بن اخطب اور اس کا بھائی ابویاسر کیا کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔[1]

وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ (الی قولہ) حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بقرہ)	بہت سے اہل کتاب دل سے چاہتے ہیں تم کو دین سے پھیر دیں (الی قولہ) یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ آجائیگا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور اسلامی تعلیمات کے طفیل میں مسلمان آپس میں ایسے گھل مل گئے جیسے شیر و شکر اس اتفاق اور اتحاد کے وہ نظائر موجود ہیں کہ تاریخ عالم اخوت کی ایسی مثالیں نہیں پیش کر سکتی خود اسلام میں اخوت کے یہ قوانین (حق میراث) وغیرہ۔ غزوۂ بدر (آیاتِ میراث کے نزول تک) رہے لیکن آیاتِ میراث کے نازل ہونے کے بعد اخوت کی وجہ سے حصہ کو منسوخ قرار دینے کے بعد بھی قرآن پاک نے حسن سلوک کے لئے جو ہدایات بیان فرمائی ہیں ان کے بارے میں سورۂ بنی اسرائیل وغیرہ کی آیات کے تحت کافی لکھا جا چکا ہے خود احادیث کی کتابوں میں صلہ رحمی اور اصلاح ذات بین کو جو مقام دیا گیا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس کے لئے جھوٹ کو بھی مباح کر دیا ہے۔ خیال فرمائیے

[1] تفسیر ابن کثیر سورۂ آل عمران۔ وفاء الوفاء ص۱۹۲ ج۱

اس کے برخلاف جن لوگوں نے اسلام میں انتشار اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے اقدامات کئے آج تک ان میں سے کسی کو زمین پر باقی نہیں رکھا گیا۔ اس آدمی یا گروہ نے ہمیشہ اپنی حیات میں اس کا خمیازہ بھگت لیا ہے (مثالیں دینے کی گنجائش نہیں ہے) ہندوستان میں ان افراد اور جماعتوں کا انجام (خواہ وہ غیر مسلم جماعت ہو یا مسلمانوں کی یا علماء کی) ان کو ہاتھوں ہاتھ اس کا پھل چکھنا پڑا ہے کیونکہ منفی عمل تخریبی کارروائی کبھی بھی اور کسی کے لئے بھی نفع بخش ثابت نہیں ہوئی۔

مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد آپ نے تاریخ عالم کا سب سے پہلا کارنامہ یہ انجام دیا تھا تاریخی اور علمی اعتبار سے اس میں اختلاف ہے کہ عقد مواخاۃ کتنی دفعہ ہوا۔ بعض نے دو مرتبہ کہا ہے ایک عقد مواخاۃ ہجرت سے قبل مسلمانوں کے درمیان میں ہوا اور ایک عقد مواخاۃ مدینہ پہونچکر انصار اور مہاجرین کے درمیان جو ۹۰ افراد کے درمیان ہوا تھا ۴۵ مہاجر اور ۴۵ انصار۔ اور تیسرا عقد مواخاۃ مدینہ منورہ پہونچکر صرف مہاجرین کا مہاجرین کے ساتھ۔ تینوں کے بارے میں روایات ہیں[1]

استدلال کے طور پہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی اقلیت کسی ملک میں اپنے تحفظ کے لئے۔ ۲ اپنے افادہ اور استفادہ کیلئے اگر کوئی جماعت تشکیل کریں تو جائز ہے اور سنت شریفہ سے ثابت ہے اسکو فرقہ پرستی نہیں کہا جا سکتا

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو برادریوں میں تقسیم کرنے والے اور پھر اس کو شہ دینے والے حقیقۃً اسلام کے دشمن ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کو فرقہ پرست کہنے والے مسلمانوں کے دوست نہیں ہیں۔

---

[1] سیرت رسالتمآب ؐ ص ۱۲۱ ج ۱ زاد المعاد ابن قیم۔ وفاء الوفاء ص ۱۹۲ ج ۱

قیام مساجد قیام مواخاۃ کے بعد دوسرا بڑا کام قیام مساجد ہے حضور ؐ نے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی روز قبا میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ قرآن پاک نے اس مسجد کا ذکر فرمایا۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى — بنیاد رکھی گئی مسجد کی تقویٰ پر

یہاں قبا کے باشندوں کی تعریف کی ہے مسجد قبا کے علاوہ اور دوسری مساجد بھی ہیں جو حضور ؐ کے زمانہ میں تھیں ان مساجد کا قیام ملت کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے میں بہت مفید ثابت ہوا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے کہ بنی اسرائیل میں اجتماعیت قائم کرنے کے لئے اور ان کے انتشار کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مساجد کو تعمیر کیا تھا اور ان گھروں کے ذریعہ قوم کو مجتمع کیا تھا اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ وہی نسخہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا اور یہ ایک کارآمد اور مفید نسخہ تھا اس کی وجہ سے ملت کے اندر یکجہتی پیدا کرنے میں بہت مدد ملی آج جو مسلمانوں میں یکجہتی اور اجتماعیت پیدا نہیں ہو پاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی اکثریت آج بھی مساجد سے بہت دور ہے۔ یاد رہے ان گھروں کی عظمت مسلمانوں کی اجتماعیت کی وجہ سے ہے چنانچہ فقہاء کرام نے ان نمازوں کو ناقص قرار دیا ہے جو جماعت کے ساتھ ادا نہ کیجائیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مساجد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ	اس سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا
مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ	ہے جو لوگوں کو اللہ کی مساجد میں
فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ	ذکر کرنے سے روکے اور ان کے
خَرَابِهَا (بقرہ)	ویران کرنے کے درپے ہو

اس کے علاوہ اور آیات ہیں۔ احادیث پاک میں آداب مساجد کے بارے میں بہت احادیث ہیں ان کا اکرام، ان میں داخل ہونے نکلنے کے آداب اور ان کے احکامات بہت مفصل ہیں تاریخی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو زمانہ قدیم میں مساجد، عدالت، درسگاہ، عبادت اور بہت سے معاملات کے لئے ایک اہم اور مرکزی مقام شمار کیا جاتا تھا یہی وجہ تھی مسجد کی امامت سب سے زیادہ اہم شخصیت کے سپرد ہوتی تھی تاکہ اس کی وجہ سے جماعت کا قیام اور مسلمانوں کی اجتماعیت محفوظ رہے۔

یورپ والوں نے مسلمانوں کے اس فلسفہ کا غور سے مطالعہ کیا اور انہوں نے وہ ذہن پھونک دیا کہ مساجد صرف ایک عبادت گاہ اور عبادت ایک ذاتی معاملہ ہو کر رہ گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں مکمل طور سے انتشار آگیا افسوس کہ ہمارے علماء بھی اس چال سے غافل رہے۔ یاد رکھنا چاہئے قیام ملت اور اقامت دین کے لئے مساجد کا وجود ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔ یاد رکھو! جب تک یہ منصب پیشہ وری کے طور پر رہیگا اس وقت تک خرابیاں بدستور رہینگی اس کے لئے عوام بھی ذمہ دار ہیں اور امام بھی۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی چند مساجد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۔ مسجد قبا کے بعد دوسری مسجد مسجدِ جمعہ ہے جہاں آپ نے سب سے پہلی نماز جمعہ ادا کی تھی۔ یہی مسجد بنی سالم کہلاتی ہے اس کے بارے میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ وادی رانونا یا وادی ذی صلب میں تھی۔

۳۔ تیسری مسجد، مسجد نبوی ہے یہ وہ جگہ ہے جو انصار کے دو لڑکوں سے خریدی گئی تھی جس وقت حضورؐ کی اونٹنی یہاں آکر بیٹھ گئی تو آپؐ نے چار مرتبہ یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے

اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْنَا مُنْزَلًا مُّبَارَكًا	الٰہی! ہمیں برکت والی جگہ اتار
وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ	اور تو خیر المنزلین ہے۔

اس وقت اس جگہ کھجوروں کے کچھ درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں درختوں کو کٹوا دیا گیا اور قبروں کو اکھاڑ دیا گیا اسی مسجد سے ملے ہوئے حضورؐ کی ازواج مطہرات کے نو حجرے بنے ہوئے تھے اور ان کے دروازے مسجد میں کو کھلے ہوئے تھے۔

۴۔ مسجد عتبان بن مالکؓ۔ اس کے بارے میں بخاری شریف میں ہے۔

حضرت عتبان رضؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! میری نظر کمزور ہے۔ میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں جب بارش ہوتی ہے تو نالہ بہنے لگتا ہے تو میں مسجد میں نہیں جا سکتا تاکہ ان کو نماز پڑھا سکوں۔ (رواہ بخاری)

۵۔ مسجد الفضیح۔ یہ مسجد آج مسجد الشمس کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔

حضرت جابر رضؓ نے روایت کیا ہے:۔

جب حضورؐ نے بنی نضیر کا محاصرہ کیا تو آپ کا ڈیرہ مسجد فضیح کے پاس ڈالا گیا اور آپؐ نے چھ رات تک مسجد فضیح میں نماز ادا کی۔

۶۔ مسجد بنی قریظہ۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضؓ کی روایت ہے کہ

جب بنی قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم ہونے پر راضی ہو گئے تو حضورؐ نے حضرت سعد کو طلب فرمایا جب وہ مسجد کے قریب ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

۷۔ مسجد ام ابراہیم۔ یہ مسجد بنی قریظہ کے شمال میں حرہ شرقیہ میں تھی۔

۸۔ مسجد بنی ظفر۔ آج اس مسجد کا نام مسجد بغلہ ہے۔ یہ مسجد حرہ شرقیہ بقیع کے آخری کنارے پر ہے اسکو مسجد بنی حارثہ بھی کہا جاتا تھا طبرانی نے روایت کیا ہے۔

حضورؐ ان کے پاس مسجد بنی ظفر میں آئے اور منبر پر بیٹھ گئے

اور آپ کے ساتھ ابن مسعودؓ اور معاذ بن جبل تھے

۹۔ مسجد اجابتہ۔ اور اسی کا نام مسجد بنی معاویہ ہے مسلم شریف میں روایت ہے:۔

ایک دن حضورؐ مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور دیر تک دعا مانگی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اپنے رب سے دیر تک دعا کی اس نے مجھے دو چیزیں مرحمت فرمائیں اور ایک سے منع فرمادیا۔ دو چیزیں یہ ہیں کہ میری امت کو غرق اور قحط سے ہلاک نہ کرنا اور ایک چیز یہ ہے کہ ان میں آپس میں جنگ نہ ہو۔ اس سے منع کر دیا۔

۱۰۔ مسجد فتح۔ اسی کو مسجد احزاب بھی کہا جاتا تھا۔ حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے:۔

حضورؐ مسجد فتح کے پاس سے ہو کر گذرے اور آپ نے وہاں نماز عصر ادا کی۔

بیان کیا گیا ہے اس مسجد کا نام مسجد احزاب، مسجد اعلیٰ، مسجد اجابتہ بھی تھا[1] یہ دس مساجد ہیں جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے ان کے علاوہ اور مساجد بھی تھیں لیکن سب سے زیادہ یہ مساجد مشہور تھیں ان کے ذکر سے غرض صرف اس قدر ہے کہ ان مساجد کے ذریعہ ہر ایک قبیلہ مجتمع تھا اور ان سب کا جوڑ مسجد نبوی سے تھا مسجدوں کا یہ نظام روز اول ہی سے قائم تھا اور ان میں وحدت تھی اسی وحدت کی وجہ سے دشمنوں کو ذلیل ہونا پڑا اور مسلمانوں کو سربلندی اور فتح حاصل رہی۔

نماز اور نظام امارت

کوئی توجہ ہو سکتی ہے کہ فقہاء کرام نے بلا جماعت سے نماز کو ادا ناقص قرار دیا ہے ہم نے جہاں تک غور کیا ہے اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ چونکہ جماعت

---

[1] یہ تمام تفصیل مختصراً وفاء الوفاء حصہ دوم سے ماخوذ ہے

کی نماز سے مسلمانوں میں اُمّت پنا پایا جاتا ہے اور ان کی اجتماعیت باقی رہتی ہے اسی وجہ سے اس کو اہمیت دی گئی خیال فرمائیے۔

ا ۔۔۔ اگر نماز میں امام کو حدث واقع ہوجائے تو اسکو ہدایت ہے کہ وہ اپنی جگہ کسی دوسرے کو بڑھا دے تاکہ وہ جماعت کی نماز کی تکمیل کرادے

ب ۔ صلوٰۃ خوف میں نماز کی اصل ہیئت میں بھی فرق ہوجاتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن پاک میں صلوٰۃ خوف کو ایک ہی امام کے پیچھے پڑھنے کی ہدایت ہے اور سیرت پاک میں بھی ان کے نمونے ملتے ہیں

ج ۔ حضور ص کے زمانے اور حضرات صحابہ رض کے زمانے میں یہی طریقہ تھا کہ جو امیر ہوتا وہی نماز پڑھاتا چنانچہ بہت سے غزوات اور سرایا میں اس کی مثالیں ہیں۔

د ۔ کوئی وفد ایسا نہیں ملتا کہ حضور ص نے اس کا امیر مقرر نہ فرمایا ہو اور کوئی سریہ اس سے خالی نہیں ہے خود حضور ص جب مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو اپنا خلیفہ کسی کو مقرر کر کے جاتے

س ۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین اس وقت تک مؤخر رہی جب تک حضرت ابوبکر رض کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔

غرضکہ اسلام کا پورا نظام اسی امارت اور خلافت سے جڑا ہوا ہے اور نماز سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ امیر اور امام کی اطاعت کے بارے میں حضور ص نے ارشاد فرمایا ہے۔

لا اسلام الّا بامارۃ	اسلام بلا امارت کے نہیں اور
ولا امیر الّا بطاعۃ	امیر بلا طاعت کے نہیں۔

کیا مسلمان اس اہمیت کو محسوس کرینگے اور اپنے درمیان پھر سے مسجد والے نظام کو زندہ کرینگے ؟۔

مدینہ کا دستور اساسی | حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے

میں بہت سے معاہدے کیئے جن کا ذکر غزوات اور سرایا کے بیان میں آئیگا اس جگہ صرف اس معاہدہ کو ذکر کیا جاتا ہے جو آپ نے مدینہ منورہ پہونچنے پر کیا تھا اس کی حیثیت مدینہ منورہ کے دستور اساسی کی سی ہے یہ گذر چکا ہے کہ مدینہ منورہ کے ایک جانب بنی نضیر، بن قریظہ اور شہر کے ایک حصہ پر بنی قینقاع آباد تھے۔ بنی قینقاع کی آبادی گویا شہر مدینہ کی آبادی کا ایک حصہ تھی۔ باقی دونوں قبیلے شہر کے باہر تھے مسلمانوں میں بھی دو گروہ تھے ایک نووارد جنکو مہاجرین کہا جاتا ہے اور دوسرا گروہ انصار کا تھا جو اوس اور خزرج کے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے ان ہی دونوں قبیلوں کو انصار کہا جاتا تھا ان ہی باشندوں کے لیئے حضورؐ نے ایک دستور ترتیب دیا جسکو میونسپل دستور کہنا چاہیئے سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے اور اسی کو جارج کونسٹان نے بھی بیان کیا ہے کہ اس دستور کی ۵۲ دفعات تھیں جنمیں سے ۲۷ یہود کے لیئے اور ۲۵ مسلمانوں کے لیئے تھیں۔ دستور کی پہلی دفعہ یہ تھی

۱۔ قریش (مہاجرین) اور یثرب کے مسلمان اور جو اُن کے ساتھ ہیں اور ان سے مل گئے ہیں اور ان کے ساتھ ہو کر جہاد کیا ہے وہ ایک امت ہیں

۲۔ اسی دستور کی دفعہ آٹھ میں مذکور ہے: "یہود کے لیئے اپنا دین ہے اور مسلمانوں کیلیئے اپنا دین۔ یعنی دستوری اعتبار سے مسلمانوں کی حیثیت علیحدہ ہے اور یہود کی حیثیت جدا ہے اس کے باوجود شہری دفاع میں دونوں ایک ہیں[1]۔ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے۔

۳۔ یہودی اپنا خرچ اٹھائیں اور مسلمان اپنا خرچ اٹھائیں اس معاہدے کے شرکا ر حملہ آور کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کے پابند ہیں

۴۔ وہ خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کرینگے اور ان کے

---

[1] پیغمبر اسلام از جارج کونسٹان

درمیان نیکی اور حق رسانی کا تعلق ہو گا۔

۵۔ کوئی اپنے حلیف کے ساتھ زیادتی نہیں کریگا۔

۶۔ مظلوم کی حمایت کی جائے گی

۷۔ جنگ کے زمانہ میں یہود اور مسلمان دونوں ملکر جنگ کے مصارف برداشت کرینگے

۸۔ معاہدے کے شرکاء مدینہ منورہ میں کسی قسم کا فتنہ اور فساد برپا نہ کریں گے۔

۹۔ اگر کوئی مختلف فیہ قضیہ پیش آجائے تو اس کا فیصلہ خود حضورؐ کتاب اللہ کے موافق فرمائیں گے۔

۱۰۔ اہل مکہ اور ان کے حامیوں کو پناہ نہیں دی جائے گی

۱۱۔ ہر فریق اپنی جانب کے علاقہ کی مدافعت کا ذمہ دار ہے[۱]

اس معاہدہ کی سب سے پہلی خلاف ورزی یہود کی جانب سے ہوئی۔ جس کی وجہ سے ان کے ساتھ جنگ کی نوبت پیش آئی اس دستور سے بہت سے حضرات کو ایک قسم کی غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے قومیت متحدہ کا اثبات اس سے کیا ہے اور دستور کی پہلی اور دوسری دفعات پر نظر نہیں کی ہے یاد رکھنا چاہیئے یہ دستور جہاں میونسپل دستور کی حیثیت رکھتا ہے وہاں بین الریاستی کی سی بھی اس کی نوعیت ہے اس سے متحدہ قومیت کا اثبات ایک دور از کار قیاس ہے۔ بالفرض اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو ملت مسلمہ کی انفرادیت اور ان کو جداگانہ ایک وحدت ظاہر کرنیکے لئے قرآن پاک اور احادیث پاک میں بہت سی مثالیں موجود ہیں جن کا ذکر ہم کسی مناسب موقع پر کرینگے۔

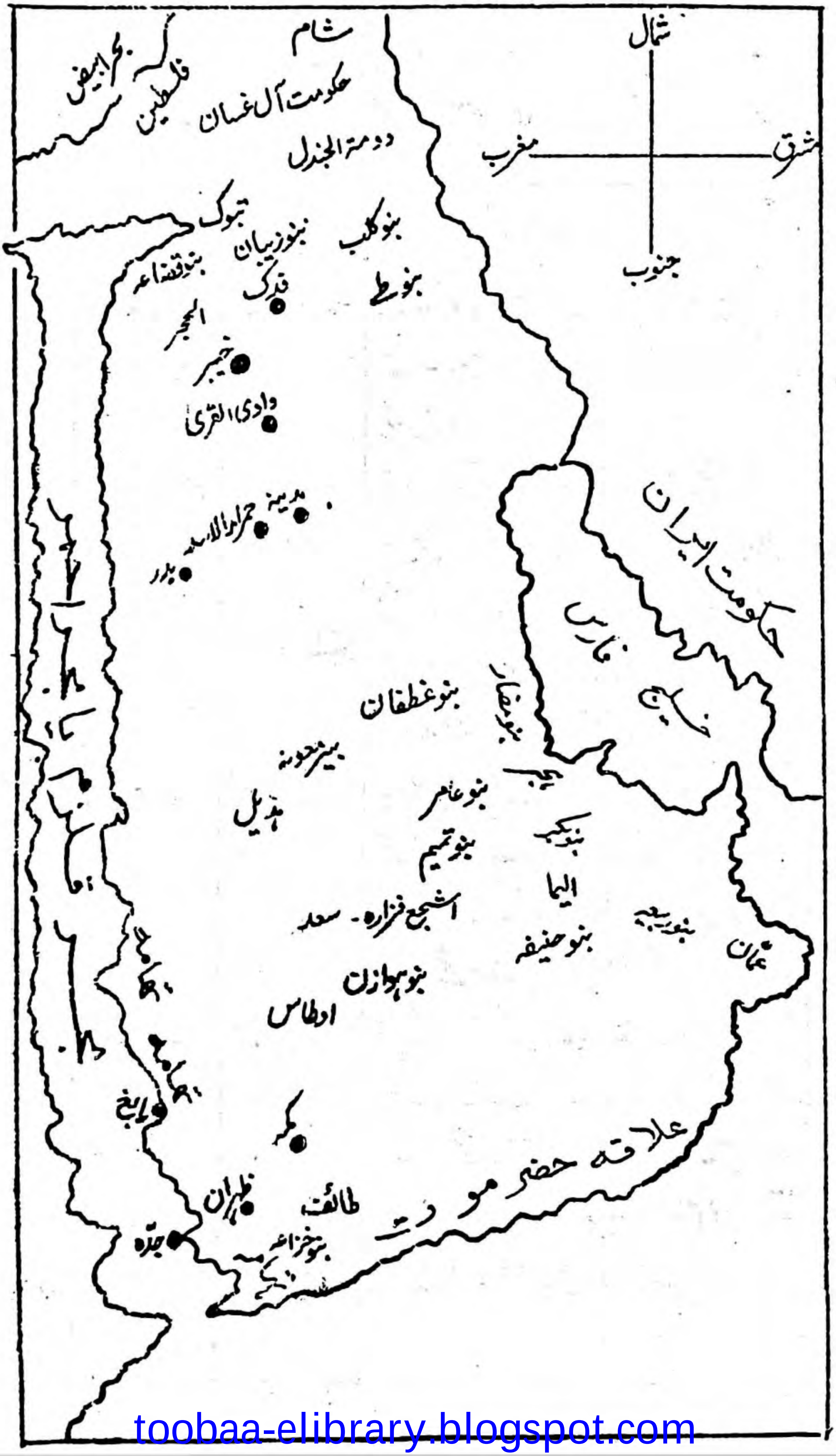
---

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۱۴۷ تا ۱۵۰ ج ۲

حضور ؐ کے غزوات و سرایا

مستشرقین اور بعض غیر مسلم مورخوں نے حضور کے غزوات اور سرایا کو جنگی اقدامات قرار دیا ہے اور بعض مقامات پر ہمارے لوگوں نے بھی غلط تاویلات کے ذریعہ بات کو بگاڑ دیا ہے سطور ذیل میں حضور کے غزوات اور سرایا کی تفصیل مگر اختصار کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے اس کے بعد ان غزوات پر مختصر تبصرہ اور ان کی نوعیت کو بیان کیا جائیگا۔

بخاری شریف میں غزواۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کے بارے میں تین روایات ہیں یعنی ۱۵، ۱۶، ۱۷، مگر ہم نے تمام غزوات اور سرایا کو علامہ واقدی کی طبقات کبیر سے اخذ کیا ہے ان کے سمجھنے کے لئے پہلے نقشہ دیا جاتا ہے۔


شمال
مغرب
مشرق
جنوب
شام
بحر ابیض
فلسطین
حکومت آل غسان
دومۃ الجندل
تبوک
بنوزبیان
بنوکلب
بنوقضاعہ
فدک
بنوطے
الحجر
خیبر
وادی القریٰ
مدینہ
حمراء الاسد
بدر
حکومت ایران
فارس
خلیج
بنوغطفان
بیرمعونہ
ہذیل
بنوعامر
بنوتمیم
بنوبکر
الیما
اشجع فزارہ۔ سعد
بنوحنیفہ
بنوربیعہ
عمان
بنوہوازن
اوطاس
رابغ
مکہ
ظہران
طائف
جدہ
بنوخزاعہ
علاقہ حضرموت

فہرست غزوات وسرایا

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
١	سریہ عبیدة بن الحارث	شوال ١ھ	تعدادِ لشکر کا، ساٹھ۔ یہ سریہ رابغ کی طرف بھیجا گیا تھا صرف تیر اندازی ہوئی جنگ کی نوبت نہیں آئی
٢	سریہ حضرت حمزہ	"	تعدادِ لشکر کا، تیس۔ ابوجہل کے قافلہ کے تعاقب میں جنکی تعداد تین سو تھی جنگ کی نوبت نہیں آئی
٣	سریہ سعد بن ابی وقاص	ذیقعدہ ١ھ	تعدادِ لشکر کا، بیس۔ مقام الخرار کی طرف جحفہ کے راستے میں مشرکین کے قافلوں کو روکنے کیلئے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔
٤	غزوہ الابواء	صفر ٢ھ	یہ جگہ مدینہ منورہ سے چھ میل ہے اسکو غزوہ ودان بھی کہا جاتا ہے بنی ضمرہ سے صلح ہو گئی تھی جنگ کی نوبت نہیں آئی اس غزوہ میں آپ خود تشریف لے گئے تھے صرف مہاجرین ہمراہ تھے
٥	غزوہ بواط	ربیع الاول ٢ھ	آپ کے ساتھ دو سو صحابہ تھے قریش کے قافلے کو روکنے کے لئے جس میں ڈھائی ہزار اونٹ تھے۔ یہ جگہ مدینہ منورہ سے ۴۸ میل جہینہ کے پہاڑی سلسلہ کے درمیان شام کو جاتے ہوئے وادی خشب میں واقع ہے

مختصر تعارف	تاریخ	نام	نمبر شمار
اس میں جھنڈا حضرت علی رضؓ کے پاس تھا کرز بن فہر نے مدینہ کی چراگاہ کو لوٹا تھا۔ حضور اس کی تلاش کو خود نکلے یہ علاقہ وادی عقیق میں ہے سفوان نام ہے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر یہ چراگاہ تھی جنگ نہیں ہوئی	ربیع الاول ۲ھ	غزوہ بہ تلاش کرز بن جابر الفہری المعروف غزوہ سفوان	۶
تعداد شرکاء دو سو مہاجرین شام سے آنے والے قافلہ قریش کے تعاقب میں جنگ کی نوبت نہیں آئی بنو مدلج اور ان کے حلیف بنو ضمرہ سے صلح ہو گئی اسی غزوہ میں حضرت علی رضؓ کی کنیت ابوتراب رکھی گئی۔	جمادی الآخر ۲ھ	غزوہ ذوالعشیرہ	۷
تعداد شرکاء ۱۲ مہاجرین۔ وادی نخلہ کیطرف بھیجا تھا جنگ کی نوبت آئی مال غنیمت ہاتھ آیا جس کو بدر کے مال غنیمت کے ساتھ تقسیم کیا گیا تھا اس میں اختلاف ہے کہ غزوہ ذوالعشیرہ پہلے ہوا یا بعد میں۔ راجح قول پہلا ہی ہے	رجب ۲ھ	سریہ عبداللہ بن جحش	۸
تعداد شرکاء ۳۱۳ مسلمان کافر ایک ہزار کے قریب جنگ ہوئی۔ حق کی فتح باطل کو ذلیل ترین شکست۔ اصل میں مسلمان جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے تھے بلکہ قافلہ کے تعاقب کیلئے نکلے تھے۔	رمضان ۲ھ	غزوہ بدر	۹
عمیر بن عدی ایک نابینا صحابی ہیں جنہوں نے عصما (شاعرہ) جو ہجو کیا کرتی تھی کے قتل کی ذمہ داری قبول کرلی تھی	آخر رمضان یا ابتدائی شوال ۲ھ	سریہ عمیر بن عدی	۱۰

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
			یہ تنہا گئے اور اسکو قتل کر آئے اس واقعہ کی وجہ سے ان کا نام بصیر (بینا) رکھ دیا گیا تھا۔
۱۱	سریہ سالم بن عمیر	شوال ۲ھ	ابو افک یہودی جو سو سال کا تھا اور مسلمانوں کی اور حضورؐ کی ہجو کیا کرتا تھا اس کے قتل کے لئے حضرت سالم بن عمیرؓ نے نذر کی تھی اس میں ان کو کامیابی ہوئی
۱۲	غزوہ بنی قینقاع	نصف شوال ۲ھ	تعارف گذر چکا ہے بر بنائے عہد شکنی ان کا محاصرہ کیا گیا اور مدینہ سے باہر نکالدیا گیا
۱۳	غزوۃ السویق	ذوالحجہ ۲ھ	ابو سفیان بن حرب نے العریض کے مقام پر ایک مسلمان کو شہید کردیا تھا۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی البتہ ابو سفیان بن حرب ستو کے بورے ڈال کر فرار ہو گیا تھا
۱۴	غزوۂ قرقرۃ الکدر	محرم ۳ھ	مدینہ منورہ سے ۹۶ میل کے فاصلہ پر ہے گروہ غطفان اور سلیم کے تعاقب میں آپ تشریف لے گئے ۱۵ روز خرچ ہوئے مال غنیمت ہاتھ آیا جنگ کی نوبت نہیں آئی
۱۵	سریۂ قتل کعب بن اشرف	ربیع الاول ۳ھ	یہودیوں کا سردار تھا حضورؐ کو بہت ایذا دیا کرتا اور ہجو کیا کرتا اس کو حضرت محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا
۱۶	غزوۂ غطفان	ربیع الاول ۳ھ	حضورؐ کو معلوم ہوا تھا کہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب نے مدینہ پر چڑھائی کا قصد کیا ہے تعداد لشکر ۴۵۰ اسی میں دعثور بن الحارث کیساتھ مشہور واقعہ پیش آیا تھا

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
۱۷	غزوہ بنی سلیم	جمادی الاول ۳ھ	مدینہ منورہ سے ۹۶ میل کے فاصلہ پر بمقام بحران اعفرع کے مقام پر بنی سلیم نے مدینہ پر چڑھائی کے لئے مجمع اکٹھا کیا تھا آپ نے ان کا تعاقب فرمایا جنگ کی نوبت نہیں آئی
۱۸	سریہ زید (رض) حارثہ	جمادی الآخر ۳ھ	نجد کے مقامات تلیہ سے ہے قریش کے قافلہ کے تعاقب میں بھیجا تھا تعداد شرکاء سو جنگ کی نوبت نہیں آئی مال غنیمت بہت ہاتھ آیا
۱۹	غزوہ احد	شوال ۳ھ	مشہور غزوہ ہے
۲۰	غزوہ حمراء الاسد	" "	ابوسفیان بن حرب اور ان کے لشکر کے تعاقب میں ۔ بعد فراغت غزوۂ احد
۲۱	سریہ ابی سلمہ بن عبدالاسد	محرم کی چاندرات ۳ھ	حضور ﷺ کو معلوم ہوا تھا کہ بنو اسد کے لوگ اہل عرب کو جنگ کے لئے آمادہ کر رہے ہیں انکی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا
۲۲	سریہ عبداللہ بن انیس	" " "	حضور ﷺ کو معلوم ہوا تھا ابوسفیان بن خالد ہزلی نے آپ کے خلاف کچھ قبائل کو جمع کیا ہے اس کے تعاقب میں آپ نے یہ سریہ روانہ کیا تھا
۲۳	سریہ المنذر بن عمرو	محرم ۴ھ	بیر معونہ کا مشہور واقعہ جس میں ستر قاری شہید ہوئے تھے
۲۴	سریہ مرثد بن ابی مرثد	صفر ۴ھ	مقام رجیع کیطرف یہ سریہ بھیجا گیا اس سریہ میں دس آدمی گئے تھے حضرت خبیب رض کا مشہور واقعہ پیش آیا تھا
۲۵	غزوہ بنی نضیر	ربیع الاول ۴ھ	یہود کے ساتھ مشہور غزوہ جس کا ذکر سورۂ حشر

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
			میں ہے یہود کی بدعہدی کی وجہ سے ہوا
۲۶	غزوۂ بدر الموعود	ذیقعدہ سنہ ۴ھ	ابو سفیان بن حرب غزوۂ احد کے موقعہ پر جو چیلنج کر کے گیا تھا جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی تفصیل آئندہ آئے گی۔
۲۷	غزوہ ذات الرقاع	محرم سنہ ۴ھ	تعداد مشرکار چار سو۔ اس غزوہ میں صلوۃ خوف ادا کی گئی۔
۲۸	غزوہ دومۃ الجندل	ربیع الاول سنہ ۴ھ	مشرکین کے تعاقب میں مشہور غزوہ ہے جنگ کی نوبت نہیں آئی
۲۹	غزوۃ المریسیع	شعبان سنہ ۵ھ	قبیلہ بنو خزاعہ اور بنو مدلج نے مشرکین کو حضورؐ کے خلاف جمع کیا تھا ان کی سرکوبی کے لئے یہ غزوہ ہوا حضرت عائشہ رضؓ پر تہمت کا واقعہ اسی میں پیش آیا
۳۰	غزوۂ خندق	ذیقعدہ سنہ ۵ھ	مشہور غزوہ ہے
۳۱	غزوۂ بنی قریظہ	" "	مشہور غزوہ ہے تفصیل آئندہ آئے گی
۳۲	سریہ محمد بن مسلمہ	محرم سنہ ۵ھ	مقام قرطا کی طرف، تعداد شرکا تیس
۳۳	غزوہ بنی لحیان	ربیع الاول سنہ ۶ھ	حضرت عاصم بن ثابت اور حضرت خبیبؓ کے انتقام کے لئے جنگ کی نوبت نہیں آئی
۳۴	غزوۃ الغابہ	" "	غابہ مدینہ منورہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے عیینہ بن حصن حضور کی اونٹنیاں چرا کر لے گیا تھا اس کے تعاقب میں یہ غزدہ ہوا جنگ کی نوبت نہیں آئی
۳۵	سریۂ عکاشہ بن محصن	" "	ایک شریر قبیلہ کے تعاقب میں۔

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
۳۶	سریہ ذوالقصہ	ربیع الاول سنہ ۶ھ	اس سریہ میں دس آدمی تھے سردار محمد بن مسلمہ تھے بنی ثعلبہ اور بنی عوال کی سرکوبی کے لئے، مدینہ منورہ سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر ہے جنگ کی نوبت آئی
۳۷	سریہ ابو عبیدہ رض	ربیع الآخر سنہ ۶ھ	سریہ ذوالقصہ کے انتقام کے لئے
۳۸	سریہ زید بن حارثہ بنو سلیم کیطرف	” ”	مدینہ منورہ سے ۴۸ میل دور، جنگ کی نوبت نہیں آئی۔
۳۹	سریہ زید بن حارثہ بجانب العیص	جمادی الاول سنہ ۶ھ	قریش کے قافلہ کے تعاقب میں۔
۴۰	سریہ زید بن حارثہ بجانب الطرف	جمادی الآخر سنہ ۶ھ	مدینہ منورہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے
۴۱	سریہ زید بن حارثہ بجانب حسمی	” ”	تعداد شرکاء ۵۰۰۔ چند قبائل کی سرکوبی کے لئے
۴۲	سریہ زید بن حارثہ بجانب وادی القری	رجب سنہ ۶ھ	تعداد شرکاء ۵۰۰۔ چند قبائل کی سرکوبی کے لئے
۴۳	سریہ عبدالرحمن بن عوف رض	شعبان سنہ ۶ھ	قبیلہ کلب کیطرف دومۃ الجندل کے علاقہ کی طرف بھیجا ارشاد فرمایا پہلے تین دن تک دعوت دینا جنگ کی نوبت نہیں آئی صلح ہو گئی تھی۔
۴۴	سریہ علی بن ابی طالب رض	” ”	حضرت علیؓ کو مقام فدک کیطرف بھیجا تھا یہ لوگ یہود خیبر کی مدد کو جارہے تھے۔

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
۴۵	سریہ زید بن حارثہ بجانب ام قرفہ وادی القریٰ	رمضان ۶ھ	وادی القریٰ کے لوگوں نے حضرت زید بن حارثہ کے قافلہ کو لوٹ لینا چاہا تھا
۴۶	سریہ عبداللہ بن عتیک بجانب ابو رافع	" "	ابو رافع یہودی نے غطفان اور اس کے گرد کے قبائل کو بغاوت کیلئے آمادہ کیا تھا۔
۴۷	سریہ عبداللہ بن رواحہ	شوال ۶ھ	اُسیر بن زارم کیطرف یہ سریہ گیا تھا ابو رافع کے قتل کے بعد یہودیوں نے اُسیر بن زارم کو اپنا سردار مقرر کر لیا تھا
۴۸	سریہ کرز بن جابر	" "	قبیلہ عرنیین کی طرف مشہور واقعہ ہے غدر کے نتیجہ میں ہوا
۴۹	سریہ عمرو بن امیہ ضمری	" "	ابو سفیان بن حرب نے ایک آدمی کو مدینہ بھیجا تھا کہ وہ موقعہ پاکر حضورؐ کو شہید کردے مگر وہ قابو نہ پاسکا اس کے بدلے میں حضورؐ نے عمرو بن امیہ رضؓ اور سلمہ بن اسلم رضؓ کو ابو سفیان کی طرف بھیجا لیکن وہ مکہ جاکر پکڑے گئے۔
۵۰	غزوۂ حدیبیہ	ذوقعدہ ۶ھ	مشہور غزوہ ہے جنگ کی نوبت نہیں آئی معاہدہ ہوگیا تھا قرآن پاک نے اس کو فتح مبین قرار دیا ہے۔
۵۱	غزوۂ خیبر	جمادی الاول ۷ھ	مشہور غزوہ ہے جنگ ہوئی اور خیبر فتح ہوا یہود کو وہاں سے نکال دیا گیا۔
۵۲	سریہ عمر بن خطابؓ	شعبان ۷ھ	مقام تربہ کی طرف، تعداد شرکا تیس جنگ کی نوبت نہیں آئی۔
۵۳	سریہ ابوبکر صدیقؓ	" "	بجانب بنی کلاب مقام نجد کیطرف

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
۵۴	سریہ بشیر بن سعدؓ انصاری	شعبان ۷ھ	مقام فدک کی طرف، تعداد شرکاء تیس، جنگ ہوئی حضرت بشیرؓ شہید ہوئے
۵۵	سریہ غالب بن عبداللہ	رمضان ۷ھ	مدینہ منورہ سے ۹۶ میل کے فاصلہ پر نجد کے علاقہ میں جنگ ہوئی۔
۵۶	سریہ بشیر بن سعدؓ	شوال ۷ھ	یمن کی جانب، جنگ کی نوبت نہیں آئی تاریخ میں تضاد ہے۔
۵۷	عمرۃ القضا	ذوقعدہ ۷ھ	مشہور واقعہ حضرت میمونہ رضؓ سے عقد ہوا اسی وجہ سے اختلاف ہے کہ آپ نے حالت احرام میں عقد کیا یا احرام سے باہر ہو کر عقد کیا تھا
۵۸	سریہ ابن ابی العوجاء	ذوالحجہ ۷ھ	بنی سلیم کی طرف، جنگ ہوئی۔ تعداد شرکاء پچاس
۵۹	سریہ غالب بن عبداللہ	صفر ۸ھ	بنی ملوح کی جانب
۶۰	" "	" "	فدک میں حضرت بشیر بن سعدؓ کے انتقام میں
۶۱	سریہ شجاعؓ بن وہب	ربیع الاول ۸ھ	ہوازن کے ایک قافلہ کے تعاقب کے لئے جنگ کی نوبت نہیں آئی بہت مال غنیمت ہاتھ آیا
۶۲	سریہ کعب بن عمیر	" "	وادی القریٰ میں ذات اطلاع کی جانب تعداد شرکاء پندرہ
۶۳	سریہ موتہ	جمادی الاول ۸ھ	حضورؐ نے حارث بن عمیر کو شاہ بصرہ کے پاس مکتوب لیکر بھیجا تھا جب یہ مقام موتہ پہونچے تو شرحبیل غسانی نے ان کو روکا اور قتل کر دیا اس کے انتقام میں حضرت زید بن حارثہ کو ایک لشکر دیکر بھیجا تھا بقیہ حالات بہت مشہور ہیں

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
۶۴	سریہ عمرو بن العاص	جمادی الآخر سنہ ۸ھ	ذات السلاسل کی جانب بنو قضاعہ نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا قصد کیا تھا جنگ کی نوبت آئی تھی
۶۵	سریۃ الخیط (برگ درخت)	رجب سنہ ۸ھ	امیر حضرت ابو عبیدہ، تعداد شرکاء ۳۰۰ ساحل سمندر کے قریب بھوک میں لوگوں نے درختوں کے پتے کھائے اسی وجہ سے یہ نام ہوا۔ مشہور مچھلی کا شکار اسی میں ہوا تھا
۶۶	سریہ ابو قتادہ رضؓ	شعبان سنہ ۸ھ	قبیلہ محارب کی طرف۔ تعداد شرکاء پندرہ علاقہ غطفان کی طرف جنگ ہوئی مال غنیمت ہاتھ آیا۔
۶۷	〃 〃	رمضان سنہ ۸ھ	بطن اضم کی جانب جب حضور ؐ فتح مکہ کے لئے تشریف لے گئے تو آٹھ آدمیوں کے ہمراہ حضرت ابو قتادہ کو اس علاقہ کی طرف بطور خبر ارسال کیا
۶۸	فتح مکہ	رمضان سنہ ۸ھ	مشہور واقعہ ہے۔
۶۹	سریہ خالد بن ولید رضؓ	〃 〃	انہدام عزیٰ کے لئے فتح مکہ کے بعد تعداد شرکاء تیس۔
۷۰	سریہ عمرو بن العاص	〃 〃	انہدام سواع کے لئے فتح مکہ کے بعد
۷۱	سریہ سعد بن زید الاشہلی	〃 〃	〃 مناۃ 〃 〃 〃 〃
۷۲	سریہ خالد بن ولید رضؓ	شوال سنہ ۸ھ	بنی جذیمہ اور بنی کنانہ کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا ان لوگوں نے اظہار اسلام کیا لیکن غلط فہمی کی بنا پر قتل کر دیے گئے

نمبر شمار	نام	تاریخ	مختصر تعارف
			ان کی دیت ادا کی گئی
۷۳	غزوہ حنین	شوال ۸ھ	مشہور غزوہ جنگ ہوئی
۷۴	سریہ طفیل بن عمرو دوسی	" "	ذی الکفین کی طرف اس کے انہدام کیلئے
۷۵	غزوہ طائف	" "	مشہور غزوہ ہے جنگ ہوئی۔
۷۶	سریہ عیینہ بن حصن	محرم ۹ھ	بنو تمیم کے ساتھ تعداد شرکاء پچاس جنگ نہیں ہوئی مال غنیمت ہاتھ آیا
۷۷	سریہ قطبہ بن عامر	صفر ۹ھ	قبیلہ خثعم کی جانب تعداد شرکاء ۲۰ جنگ نہیں ہوئی مال غنیمت ہاتھ آیا
۷۸	سریہ ضحاک بن سفیان	ربیع الاول ۹ھ	بنی کلاب کیطرف دعوت اسلام کیلئے جنگ ہوئی
۷۹	سریہ علقمہ رض	ربیع الآخر ۹ھ	حبدہ کے لوگوں کی بغاوت فرو کرنے کے لئے
۸۰	سریہ علی رض	" "	انہدام قلس کے لئے
۸۱	سریہ عکاشہ	" "	علاقہ عذرہ اور بلی کی طرف
۸۲	غزوۂ تبوک	رجب ۹ھ	مشہور واقعہ ہے جنگ نہیں ہوئی سب سے آخری غزوہ یہی تھا
۸۳	حج ابوبکر صدیق رض	ذوالحجہ ۹ھ	سفر حج
۸۴	سریہ خالد بن ولید	۱۰ھ	مقام نجران کیطرف
۸۵	سریہ علی رض	رمضان ۱۰ھ	یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا
۸۶	حجۃ الوداع	۱۰ھ	مشہور واقعہ ہے۔

اجمالی تبصرہ مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق غزوات کی تعداد ۲۵ اور سرایا کی تعداد ۵۹ ہے یہ تعداد علامہ واقدی نے تحریر فرمائی ہے جسکو ہم نے طبقات کبیر سے اخذ کیا ہے اور انکے اجمالی تعارف میں بیان کر دیا گیا ہے کہ کس غزوہ اور سریہ میں جنگ کی نوبت آئی۔ اور کس غرض سے وہ ہوا۔ اگر غور کیا جائے تو تمام غزوات و سرایا اقدامات نہیں ہیں بلکہ مدافعت کی وجہ سے ہیں۔ یہود کے ساتھ جو غزوات ہوئے ان کو بعض مستشرق اور غیر مسلم مورخ ظالمانہ کارروائی قرار دیتے ہیں وہ اپنے آنسو بہاتے وقت یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ یہود کی طرف سے کس قدر معاہدہ شکنی اور سازباز ہوتی رہی ... ان کی جس قدر غداریاں وجود میں آئیں ان کو پانچ چھ سال تک باقی رکھنا ان کے ساتھ انتہائی مہربانی تھی موجودہ سیاست کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اسی روز ختم کر دینا چاہیئے تھا اور ایسا کرنا سیاسی بصیرت قرار پاتا

یہ بھی کتنا بڑا حادثہ ہے کہ اسلام پر تبصرہ کرنے والے اسلامی زبان سے واقف نہ ہوں اسکے لٹریچر کا مطالعہ اس زبان (عربی) پر عبور حاصل کئے بغیر پڑھیں اور تبصرہ کر دیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اور داعی ہیں حکمرانی اور بنائے حکومت ان کا اصل منصب نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

۱۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا	اے نبی ہم نے آپ کو بشیر و نذیر اور اپنے حکم سے داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے
۲۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ	وہ ذات جس نے ان پڑھوں میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا

قرآن پاک میں انبیاء کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کیطرف بلاتے ہیں کتاب و حکمت پڑھاتے اور سکھاتے ہیں لوگوں کا تذکیہ کر کے ان میں انسانیت پیدا کرتے ہیں ان تمام چیزوں کی ترجمانی کیلئے انبیاء علیہم السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے "بعث" (جو بعثت کا ماضی) کا صیغہ ہے استعمال کیا خلق یا خرج کا لفظ نہیں کیونکہ یہ صیغہ اور اس کے سب مشتقات بھیجنے کے ساتھ دعوت کے مفہوم کو شامل ہیں یعنی بعث سے وہ بھیجنا یا جانا مراد ہوتا ہے جو بغرض دعوت ہو چنانچہ بخاری شریف میں غزوات اور سرایا کی بحث میں احادیث پر غور کیا جائے تو صرف اسی ایک صیغہ سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں غزوہ میں جنگ ہوئی اور وہ بغرض قتال تھا اور فلاں غزوہ بغرض دعوت تھا چنانچہ تقریباً تمام غزوات اور سرایا ایسے ہیں جو بغرض دعوت ہیں اور بعض ایسے ہیں جو بغرض قتال ہیں مثالیں ملاحظہ ہوں

۱- بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعین رجلاً لحاجة یقال لهم القراء	حضورؐ نے ستر آدمیوں کو ایک ضرورت سے بھیجا ان کو قاری کہا جاتا تھا
۲- بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامة بن زید	حضورؐ نے اسامہ بن زید کو بھیجا
۳- بعث حاطب بن ابی بلتعه رضؓ	حضورؐ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بھیجا
۴- بعث ابا عامر علی جیش الی اوطاس	حضورؐ نے ابو عامر کو ایک لشکر پر اوطاس کیطرف بھیجا۔
۵- بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید	حضورؐ نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا اور انہوں

	الیٰ بنی خذیمہ فدعاہم الی الاسلام	نے ان کو اسلام کی دعوت دی
۶	بعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم سریۃً فاستعمل رجلاً من الانصار	حضور نے ایک سریہ بھیجا اور اس میں ایک انصاری کو عامل مقرر فرمایا
۷	بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن	حضور نے ابو موسیٰ رض اور معاذ بن جبل رض کو یمن کیطرف بھیجا
۸	بعث علیؓ بن ابی طالب وخالد بن ولید الی الیمن قبل حجۃ الوداع	حضرت علی رض اور حضرت خالد رض کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجا گیا
۹	بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثاً قبل الساحل	حضور نے ایک سریہ ساحل کی جانب ارسال فرمایا

بہر حال یہ چند مثالیں ہیں۔ میں نے اس کا خوب تجسس کیا ہے کہ غزوات اور سرایا اور وفود کے بیان میں جتنی کثرت سے بعثت کا صیغہ مستعمل ہے خرج کا صیغہ اتنی کثرت سے نہیں بلکہ بہت کم ہے اس کے بعد ان سے متعلق حالات کا تجسس کیا تو میں اسی نتیجہ پر پہونچا کہ جہاں بعث کا صیغہ مذکور ہے اس کے حالات میں دعوت الی اللہ کا مفہوم اور مطلب ضرور ملتا ہے

یہودیوں کے ساتھ غزوہ بنی قینقاع گذشتہ سطور میں کسی جگہ غزوہ بنی قینقاع کے بارے میں بنی قینقاع کی غداری اور شرمناک قسم کی شرارت اور ایک مسلمان کو قتل کر دینے کا واقعہ گذر چکا ہے اس غداری کی پاداش میں ان لوگوں کو قتل کر دینا چاہیئے تھا لیکن حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان پر یہ کرم فرمایا کہ ان سے کہدیا کہ آپ لوگ میونسپل دستور کی برابر خلاف ورزی کرتے رہے ہیں اور یہاں کے باشندوں کے حقوق اور آداب کا خیال رکھنا درکنار ان کو ایذا دیتے ہیں ان کو ذلیل کرتے ہیں لہذا آپ لوگ شہر خالی کریں۔ خیال فرمائیے موجودہ سیاسی دور میں کتنی آسان سزا ہے۔؟

۲۔ یہودیوں کے ساتھ دوسرا غزوہ بنو نضیر کا ہوا ہے اس غزوہ کے بارے میں سورہ حشر میں تفصیل ہے۔ اور ان کو ان کی شکست کے باوجود یہ سزا دی گئی کہ ہتھیاروں کو چھوڑ کر اپنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں۔ ان کی یہ سزا دراصل سزا نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ نہایت کرم کا برتاؤ ہے کیونکہ چار سال تک جس قدر غزوات اور سرایا ہوئے اور جس وجہ سے ہوئے ہیں اگر ان کی پشت پر سے بنو نضیر کو نکال دیا جائے تو ایک کا بھی وجود میں آنا ممکن نہیں خباثت کا اتنا بڑا جال ان لوگوں نے پھیلا رکھا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے تحفظ اور دفاع کے لئے چوکنا رہنا پڑتا تھا یہ حد ہے کہ مسلم چراگاہوں سے آدمیوں کو جانوروں کو اغوا کر لیا جاتا تھا۔ چار سال تک رات کا چین اور دن کا آرام ختم کر دیا تھا۔ اس پر اتنی سزا کہ صرف علاقہ خالی کرا لیا گیا۔

یہی حال غزوہ بنو قریظہ کا ہے اس میں قتل کرایا گیا لیکن وہ جو سپاہی تھے۔ جنگی سرغنے تھے سب کو نہیں۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب سیرت رسالتمآب ؐ

ایسے ہی غزوۂ خیبر کا معاملہ ہے یہودیوں کو جب اپنی بستیاں چھوڑنی پڑیں تو ان سب نے خیبر میں پناہ لی اس طرح یہودیوں کے سب سرغنے یکجا جمع ہو گئے اور شرارتوں میں مزید اضافہ ہو گیا غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کی فتح ہونے کے فوراً بعد ایسا محسوس ہوا کہ پورے عرب کے تمام قبائل کے لئے سب دروازے کھل گئے چنانچہ ان کے وفود جوق در جوق مدینہ منورہ حاضر ہونے لگے اور اسلام پھیلنے لگا اور پھر کسی جگہ بھی تلوار نہیں چلانی پڑی حد یہ ہے کہ مکہ معظمہ بغیر تلوار کے فتح ہو گیا

حقیقت یہ ہے کہ جس فتح مبین کا ذکر سورۂ فتح میں ہے اس کی ابتداء غزوۂ خیبر سے ہو چکی تھی۔ اس جگہ اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ پورے عرب بلکہ دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کو روکنے کے لئے یہود مدینہ اور ان کا سلسلہ ملک شام تک آڑے تھا جیسے ہی وہ راستے سے ہٹ گئے اسلام نہایت زور سے پھیلنا شروع ہو گیا

اس جگہ مدینہ منورہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مقدسہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت کے تحت تھی اہل سیاست اگر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ اشاعت دین کے لئے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اتنا ضروری تھا کہ کسی اور طرف کو نہیں اور نہ کسی اور طرف کو ہجرت کرنے سے یہ فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدنی سورتوں کا دور اوّل

از سنہ ۱ھ تا سنہ ۵ھ

تاریخی حالات

اور

پس منظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدنی سورتوں کا دورِ اوّل

از ۱ھ تا ۵ھ

خلاصہ اور مرکزی موضوع	سن نزول	سورۃ	نمبر شمار
گذر چکا ہے	۱ھ	المطففین	۱
"	"	العنکبوت	۲
"	"	الرعد	۳
اسلامی دعوت کا جدید مرحلہ۔ منافقین اور بنی اسرائیل کے حالات، اسلامی شریعت کے بیشتر مسائل، تحویلِ قبلہ، حج، روزہ، زکوٰۃ، طلاق، نکاح، رضاعت وغیرہ وغیرہ تقریباً ہر نوع کے مسائل	۲ھ	البقرہ	۴
غزوۂ بدر، مسلمانوں کی نصرت، کافروں کی ریشہ دوانیاں، مسلمانوں کی بعض کمزوریوں پر نشاندہی، تقسیم مالِ غنیمت، قیدیوں کے احکامات، یہودیوں کی ریشہ دوانیاں، قانونِ صلح و جنگ۔	۲ھ یا ۳ھ	انفال	۵
جنگ بدر اور جنگ احد کے حالات۔ اہلِ کتاب اور مومنین سے خطابِ عام۔ یہود، نصاریٰ کی اعتقادی گمراہی، مسلمانوں کو بہترین امت بننے کی ہدایت، حضرت عیسیٰ اور مریم کے تفصیلی حالات۔ بیت اللہ کی عظمت	۲ھ تا ۹ھ تک	آلِ عمران	۶

نمبر شمار	سورۃ	سن نزول	خلاصہ اور مرکزی موضوع
			سود خوری کی مذمت۔ حضور کے فضائل، دعوت میں استقامت اور عزیمت کی تلقین۔ رسول کے فرائض منصبی، بنی اسرائیل کا رسالت پر طلب دلیل اور ان کو جواب
۷	احزاب	سنہ ۵ھ	غزوہ خندق، منافقین، مشرکین، یہودیوں کی ریشہ دوانیاں۔
۸	نساء	سنہ ۲ھ تا ۵ھ تک	طلاق، نکاح، میراث، یتامیٰ اور عورتوں کے حقوق اور دیگر مسائل کا بیان، صلوٰۃ خوف، محرمات کا بیان۔ امور خانہ اور ازدواجی زندگی سے متعلق ہدایات، نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت۔ تیمم کا بیان، یہودیوں کی ریشہ دوانیاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب۔ کافروں کے ساتھ جنگی اقدامات کرنیکی ہدایت اور دیگر احکامات
۹	الحدید	سنہ ۲ھ یا ۳ھ	انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین، مالی قربانی کی ہدایت مسلمانوں کو اہل کتاب کی پیروی نہ کرنے کی تلقین صدیق اور شہید کا عند اللہ مقام۔ دنیا کی طرف عدم رغبت کی تلقین
۱۰	محمد	سنہ ۱ھ یا ۲ھ	مسلمانوں کو جنگ کیلئے آمادہ کرنا اس کا نام سورۂ قتال بھی ہے۔
۱۱	طلاق	سنہ ۱ھ یا ۲ھ	عورتوں کے متعلق ہدایات اور عائلی قوانین
۱۲	البینہ	اختلاف	مشرکین اور اہل کتاب کی ہٹ دھرمی ان کا انجام بد مومنین کا انجام خوش

نمبر شمار	سورۃ	سن نزول	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۱۳	الحشر	سنہ ۴ھ	یہودیوں کے ساتھ جنگی کارروائیاں ان کی غلبہ پر داری اور ریشہ دوانیاں مقبوضہ آراضی کے بارے میں ہدایات منافقین کی ریشہ دوانیاں
۱۴	الحج	اختلاف	حج کے متعلق بیشتر مسائل
۱۵	التغابن	مکی ہے یا پھر سنہ ۱ھ یا سنہ ۲ھ	ایمان، طاقت اور آخرت کی دعوت، دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی ترغیب، انسانوں کی تقسیم و تخلیق۔
۱۶	الصف	سنہ ۲ یا سنہ ۳ھ	ایمان اور اخلاص کی دعوت، کمزور ایمان والوں اور منافقین کو تنبیہ، میدان جنگ میں جنگی پوزیشن مستحکم بنانے کی ہدایت

چند ابتدائی احکامات کا جائزہ

جمعہ کی تاریخی حیثیت

ہجرت مدینہ اور قیام قبا کے زمانہ میں جو سب سے زیادہ اہم واقعہ پیش آیا وہ قیام جمعہ کا تھا قرین قیاس روایات کی بناء پر جب جمعہ کا دن آیا تو حضورؐ قبا سے روانہ ہوئے تو آپ کو نماز کا وقت بطن وادی میں ہوگیا اور وہاں آپ نے مسجد (مسجد جمعہ) میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ وفاء الوفاء میں تین قسم کی روایات مذکور ہیں ۱؎ آپ نے قباء میں ہی جمعہ کی نماز پڑھی ہے ۲؎ آپ نے وادی رانونا میں جمعہ کی نماز ادا کی ۳؎ آپ نے بنی سالم کی مسجد میں (جو بطن وادی بطحان میں ہے) وہاں نماز ادا کی۔ زیادہ معتبر اور قوی روایت یہ ہے کہ آخری روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ روایتی اعتبار سے بھی اور درایتی اعتبار سے بھی۔ درایتی اعتبار سے اس وجہ سے کہ بطن رانونا میں نماز جمعہ ادا کرنے کے کوئی معنی نہیں تھے کیونکہ وہ قبا سے بالکل متصل ہے لہٰذا قرین قیاس یہ ہے کہ یا تو آپ قبا میں جمعہ پڑھتے چہ جائیکہ ایک اجاڑ جگہ جہاں اس وقت آبادی بھی نہ تھی (نقشہ پر نظر ڈالیں) اس لئے اکثر روایات مسجد جمعہ بنی سالم کے حق میں ہیں اسی وجہ سے علماء حنفیہ کا یہ قول نہایت وزنی ہے کہ نماز جمعہ مصر میں جائز ہے اگر دیہات میں نماز جمعہ جائز ہوتی تو حضورؐ قبا میں نماز جمعہ پڑھتے اور وہاں سے کوچ فرماکر مدینہ منورہ نہ آتے

نماز جمعہ کس وقت فرض ہوئی؟ اس کے بارے میں گذر چکا ہے کہ حضورؐ کے پہونچنے سے پہلے حضرات انصار نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے اور اس کی اجازت انہوں نے حضورؐ سے حاصل کرلی تھی ۱؎ اس وقت جمعہ کی

۱؎ زاد المعاد از ابن قیم

نماز واجب تھی یا مستحب یا سنت ؟ قرین قیاس یہ ہے کہ فرض تھی کیونکہ حضور سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے ابتدائی قیام میں تانزول سورۂ جمعہ جمعہ کی نماز کے علاوہ ظہر کی نماز ادا کی یا جمعہ کے بعد ظہر کی نماز بھی پڑھی جب ایسا نہیں ہے تو نماز ظہر کی فرضیت جس نماز (جمعہ) کی وجہ سے اٹھادی گئی وہ سنت یا مستحب تو ہو نہیں سکتی کیونکہ سنت یا مستحب کسی فرض کی ناسخ نہیں بن سکتی اسلئے نماز جمعہ کے وجوب (فرضیت) کو سورۂ جمعہ کے نزول سے پہلے ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ	جو کوئی آیت ہم منسوخ کرتے
نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا	ہیں یا اسکو بھلا دیتے ہیں تو
أَوْ مِثْلِهَا	اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس
(آل عمران)	کے مثل لاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ سنت فرض سے افضل نہیں ہے اس لئے جمعہ کی فرضیت سورۂ جمعہ کے نزول سے قبل تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں (سابقہ سطور میں اصول نزول کے تحت تفصیل ملاحظہ فرمائیں) اس باب میں ہمیں مولانا مودودی صاحب کی اس عبارت سے اتفاق نہیں ہے۔

ا۔ دوسرا رکوع ہجرت کے بعد قریبی زمانہ میں ہی نازل ہوا۔ کیونکہ حضور نے مدینہ طیبہ پہونچتے ہی پانچویں روز جمعہ قائم کر دیا تھا اور اس رکوع کی آخری آیت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ صاف بتا رہا ہے کہ اقامت جمعہ کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد لازماً کسی ایسے زمانہ میں ہی پیش آیا ہوگا جب لوگوں کو دینی اجتماعات کے آداب کی پوری تربیت ابھی نہ ملی تھی [1]

---

[1] تفہیم القرآن ص۲۸۹ ج ۵

مذکورہ عبارت میں عجیب سا ابہام ہے یا ابہام ہے بات
دراصل یہ ہے کہ دوسرے رکوع میں

اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا — جب وہ تجارت یا لہو دیکھتے
اِنْفَضُّوْا اِلَیْهَا وَتَرَکُوْکَ — ہیں تو آپ کو کھڑا چھوڑ کر چلے
قَآئِمًا (جمعہ) — جاتے ہیں

یہ واقعہ حضرت دحیہ کلبی کے قافلہ تجارت کے بارے میں ہے
وہ اسلام لانے سے قبل ایک تجارتی قافلہ لے کر مدینہ منورہ آ گئے
تھے الخ۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضرت دحیہؓ
غزوۂ احد میں شریک تھے اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک
رہے غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے اس لئے ان کا اسلام ۲ھ
کے بعد اور ۳ھ سے قبل کا ہے (واللہ اعلم) اور اسی وقت کے
واقعہ کو اس سورت میں ذکر فرمایا ہے اس لئے اس کو ہجرت سے قریبی
واقعہ کہنا زیادہ مناسب نہیں ہے[1]

۲۔ حضور صلعم کی نماز جمعہ ہی سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے کہ جمعہ
کی نماز کے لئے شہریت کے علاوہ اذن عام ہونا شرط ہے کیونکہ
مکہ معظمہ میں یہ اذن عام حاصل نہ تھا اس وجہ سے وہاں جمعہ کی
نماز ادا نہ کی گئی جب کہ آپ کے قیام مکہ ہی کے زمانہ میں اہل مدینہ
نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس جگہ دارالحرب اور
دارالاسلام کی بحث شروع کی جاتی ہے۔ (اس پر گفتگو کرنے میں

---

[1] یہ پوری تفصیل ہم نے ان کتابوں سے اخذ کی ہے تفسیر کبیر ص۲۰ آخری
جلد۔ تفسیر مدارک واکلیل ص۱۲۳ ج۔ مظہری ص۱۹۹ ج۹۔ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف
وخفاء الوخفاء ص۱۸۱ ج۱ سیرت رسالتمآب ص۳۲ حصہ اول۔

بات طویل ہوجائے گی اس وجہ سے اس کو حذف کیا جاتا ہے)

۳۔ جمعہ کے لیئے جماعت کا ہونا شرط ہے اور اس کے بارے میں تفصیل گذر چکی ہے۔

۴۔ جمعہ کے لیئے خطبہ کا ہونا شرط ہے کیونکہ نقل متواتر سے یہی ثابت ہے اور قرآن پاک میں مذکور ہے

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ	جب جمعہ کے دن نماز کے
مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا	لیئے اذان دی جائے تو اللہ
اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوْا	کے ذکر کی طرف دوڑو! اور
الْبَیْعَ (سورہ جمعہ)	بیع کو ترک کر دو

جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ ذکر سے مراد خطبہ ہے نماز مراد نہیں ہے۔

۵۔ اسی آیت سے ثابت ہے کہ خرید و فروخت اذان جمعہ کے بعد جائز نہیں ہے اگر کی تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم مذکورہ وقت سے ہے۔

۶۔ اسی آیت سے اور اسی زمانہ سے دلالتہً تمام آداب جمعہ غسل ہو اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا وغیرہ تمام امور ثابت ہیں اس لیئے وہ احادیث جن میں فرضیت جمعہ اور آداب جمعہ مذکور ہیں اور تعلیمات جمعہ پر مشتمل ہیں وہ زیادہ اسی زمانہ کی ہیں (واللہ اعلم) اسلیئے حکم نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حکم کے بیان کرنے میں تاخیر فرمائیں یہ نہیں ہو سکتا اسلیئے جمعہ سے متعلق احادیث کو اسی تاریخی روشنی میں پڑھنے سے انشاءاللہ زیادہ بصیرت حاصل ہوگی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۷۔ حضرت دحیہ کلبی کے واقعہ سے متعلق جو آیت ہے اس کے بارے

ہیں بعض محدثین اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اَو لَهْوًا سے مراد وہ گانا باجا ہے کہ اہل مدینہ لڑکی کی شادی کے موقعہ پر بجایا کرتے تھے کیونکہ تجارۃً اَو لَهْوًا کو عطف کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لئے طبل اور مزامیر کی اباحت جو پہلے تھی وہ اس آیت سے ختم ہوگئی لہ

لہسن اور پیاز کا حکم

سیرت اور احادیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد حضور کے ناپسندیدہ کھانوں میں سے لہسن ناپسندیدہ تھا" یہ بات کھانوں کے بارے میں سب سے پہلی بات معلوم ہوتی ہے چنانچہ رزین کے حوالہ سے متعدد حضرات نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوایوب رض فرماتے ہیں:-

ایک سال تک نوبت بنوبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرات صحابہ رض کے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے بھی آپ کے لئے کھانا تیار کیا اور اس میں لہسن ڈالدیا آپ نے اس کو تناول نہیں فرمایا تو مجھے خوف معلوم ہوا اور آپ سے عرض کیا حضور! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا میں حضرت جبرئیل ع سے گفتگو کیا کرتا ہوں اور میں اس کو اچھا نہیں جانتا البتہ آپ لوگ کھائیں۔ میں نے عرض کیا حضور! آپ جس چیز کو ناپسند کرتے ہیں میں بھی اسکو ناپسند کرتا ہوں تہ

اس حدیث اور دیگر احادیث کی بنا پر فقہاء کرام میں اختلاف ہے کہ لہسن کھانا کیسا ہے بعض نے مباح قرار دیا ہے اور بعض نے مکروہ قرار دیا ہے اس جگہ دونوں فریق کے دلائل اختصار کے ساتھ بیان کئے جاتے

لہ ایضاً تہ وفاء الوفا - صنا ۱۹ ج ۱ رواہ ترمذی

ہیں۔ ابوالقاسم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے مولیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس نے اس خبیث بقل (لھسن) کو کھایا وہ ہماری مساجد میں نہ آئے حتیٰ کہ اس کے منھ کی بو دور نہ ہو جائے [1]

اور عطاء بن یسار نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو لھسن کھائے وہ ہماری مساجد میں آ کر ہمیں اذیت نہ دے بلکہ وہ اپنے گھر بیٹھا رہے [2] " ان احادیث اور آثار سے لھسن کھانے کی کراہت ثابت ہے لیکن اسی کے ساتھ اباحت کے بارے میں بھی ملاحظہ فرمائیں

ابو بردہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو ایوبؓ کی والدہ سے حضورؐ کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ ہم نے حضورؐ کے لئے کھانا تیار کیا اور اس میں لھسن تھا آپ نے کھانے سے منع فرمادیا اور فرمایا تم لوگ کھاؤ الخ اور امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ کے آخری کھانے میں لھسن تھا [3] "حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضؓ کے لئے یہ کیا کرتا تھا لھسن کوتاگے میں گوندھ کر ہانڈی میں ڈالدیتا اور جب وہ پک جاتا تو اس کو نکال لیتا۔ محدثین حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ لھسن نہ کھانا حضور کے خصائص میں سے ہے [4]

بہرحال قدرے مشترک ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ حضورؐ کے مدینہ منورہ آنے تک حضرات انصار (اہل مدینہ) لھسن کا استعمال کرتے تھے آپ کی آمد کے بعد انکو حضورؐ کی ناپسندیدگی کا علم ہوا کہ آپ اس کو استعمال نہیں فرماتے بلکہ دوسری روایت کی بناء پر منع فرماتے ہیں تو انہوں نے کچا لھسن استعمال کرنا بند کر دیا اور بعد میں اس کی اصلاح

---

[1] جمع الفوائد [2] مشکوٰۃ شریف [3] زاد المعاد [4] سیرت رسالتمآب صہ ۲۶۰ ج ۱

کر کے یعنی مدبر کر کے (جس سے اس کی بو جاتی رہے) استعمال کرنے لگے اور اسی طرح حضور نے بھی اس کو استعمال کیا ہے۔

فقہاء کرام نے ان ہی احادیث اور آثار پر ان اشیاء کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے کہ جن کے کھانے یا پینے سے منہ میں بو آتی ہے اور پاس بیٹھنے والوں خصوصاً اہل مسجد کو اذیت پہونچتی ہے جیسے بیڑی، سگریٹ حقہ، پیاز وغیرہ بدبودار چیزیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وفات براء ابن معرور رضؓ حضرت براء بن معرور رضؓ انصاری ہیں اور نقیبوں میں سے ہیں ان کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ پہونچنے سے پہلے ہی ہو گئی تھی ان کی وفات سے چند اسلامی احکامات کی ابتدا معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم نے اس کو اس عنوان کے تحت داخل کیا ہے۔

ابن کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت براء بن معرور رضؓ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے پہلے حیات اور وفات میں قبلہ کی طرف منہ کیا۔ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ بیت المقدس کی طرف منہ کریں حضرت براء رضؓ نے حکم کی اطاعت کی جب ان کی وفات کا وقت آیا تو اپنے عزیزوں کو وصیت کی کہ وہ ان کا رخ مسجد حرام کیطرف کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو آپ نے پہلے کچھ عرصہ تک بیت المقدس کی طرف کو منہ کر کے نماز پڑھی اور پھر کعبہ کی طرف کو رخ کر لیا۔

ابو محمد معبد بن ابی قتادہ نے روایت کیا ہے کہ براء بن معرور رضؓ انصاری پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے بیت اللہ کی طرف کو رخ کیا وہ ستر میں سے ایک نقیب تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں قبلہ کیطرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے وفات کا وقت آیا تو اپنے ثلث (⅓) مال کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وصیت کی کہ آپ اسے جہاں چاہئے خرچ کریں اور کہا کہ مجھے میری قبر میں روبقبلہ رکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وفات کے بعد آئے اور ان پر نماز پڑھی

مطلب بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن معرور رض پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے ثلث مال کی وصیت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا۔

ابن کعب بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت براء بن معرور رض نے وفات کے وقت وصیت کی کہ جب انہیں قبر میں رکھا جائے تو ان کا منہ کعبہ کی طرف کردیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد ہجرت کرکے مدینہ شریف آگئے اور آپ نے ان پر نماز پڑھی۔

یحییٰ بن عبد اللہ بن ابی قتادہ رض نے اپنے والدین سے روایت کیا ہے کہ جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو ام بشیر (زوجہ حضرت براء بن معرور) نے کہا یا رسول اللہ! یہ براء کی قبر ہے حضور ص نے مع اپنے اصحاب کے اس پر تکبیر کہی اور وہ پہلے ہی سے قبلہ رخ تھی

دوسری ان ہی کی روایت ہے ابن معرور پہلے شخص تھے جن پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی آپ اپنے اصحاب کو لے گئے اور ان کی قبر کے پاس صف باندھی اور کہا اے اللہ! ان کی مغفرت کر ان پر رحمت کر ان سے راضی ہوجا اور تو نے یہ سب کچھ کردیا۔

محمد بن ہلال سے مروی ہے کہ براء بن معرور رض کی وفات حضور کی آمد سے پہلے ہوئی جب آپ تشریف لائے تو آپ نے ان پر نماز پڑھی اور کسی اہل مدینہ سے مروی ہے کہ حضور نے کسی نقیب کی قبر پر نماز پڑھی محمد بن عمر نے کہا ہے کہ وہ براء بن معرور ہی تھے کہ نقباء میں سے جن کی وفات پہلے ہوئی لہ

لہ طبقات کبیر از واقدی صفحہ ۲۲۳ ج ۶ تا صفحہ ۲۳۹ ج ۶

مذکورہ عبارت سے چند امور ثابت ہیں حضورم نے جماعت صحابہ کے ساتھ حضرت بن معرورؓ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی ۲۔ آپ نے تکبیر کہی۔ ۳۔ آپ نے میت کے لئے دعائے مغفرت کی اور نماز جنازہ ان ہی چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے کہ جس کو راویوں نے نماز جنازہ سے تعبیر کیا ہے اور اس کی ابتدا حضرت براء بن معرور رضؓ کی نماز جنازہ سے ہے (جو قبر پر ہوئی) اور سلھ میں ہوئی۔

۲۔ قبر کو اس طرح بنانا چاہیئے کہ میت کا منھ قبلہ رخ ہو جائے اور اگر اس پہ نماز جنازہ پڑھی جائے تو قبر سامنے ہو اور منھ قبلہ کی طرف ہو اس کی ابتداء بھی حضرت براء بن معرور رضؓ (سلھ) سے ہوئی اور ان کی وفات سلھ سے چند روز پہلے ہو چکی تھی۔

۳۔ ثلث مال کی وصیت سب سے پہلے حضرت براء بن معرور رضؓ نے کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا اور ثلث مال کی وصیت یہ سب سے پہلی وصیت تھی اگرچہ وصیت کے حکم کا نزول بعد میں ہوا ہے جس کی تفصیل آئے گی۔

قبر پر نماز جنازہ امام بخاری رہ نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور امام نخعی، امام مالک اور امام ابو حنیفہ رہ نے منع فرمایا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی تو قبر پر جائز ہے ورنہ نہیں اور اس باب میں دو تین حدیثیں روایت کی ہیں ان کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی لیا ہے اور علامہ ابن حجر نے فرمایا ہے

قِیْلَ یَجُوْزُ اَبَدًا — کہا گیا ہے جنازہ کی نماز قبر پر ہمیشہ جائز ہے۔

اور جن واقعات سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں:۔

۱- حضرت ابن عباس رض نے روایت ہے کہ حضور ص ایک قبر کے پاس سے ہو کر گذرے جس کو گذری رات میں دفن کیا گیا تھا آپ نے دریافت کیا کہ مجھے کیوں نہیں خبر دی۔ عرض کیا ہم نے آپ کو بیدار کرنا مناسب نہ جانا چنانچہ آپ قبر کے قریب کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور آپ نے نماز پڑھائی۔

۲- حضرت ابو ہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ ایک حبشیہ باندی اور ایک جوان جو مسجد کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک دن آپ نے ان کو نہ پایا آپ نے دریافت کیا تو عرض کیا گیا ان کا انتقال ہو گیا ہے آپ نے فرمایا مجھے کیوں نہیں بتلایا۔ کیا آپ لوگوں نے ان کے انتقال کو ہلکا جانا۔ اچھا ان کی قبر بتلاؤ اور آپ نے ان کی قبر پر نماز پڑھی۔

۳- میں کہتا ہوں تیسرا واقعہ حضرت براء بن معرور رض کا ہے۔ امام شافعی صاحب رح اور دیگر حضرات کے لئے تو بات صاف ہے لیکن امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جائز نہیں ہے کہ اگر نماز جنازہ ادا کر دی گئی تھی اور بلا نماز کے دفن کر دیا گیا، تو اگر یہ اندازہ ہے کہ لاش قبر میں محفوظ ہو گی تو جائز ورنہ جائز نہیں ہے۔ بات یہی ہے جو امام صاحب نے فرمائی ہے۔ کیونکہ حضور ص نے ان لوگوں کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی تھی اور آپ کے اوپر یہ فرض تھی اور یہ آپ کے خصائص میں سے بھی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رح نے یہی تحریر فرمایا ہے[۱] اور قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

فَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ — ان پر نماز پڑھ اس لئے کہ آپ کی نماز انکے لئے باعث سکون ہے

مرقات میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن سے آیت مبارکہ کی یہ تفسیر ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] مرقاۃ صفحہ ۵۹ ج ۱ مطبوعہ پاک

تدفین کا طریقہ ہندوستان کے علاوہ دیگر تمام ملکوں میں اور یہودیوں اور عیسائیوں اور اُس وقت بھی مشرکین عرب میں اپنے مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ تھا یہ ثابت ہے کہ اس وقت بھی قبروں کے نشانات سطح زمین سے ابھرے ہوئے تھے یہ بات کہ قبروں کو کس رخ پر ہونا چاہیئے؟ حضرت براء بن معرور رض کی وصیت اور ان کی قبر کے قبلہ رُخ ہونے سے یہ چیز پہلی مرتبہ سامنے آئی ہے۔ قبر کس طرح کی ہو، مسنّم (کوہان نما) ہو یا مسطح یا مربع؟ ان کے بارے میں روایات بکثرت ہیں کہ کوہان نما ہونا چاہیئے اور قبر میں لحد ہو یا شق ہو اس بارے میں دونوں قسم کی روایات ہیں اور یہ چیز زمین کی حالت پر موقوف ہے مردے کو قبر میں لٹاتے ہوئے کیا کہنا چاہیئے؟ اس بارے میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی احادیث ہیں۔ ابوداؤد، ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو امام حاکم اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

فاذا وضع فی لحد یقول بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ [1]

جب آپ مردہ کو لحد میں رکھتے تو فرماتے بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ

اس جگہ صاحب ہدایہ نے نہایت سنگین غلطی یہ کی ہے کہ حضرت ابودجانہ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ آپ نے انکو قبر میں اتارتے ہوئے یہ کہا۔ حالانکہ حضرت ابودجانہ کی شہادت حضرت ابوبکر صدیق رض کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ میں ہوئی ہے بلکہ یہ واقعہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے بارے میں ہے کہ جن کی وفات غزوہ تبوک سے واپسی پر راستے میں ہوئی تھی [2]

ابتدائے اذان ہجرت کے ایک ماہ بعد یعنی ربیع الثانی سنہ ۱ھ میں تعمیر مساجد کے اہم کام کے بعد مسلمانوں میں

---

[1] حاشیہ ہدایہ الموسومہ تخریج الہدایہ ص ۱۶۳ ج ۱۔ الیضاً ص ۱۲۳ ج ۱ مطبوعہ نولکشور [2] ایضاً

ملت بننے کی دعوت اور قیام صلوٰۃ کے لئے دوسرا طریقہ اذان کا ہے اس طریقہ کو مروجہ تمام طریقوں سے ہٹ کر اختیار کیا گیا اور یہ طریقہ اللہ تعالے کی طرف سے الہام فرمودہ ایک طریقہ[1] تھا جو اس وقت کے تمام طریقوں سے نرالا تھا اس میں بھی دوسری ملتوں سے ادنے درجہ کے مشابہ کو ترک کر دیا گیا تھا اور گیارہ حضرات صحابہ رض نے جب کلمات اذان کو اپنی منامات میں دیکھا اور سنا تو حضور ص نے سب کے مشورہ سے اسی طریقہ کو اختیار کیا[2]

فقہاء کرام میں اذان کے بارے میں تثویب اور ترجیع کے بارے میں اختلاف ہے تثویب تو اس وجہ سے قابل اعتماد نہیں ہے کہ اس کا ایک راوی ابو اسرائیل ہے جو حضرات صحابہ رض اور حضرت عثمان غنی رض کو گالیاں دیا کرتا تھا اور ترجیع اہل مدینہ کے عمل کے خلاف ہے[3]

نماز میں زیادتی اسی سال ۱ھ میں مدینہ منورہ پہونچنے کے ایک ماہ یا کچھ زیادہ بعد تعداد رکعات صلوٰۃ میں زیادتی کی گئی پہلے مغرب کے علاوہ تمام نمازیں دو دو رکعات تھیں مغرب اور فجر کی نماز بدستور ہیں اور بقیہ نمازوں کی چار چار رکعات کا حکم دیا گیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں:-

اللہ تعالے نے جب نماز کو فرض کیا تھا تو دو دو رکعت فرض کیا تھا لہذا نماز سفر کو بدستور رہنے دیا گیا اور حالت قیام میں اضافہ کر دیا گیا[4]

حضرات حنفیہ حضرت عائشہ رض کی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور حضرات شافعیہ حضرت عائشہ رض کی دوسری حدیث سے استدلال کرتے ہیں

فرض اللہ الصلوٰۃ حین — اللہ تعالے نے جب نماز کو فرض

---

[1] ابوداؤد وغیرہ [2] مرقاۃ ص۱۲۹ ج ۲ [3] مرقاۃ ص۱۵۳ ج ۲ [4] ابوداؤد

فرضها رکعتین رکعتین	کیا تو سفر اور حضر ہر حال میں دو
فی الحضر والسفر [1]	دو رکعات فرض کیا۔

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل یہ تھا کہ وہ سفر میں بھی اتمام کیا کرتی تھیں لیکن حضرات حنفیہ نے جواب دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

هذه الصلاة تصدق	یہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا
الله بها عليكم [2]	ہے۔

بہر حال فقہاء کے استدلالات جو بھی ہوں وہ اپنی جگہ ہیں لیکن بیشتر روایات سے یہ ثابت ہے کہ ہجرت کے بعد نماز میں زیادتی کی گئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری حدیث روایت کی ہے۔

فرضت الصلوٰة رکعتین	نماز دو دو رکعات فرض ہوئی پھر
رکعتین ثم لما هاجر	حضور ؐ نے جب ہجرت فرمائی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	تو چار رکعت فرض ہوئی صلوٰۃ
فرضت اربعًا فترکت	سفر کو پہلی حالت پر رکھا گیا
صلوٰة السفر على الاول [3]	(یعنی دو رکعت پر)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ہجرت کے بعد اضافہ ہوا اور پھر قصر صلوٰۃ کا حکم سورۂ نساء کے نزول (۳ھ، ۴ھ، ۵ھ) میں ہوا بعض احادیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے چار رکعات فرض ہوئیں مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ان اللہ تعالیٰ فرض	اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے
الصلوٰة علی لسان نبیکم	ذریعہ مسافر پر دو رکعتیں اور مقیم
علی المسافر رکعتین و	پر چار، اور خوف میں ایک رکعت
علی المقیم اربعًا	فرض کی ہے۔

---

[1] ابوداؤد [2] بخاری شریف [3] رواہ مسلم

وفی الخوف رکعۃً [1]

اور کنز العمال میں حضرت ابن عباس رضؓ کی یہ روایت اس طرح ہے کہ اللہ تعالےٰ ایک ہی دفعہ مسافر کی نماز علیحدہ اور مقیم کی نماز علیحدہ نازل فرمائی اسلئے مقیم کو مسافر کی اور مسافر کو مقیم کی نماز نہ پڑھنی چاہیئے [2] علماء حضرات نے شرح لکھتے ہوئے حضرت ابن عباس رضؓ کی ان روایات کو بالاجماع متروک قرار دیا ہے [3] اور بعض نے جرح اور تنقید بھی کی ہے لیکن اگر تاریخی نقطۂ نظر سے تھوڑی سی زحمت گوارا کی جاتی تو دور از کار تاویلات اور تنقیدات کی ضرورت پیش نہ آتی وہ یہ کہ صلوٰۃ خوف کا حکم غزوۃ الرقاع یا غزوہ عسفان کے موقعہ پر ہوا ہے اور یہ غزوہ خندق کے بعد ہوا ہے یعنی ۶ھ یا اس کے قرب میں اور علامہ بغوی رح کی تحقیق کے مطابق صلوٰۃ قصر کا حکم صلوٰۃ خوف سے ایک سال پہلے ہوا۔ اس اعتبار سے حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ ارشاد صلوٰۃ خوف کے نزول حکم کے بعد کا ہے اگر وہ نزول حکم سے پہلے یہ فرماتے تو ایک بات تھی لیکن وہ نزول حکم کے بعد خبر دے رہے ہیں اس اعتبار سے حضرت عمر رضؓ کی روایت اس اجمال اور ابہام کی اور زیادہ شرح کر دیتی ہے اسی لئے جمہور امت کا مسلک زیادہ قوی ہے جس کی بنیاد امام بخاری کی روایت ہے یعنی نماز میں اضافہ ہجرت کے بعد ہوا اور پھر قصر صلوٰۃ کا حکم سورۂ نساء کے نزول پر ہوا۔

پنجگانہ نماز میں بعد نماز عشاء وتر کی نماز کا اضافہ کس وقت ہوا اس کی صراحت نہیں ملتی ہے لیکن آثار اور احادیث کی تلاش سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز کا اضافہ بھی ان ہی ایام یعنی ۱ھ کا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

---

[1] رواہ مسلم [2] فتح الملہم ص ۲۵۰ ج ۲ [3] مظہری ص ۲۱۲ ج ۲ [4] مظہری ص ۲۱۸ ج ۲

عاشورہ کا روزہ | جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہونچے اور وہاں آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے مسلمانوں کو بھی روزہ کا امر فرمایا اور خود بھی روزہ رکھا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور سے صحابہ رض نے دریافت کیا کہ حضور! اس دن کی تو یہودی بہت تعظیم کرتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔ انشاءاللہ آئندہ سال میں نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھونگا۔ صوم عاشورہ کے بارے میں بکثرت احادیث ہیں کہ آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا امر بھی فرمایا

صوموا یوم عاشورۃ و خالفوا الیھود وصوموا یومًا قبلہ ویومًا بعدہٗ	عاشورہ کا روزہ رکھو! اور یہود کی اسطرح مخالفت کرو کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔

صوم عاشورہ کے بارے میں یہ مختلف احکامات رمضان المبارک کی فرضیت سے پہلے ہیں اور یہ معلوم اور ظاہر ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت شعبان سنہ ۲ھ میں ہوئی اس وقت عاشورہ کی فرضیت ختم ہوگئی۔ حضرت ابن مسعود رض نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فلما فرض رمضان ترک عاشورۃ واستحبابہ لم یترک	جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کو ترک کردیا گیا لیکن اس کا استحباب ترک نہیں ہوا۔

اس کی تائید حضرت ابن عباس رض کی روایت سے بھی ہوتی ہے

ھذا یوم عاشورۃ و	یہ عاشورہ کا دن ہے اور اس کا

لم یکتب اللہ علیکم صیامہ	اللہ نے روزہ فرض نہیں کیا
وانا صائم فمن شآء	اور میں روزے سے ہوں جس
فلیصم ومن شاء فلیفطر	کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا
	جی چاہے نہ رکھے

کتب سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورہ کے دن کی اہمیت اہل مکہ کے نزدیک بھی تھی اور وہ بھی اس دن روزہ رکھا کرتے تھے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی فرضیت سے پہلے مسلمان اور دیگر اقوام عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے لیکن اس کی قانونی اور شرعی حیثیت نہ تھی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مدینہ منورہ پہونچنے پر یہ فرض قرار دیدیا گیا ہو لیکن بعد میں اس کی فرضیت منسوخ کردی ہو۔ علامہ ابن قیم رح وغیرہ حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ عاشورہ کے روزہ کی حیثیت فرضیت کی کبھی نہیں ہوئی اگرچہ مسلمان اور دیگر اقوام اس کا روزہ رکھا کرتے تھے البتہ رمضان المبارک کی فرضیت کے بعد اس کا استحباب ضرور باقی رہا[1]

---

[1] یہ پوری تفصیل زاد المعاد سے ماخوذ ہے

دورِ اول کی سورتیں اور احکامات

از ۱ھ تا ۵ھ

مدنی دور کی تین ابتدائی سورتیں یعنی المطففین، العنکبوت، الرعد ان کے بارے میں تحریر کیا جا چکا ہے ان سورتوں کا دو جگہ اس وجہ سے اندراج کیا جا رہا ہے کہ ان کے زمانہ نزول میں اختلاف ہے بعض حضرات نے ان کو ابتدائی مدنی دور کی سورتیں لکھا ہے اور بعض نے ان کو مکی دور کی آخری سورتیں قرار دیا ہے ان سے متعلق احکامات اور تعلیمات کو بھی گزشتہ سطور میں تحریر کر دیا گیا ہے اس وجہ سے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے

احکامات سورۃ البقرہ ۲ھ

یہ وہ عظیم الشان سورت ہے کہ جس میں اسلامی شریعت کے بیشتر مسائل آ گئے ہیں کم مسائل ایسے ہیں جو اس سورت میں آنے سے رہ گئے ہیں احکامات کا تسلسل اور ان کی ابتدا مکی دور کی آخری سورتوں سے ہو چکا ہے اور بہت سے مہمات مسائل ان سورتوں میں آ گئے ہیں مدنی سورتوں میں ان کی رفتار اور زیادہ تیز ہو گئی تھی اس وجہ سے اول تو اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں آ چکا تھا دوسرے اسلامی معاشرہ میں بہت جلد پوری شریعت کو نافذ کرنا مقصود تھا اس وجہ سے مسائل کی کثرت اور ان کی تیز رفتاری سامنے آتی ہے اس جگہ ترتیب وار ان احکامات کی ایسی

تفصیل جو بیان کے اعتبار سے مجمل ہے بیان کی جاتی ہے۔

تحویل قبلہ کا حکم

پہلا سنہ ۱ھ ختم ہونے کے بعد اور دوسرا سنہ ۲ ہجری شروع ہونے پر سب سے پہلا اور جدید حکم تحویل قبلہ کا ہے، اکثر روایات سے ہجرت کے سولہ یا سترہ مہینہ بعد یہ حکم ہوا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ یا سات مہینہ بعد تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔[1] پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اسی کو بہت سے صحابہ اور تابعین رض نے روایت کیا ہے جس دن یہ حکم نازل ہوا ۱۵ ر رجب سنہ ۲ھ اور دو شنبہ تھا اس کے دو ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے اور فرضیت رمضان المبارک کا حکم شعبان سنہ ۲ھ میں ہوا۔

تحویل قبلہ کا حکم وہ عظیم الشان حکم ہے کہ جس کی وجہ سے پوری ملت ابراہیمی کی انفرادیت جداگانہ متعین ہو گئی اور دوسری ملتوں کی حیثیت علیحدہ

کعبۃ اللہ شعار الٰہی ہے اس کی مرکزیت صرف نماز ہی کے لئے نہیں بلکہ اس شعار سے ملت کی پوری انفرادیت وابستہ ہے۔ مسجدوں کا رُخ قبلہ کی طرف کو ہونا، نماز میں رُخ قبلہ کو ہونا، مرتے وقت مردہ کا رُخ، قبر کا رُخ قبلہ کی طرف، اذان اور اقامت قبلہ کی طرف کو، وضو قبلہ رُخ ہو کر کرنا، ذبح قبلہ رخ کرنا، قبلہ رخ ہو کر سونا غرض کہ مسلمان کی پوری زندگی اس جہت سے وابستہ ہے اس زمانہ میں یہود و نصاریٰ (جو بڑی ملتیں تھیں) کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ ان سے الگ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ کو مقرر فرمایا۔

خانہ کعبہ کی مرکزیت کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ اس کا یہ تقدس زمانہ قدیم سے بیت المقدس سے بھی بہت پہلے سے ہے زمانہ قدیم سے ہی اطراف عالم سے لوگ اس کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے عرب کا ایک مشہور شاعر

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ طبقات کبیر ص۵ ج۳

ایران کے ایک بادشاہ کے بارے میں کہتا ہے۔

وما زلنا نحج البیت قدما ونلقی بالاباطح آمنینا

وساسان بن بابک سار حتی آتی البیت العتیق یطوف دینا

ہم پرانے زمانے ہی سے بیت اللہ کا حج کرتے رہے ہیں اور امن کے ساتھ وادی بطحا میں رہتے رہے ہیں اور ساسان بن بابک بھی چل کر آیا تھا اور اس نے بھی بیت اللہ کا مذہبا طواف کیا تھا۔ (لغات القرآن ص۱۵۹ ج ۵)

سورۂ بقرہ اور بیت اللہ

سورۂ بقرہ جزو اول کے آخر سے بیت اللہ اور اس سے متعلق ملّتِ ابراہیمی کی عظمت کو بیان فرمایا ہے یہ مضمون مندرجہ ذیل آیت سے شروع ہوتا ہے

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (بقرہ)

اور جب قرار دیا ہم نے بیت کو پناہ گاہ لوگوں کے لئے اور امن کی جگہ

اس کے بعد بہت دور تک اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے اور ملّت ابراہیمیا اور بیت کی عظمت کا تذکرہ ہے اور اس سے علیحدہ ہونے والوں کی مذمت ہے مثلاً

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ

ملت ابراہیمی سے وہی اعراض کرے گا جو بے وقوف ہوگا۔

اس کے دوسرے جزو (سیقول) سے ملت ابراہیمی کے مرکز بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہے اور دور تک بیت اللہ اور اس کے متعلقات (شعائر) کو بیان فرمایا ہے۔ سورہ بقرہ کو اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو درمیان میں ملّتِ ابراہیمی سے متعلق چند احکامات (اوامر و نواہی) کا ذکر ہے اور اسلامی

معاشرت یعنی ملتِ ابراہیمی کی معاشرت کو بیان فرمایا ہے۔
غرضیکہ یہ پوری سورت ان ہی اہم امور پر مشتمل ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد روز اول ہی سے وہ اقدامات شروع کئے کہ جن سے ملت ابراہیمی کے ہر ہر فرد میں ملت بنا پیدا ہوا اور ان کی جداگانہ حیثیت اور اکائیت قائم ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام اقدامات سے یہی ثابت ہے کہ مسلمان اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں وہ ہر جگہ ایک ملت ہیں دوسروں کے ساتھ ضم ہو کر ایک قوم بننے کا امکان ہی نہیں ہے۔

رمضان المبارک کی فرضیت

ابھی چند سطر پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کا حکم شعبان ۲ھ میں دیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ایمان والو! تم پر روزوں کو فرض
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا	کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے اگلوں
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ	پر کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ	ہو جاؤ۔

(بقرہ)

اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا حکم اس انداز میں دیا گیا ہے کہ روزوں کی غرض و غایت بھی معلوم ہوتی ہے اور اس کی قدامت کا بھی پتہ چلتا ہے یعنی روزہ صرف شریعت محمدی ہی کے ارکان میں سے نہیں ہے بلکہ پہلی امتوں میں بھی روزہ کو عبادت کی حیثیت حاصل رہی ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک سے قبل ہر مہینہ تین روزہ کا حکم فرمایا تھا۔

احکام رمضان المبارک

روزوں سے متعلق سورۂ بقرہ کے مندرجہ بالا رکوع کی بغور قرأت فرمائیے تو اس میں روزے سے متعلق تمام احکامات موجود ہیں مثلاً

۱۔ مسافر اور مریض کے لئے روزہ نہ رکھنے کی رخصت
۲۔ معذور (شیخ فانی وغیرہ) کے لئے فدیہ کا حکم
۳۔ روزہ رکھنے کے لئے کتنا وقت معیار ہے۔
۴۔ سحری کھانے کی حد اور اس کی فضیلت
۵۔ رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور جنسی خواہشات کے پورا کرنے کا حکم جس کی پہلے حرمت تھی۔
۶۔ صدقۃ الفطر اور صلوٰۃ عید کا حکم۔
۷۔ اعتکاف کیا ہے اور اس کی مشروعیت۔

یہ چند موٹے موٹے احکامات تو سرسری طور پر قرأت کرنے والے کو معلوم ہو جائیں گے لیکن آیات کے سیاق و سباق دلالت اور اقتضاء اور اشارہ سے بہت زیادہ احکامات ثابت ہیں جن کی تفصیل احادیث اور فقہ کی کتابوں میں بآسانی مل جاتی ہے اس جگہ ہم بعض قابل تنقید اور اختلافی مسائل پر دلائل بیان کرتے ہیں۔

سفر کی حد شرعی سفر شرعی کے بارے میں (کہ جس سے احکامات میں تبدیلی واقع ہوتی ہے) اختلاف ہے کہ کتنا سفر مراد ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ مطلقاً چلنے پھرنے کو سفر سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا بلکہ حالت قیام کے مقابل والی حالت کا نام سفر ہے۔ قصر صلوٰۃ

احکاماتِ مسح اور تیمم، رخصت صوم کے بارے میں بہت اختلاف ہے مولانا مودودی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

عام سفر کے معاملہ میں یہ بات کہ کتنی مسافت پر روزہ چھوڑا جا سکتا ہے حضور کے کسی ارشاد سے واضح نہیں ہے۔[1]

لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضور نے احکامات کے باب میں سفر کی حد شرعی مقرر فرما دی ہے مثلاً حضرت علی رضؓ نے روایت کیا ہے

جعل رسول اللہ صلی اللہ	حضور نے (مدت مسح) مسافر
علیہ وسلم ثلثۃ ایام	کے لئے تین دن اور ان کی
لیالھن للمسافر ویوماً	راتیں اور مقیم کے لئے ایک
ولیلۃً للمقیم [2]	دن اور رات مقرر فرمائی ہے

معلوم ہوا کہ مسح کی رخصت مسافر کے لئے تین دن اور تین رات کی ہے اس سے کم کی نہیں ہے۔ اس سے حد سفر تین دن اور تین رات مقرر ہو گئی ایسے ہی مسلم شریف کی ایک دوسری روایت ہے کہ عورت کو بلا محرم کے تین دن اور تین رات کے سفر پر جانا حرام ہے، اس سے بھی سفر کی حد شرعی مقرر ہو گئی یہی قصر صلوٰۃ اور رخصت صوم کے بارے میں ہے۔ اور اگر یہ دلیل قابل تسلیم نہیں ہے تو پھر قرآن میں وہ کونسی مسافت کا مسافر ہے کہ جس پر رخصت صوم ہے مبہم بات کہنے سے کام نہیں چلتا

رات کی حد شرعی

قرآن پاک نے امساک شرعی (روزہ) کے لئے دن کو معیار قرار دیا ہے۔ دن کا ایک کنارہ غروب آفتاب تو بالکل آنکھوں کے سامنے ہے لیکن دن کا دوسرا کنارہ اگر طلوع آفتاب سے قرار پاتا تو یہ بھی اتنی ہی ظاہر بات ہوتی لیکن دن کے اس کنارے کے بارے میں قرآن شریف میں مذکور ہے:۔

---

[1] تفہیم القرآن ص۱۴۳ ج۱: [2] رواہ مسلم۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ — کھاؤ پیو! یہاں تک کہ ظاہر
لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ — ہوجائے تمہارے لئے سفید
الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ — ڈورا سیاہ ڈورے سے فجر کے
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ — پھر پورا کرو روزے کو رات تک

یہ ظاہر ہے کہ سیاہ ڈورا اور سفید ڈورا استعارہ ہیں رات کی سیاہی اور سپیدہ صبح سے اور اسی پر جمہور امت کا اتفاق ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث ہیں لیکن مولانا مودودی صاحب نے بعض احادیث کو نہ سمجھتے ہوئے فرمایا ہے جس سے ایک قسم کی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آجائے تو فوراً نہ چھوڑ دے بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے[۱]

اس حدیث کو اس کا پس منظر بیان کئے بغیر ویسے ہی اگر چھوڑ دیا جائے تو ہندوستان میں اذان فجر کے وقت سے کتنی بڑی غلط فہمی اور فساد پھیل سکتا ہے؟ حقیقت حال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موذن تھے یعنی عبداللہ ابن ام مکتوم رضؓ (نابینا) اور حضرت بلال رضؓ ایک اذان تو حضرت ابن مکتوم رضؓ دیا کرتے تھے اور وہ اذان فجر ہوا کرتی اور دوسری اذان حضرت بلال رضؓ دیا کرتے تھے وہ اذان، فجر سے ذرا پہلے ہوتی تھی جسکو اذان تہجد بھی کہا جاتا تھا یہ ارشاد آپ نے اذان تہجد کے بارے میں فرمایا ہے چنانچہ حدیث پاک ہے:

تم کو اذانِ بلال دھوکہ میں مبتلا نہ کردے جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیں کھا پی لیا کرو اور وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک کہ ان سے صبح ہونے کو نہ کہا جائے[۲]

۱؎ تفہیم القرآن ص۱۴۶ ج۱ ۲؎ رواہ ابوداؤد

صلوٰۃ تراویح منجملہ احکام رمضان کے تراویح بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے، امام احمد، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

ان اللہ عزوجل فرض	اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے
صیام رمضان وسنّ قیامہ	فرض اور اس کا قیام مسنون قرار
فمن صامہ وقامہ احتسابًا	دیا ہے جس نے ثواب کے لئے
خرج من ذنوبہ کیوم	روزہ رکھا اور قیام کیا وہ گناہوں
ولدتہ امہ	سے ایسا نکل جائیگا گویا جس
	دن اسکی ماں نے اسکو جنا تھا۔

قاعدہ کلیہ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ قرآن پاک اور احادیث میں قیام سے مراد صلوٰۃ ہے اور رمضان المبارک کے تحت جب قیام کا ذکر آتا ہے تو اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ اس سے صلوٰۃ تراویح مراد ہوتی ہے اس کے خلاف نہیں تمام اہل علم یہی کہتے ہیں لیکن اگر کسی نے قیام سے مراد مطلق طاعت لیا ہو تو وہ شاذ ہے ____ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح (قیام) رمضان جماعت سے ادا کئے ہیں یا نہیں؟ تو یہ ثابت ہے کہ تین دن تک آپ باہر تشریف لائے اور آپ کے پیچھے حضرات صحابہ رضہ نے نماز پڑھی۔ اس نماز کی تعداد رکعات کیا تھی اس کی تعداد میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضہ نے تو یہاں تک روایت کیا ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان
وسلم یصلی فی رمضان	میں بیس رکعات علاوہ وتر کے پڑھی
عشرین رکعۃ سوی الوتر[1]	ہیں۔

---

[1] مرقاۃ ص۱۹۴ ج ۳

ابتدائی دو تین دن کے علاوہ آپ نے پھر کبھی جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز ادا نہیں کی حضرت عمر رضؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں صحابہؓ کے شوق اور رغبت کو دیکھتے ہوئے ان کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا اور اسی پر اجماع ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت علی رضؓ کے زمانہ میں بھی یہی ہوا اور آج تک یہ طریقہ متوارث ہے اس اجماع کے بعد از اول تا ایں دم یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ قیام رمضان تراویح کے بعد حضرات صحابہ رضؓ یا حضرات تابعین نے کسی دوسری نماز (تہجد) کو جماعت کے ساتھ ادا کیا ہو بلکہ یہ تو ثابت ہے بعض حضرات صحابہ رضؓ وتر کو بھی جماعت سے ادا نہیں کرتے تھے[1] اس لئے رمضان المبارک ہی میں تراویح اور وتر کے علاوہ دیگر نوافل کو قیام رمضان پر قیاس کرتے ہوئے جماعت سے ثابت کرنا غلط اجتہاد ہے جس کو شریعت محمدی اور مزاج اسلام کی تائید حاصل نہیں ہے

عید الفطر کی نماز

رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہونے کے بعد یکم شوال کو عید الفطر کی نماز آپ نے صحابہ رضؓ کے ایک کثیر مجمع کے ساتھ شہر سے باہر جا کر ادا کی۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ	اور چاہئیے کہ تم روزوں کی گنتی پورا کرو اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو جس پر تم کو اس نے ہدایت دی ہے، اور تاکہ تم شکر گذار بنو۔

اس آیت سے مفسرین نے صلوٰۃ الفجر اور تکبیرات عید الفطر کے وجوب کو ثابت کیا ہے چنانچہ سنت مشہورہ سے ثابت ہے کہ آپ نے سب سے پہلی صلوٰۃ عید الفطر یکم شوال ۲ھ کو ادا فرمائی اور سنت مشہورہ سے یہ بھی ثابت

---

[1] مظہری ص۱۹۹ ج ۱

ہے کہ آپ نے عید الفطر کے دن لوگوں کو صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ وفاء الوفا میں عیدین کی نماز کے لئے آپ کی عید گاہوں کے مقامات تحریر کئے ہیں ابن ابی شیبہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضہ ذکر کیا ہے کہ آپ نے سب سے پہلی عید اور بقرہ عید کی نماز فناء دار حکیم بن عداء میں پڑھی اس جگہ حضرت عثمان غنی رضہ کے زمانہ میں مسجد بنادی گئی تھی یہ بھی روایت ہے کہ سب سے پہلی عید کی نماز آپ نے حارۃ الدرس میں ابن ابی الجنوب کے گھر کے پاس پڑھی اور دوسری عید کی نماز دار حکیم بن عداء میں پڑھی۔ تیسری مرتبہ دار عبداللہ المزنی کے پاس، چوتھی مرتبہ حناطین کے پاس پڑھی۔ آج کل جس کو عید گاہ کہتے ہیں اس جگہ آپ نے چند مرتبہ عید کی نماز پڑھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جگہ اور مسجد نبوی کے درمیان ایک ہزار ذراع کا فاصلہ تھا [۱]

یاد رکھنا چاہیئے کہ رمضان المبارک کی فرضیت اور صلوٰۃ عید کے وجوب سے ہی رویت ہلال کے مسائل کا تعلق ہے اور صدقۃ الفطر کے وجوب سے مقدار صدقۃ الفطر کے مسائل کا تعلق ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ رمضان المبارک جن میں سے ۷ رمضان المبارک تیس دن کے ہوئے اور دو رمضان المبارک ۲۹ دن کے اور ایک رمضان المبارک ایسا ہوا کہ جس میں دوپہر کو شہادتیں لیکر نماز عید الفطر دوسرے دن ادا کی گئی [۲]

سورۃ الحج اور بقرہ عید

سورۃ الحج کے کم و بیش نصف میں اللہ تعالیٰ نے طواف کا طریقہ، حج کا طریقہ، قربانی کے جانور، اور ان کے ذبح کا طریقہ، ان کا گوشت کون کون کھا سکتا ہے غرضکہ حج اور قربانی سے متعلق بیشتر احکامات کو بیان فرمایا ہے۔

مفسرین کرام نے ان آیات کی تفسیر میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ حکم

---

[۱] وفاء الوفاء ص ۱۱۷۴ ج ۲ [۲] مرقات باب رویۃ الهلال

صرف حرم ہی کی قربانی کا نہیں ہے بلکہ قربانی ان لوگوں پر بھی واجب ہے جو لوگ حرم نہیں آتے ہیں (فقہاء نے اس کے مسائل بیان کئے ہیں) یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے ۱۰ ذی الحجہ ۲ھ کو سب سے پہلی بقرہ عید کی نماز پڑھی اور قربانی میں دو دنبہ ذبح کئے

گذشتہ سطور میں (مستثنیات کے بیان میں) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کے حوالہ سے ذکر کیا جا چکا ہے کہ سورۃ الحج کا نصف حصہ مکہ میں نازل ہوا اور تقریباً نصف حصہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ مدینہ منورہ میں کس وقت نازل ہوا اس کے بارے میں بھی ذکر کیا جا چکا ہے اس جگہ اتنا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ۱۵ رجب ۲ھ کو سترھویں مہینہ میں تحویل قبلہ کا حکم ہوا اور اٹھارویں مہینہ میں رمضان المبارک کے روزوں کا وجوب ہوا۔ اگر ۱ھ میں سورۂ حج کا نزول تسلیم کیا جائے تو ایک سال ذوالحجہ کا ۱ھ میں گذر چکا تھا اور یہ ثابت نہیں ہے کہ ۲ھ کے رمضان المبارک سے قبل آپ نے بقرہ عید کی نماز پڑھی بلکہ یہ ثابت ہے کہ سب سے پہلی بقرہ عید کی نماز آپ نے ۲ھ میں ادا کی واللہ تعالےٰ اعلم۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ بقرہ عید ہی سے قربانی اور اس کا گوشت اور تکبیرات تشریق کا تعلق ہے اسی سے ان کی ابتداء کا زمانہ ثابت ہوتا ہے۔

کیفیات صلوۃ کا بیان

حافظ ابن حجر نے حبشہ سے حضرت ابن مسعود رض کی آمد غزوۂ بدر کے بعد بتلائی ہے کہ وہ آئے اور حضور اس وقت نماز میں تھے انہوں نے سلام کیا لیکن حضور صلعم نے جواب نہ دیا اسی طرح سے بعض محدثین نے قصہ ذوالیدین کو غزوۂ بدر سے پہلا واقعہ لکھا ہے اور تحریر کیا ہے کہ ذوالیدین کی شہادت غزوہ بدر میں ہو گئی تھی۔ اسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ کو حالت صلوۃ میں گود میں اٹھا لیا تھا اس کو امام مالک

نے منسوخ قرار دیا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ غزوہ بدر کے بعد کیفیات صلوٰۃ میں تبدیلی ہوئی اسی وقت سے فقہاء کرام نے مکروہاتِ صلوٰۃ، مفسدات صلوٰۃ اور عمل کثیر کی بحث کو شروع کیا ہے جس کی پوری تفصیل زاد المعاد میں ہے اور اس پر تنقیدی کلام بھی ہم نے اپنی کتاب سیرت خیر العباد میں تحریر کیا ہے۔

سورۂ بقرہ کے دیگر اہم احکامات

۱۔ اکل حلال کی ترغیب
۲۔ حرام اور رشوت کی حرمت
۳۔ قصاص اور دیت
۴۔ وصیت
۵۔ آدابِ حج
۶۔ حکمِ قتال
۷۔ آدابِ مسجد حرام
۸۔ محرم مہینے
۹۔ انفاق فی سبیل اللہ
۱۰۔ حج اور عمرہ
۱۱۔ احصار کا حکم
۱۲۔ احرام میں رخصت
۱۳۔ حج تمتع اور قران
۱۴۔ فدیہ کے روزے
۱۵۔ حج کے مہینے
۱۶۔ محرماتِ حج
۱۷۔ حج کرنے کا طریقہ
۱۸۔ حرمت خمر کی ابتداء
۱۹۔ یتامیٰ کی اصلاح
۲۰۔ مشرکہ سے نکاح حرام ہے
۲۱۔ حیض کے احکامات
۲۲۔ آداب وطی
۲۳۔ قسم کا طریقہ
۲۴۔ ایلاء کا حکم
۲۵۔ عدت طلاق
۲۶۔ رجعت کا حکم
۲۷۔ اقسام طلاق
۲۸۔ مہر اور اس کے احکام

۲۹ـ طلاق مغلظہ	۳۰ـ رضاعت کا حکم
۳۱ـ عدت وفات	۳۲ـ نفقہ کا حکم
۳۳ـ صلوٰۃ وسطیٰ	۳۴ـ خوف میں رخصت صلوٰۃ
۳۵ـ انفاق فی سبیل اللہ	۳۶ـ سود کی حرمت کا حکم
۳۷ـ قرضہ کا حکم	۳۸ـ قانون شہادت اور کتابت۔

سورۂ بقرہ کے احکامات کے یہ چند جلی عنوانات ہیں ان کے تحت ہزاروں مسائل اور احکامات ہیں فقہاء اور محدثین کرام اور مفسرین نے صرف اسی ایک سورت کے احکامات سے متعلق بہت ضخیم جلدیں لکھی ہیں ان کا تفصیلی جائزہ لینا ہمارے موضوع سے باہر ہے ہمارا موضوع تو کسی حکم کی ابتداء اور اس کی تاریخی حیثیت کو بیان کرنا ہے

اس جگہ اگر حجۃ اللہ البالغہ اور زمانہ جاہلیت سے متعلق تاریخی کتابوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو چند مسائل کے علاوہ مذکورہ بالا تمام مسائل کی اصل وہاں مل جائے گی محرف شریعت ابراہیمی کے بہت سے نقوش زمانہ جاہلیت میں پائے جاتے ہیں قرآن پاک نے نازل ہو کر دین ابراہیمی کی اصل صورت کو ظاہر کیا ہے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ایک مدوّن شدہ پاکیزہ قانون عطا فرمایا ہے اس جگہ ہم تمام مسائل سے تو بحث نہیں کرتے البتہ قرض اور سود کے بارے میں تفصیلی کلام کرینگے کیونکہ اسی کی وجہ سے ہماری معاشیات تباہ اور برباد ہو رہی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

سود اور غربت اور صدقہ

دنیا بھر کے مفکرین اور ماہرین اقتصادیات نے بہت ہزاروں جتن کئے ہیں کہ غربت دور ہو اور سرمایہ داری ختم ہو لیکن وہ سودی لعنت کو ختم نہیں کر سکے سود ایک ایسی مقناطیسی کشش رکھنے والی لعنت ہے کہ جس سے افراد کی نہ ہی

طبقات کی تجوریاں پھر سے پُر ہونے لگتی ہیں اور غریب کے حق میں یہ ایک ایسا گھن اور جونک ہے کہ غیر محسوس طور پر اس کو چوستا رہتا ہے۔ اسلام کے یہاں سودی قرضہ کی جگہ امداد کے لئے صدقات کی مختلف اقسام ہیں اسلام جہاں اغنیاء سے لینے کی تعلیم دیتا ہے اس سے زیادہ اغنیاء کو دینے کا عادی بناتا ہے اور فقراء کو سوال سے روکتا ہے تاکہ اسلامی معاشرت میں کسی کا مقام گرنے نہ پائے۔

سود کیا چیز ہے؟ ایسا منافع جو بلا استحقاق، بلا معاوضہ، بلا تراضی دوسروں سے حاصل کیا جائے۔ تمام بیوعات فاسدہ، لاٹریاں، سٹے اور قمار بازی سود ہی کی خودرو اولاد ہیں۔ صرف اسلامی تہذیب و معاشرت کا یہی طرۂ امتیاز ہے کہ وہ بلا استحقاق، بلا معاوضہ، بلا تراضی کے نفع کو حرام قرار دیتا ہے چنانچہ جتنی سختی کے ساتھ شعار اللہ قرآن پاک میں سود کی ممانعت ہے اتنی شدت کسی دوسرے جرم پر نہیں ہے آخری سورۂ بقرہ کو تلاوت فرمائیے!

۱۔ جو لوگ رات اور دن میں چھپ کر اور اعلانیہ طور پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر اور ثواب ہے کہ وہ نہ خوف زدہ ہوں گے اور نہ غمگین ہوں گے

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں ایسے کھڑے ہوں گے جیسے آسیب زدہ ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ سود بھی ایک بیع ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے پس جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی (یہ نصیحت) آئی اس کے لئے ماسلف[1] ہی ہے اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے اور جس نے پھر دوبارہ یہ حرکت

---

[1] یعنی حرمت سے قبل جو کچھ ہو چکا ہے وہ معاف ہے

(سود خوری) کی وجہ) لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہینگے۔
اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور
اللہ تعالیٰ کفار[1] اثیم کو دوست نہیں رکھتا۔
جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیئے نماز کو قائم
رکھا اور زکوٰۃ کو ادا کیا ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے کہ
وہ نہ خوف زدہ ہوں گے اور نہ غمگین ہونگے۔
ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور مابقی سود[2] کو چھوڑ دو اگر تم مومن
ہو اگر تم ایسا نہ کرسکے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تمہارے
خلاف اعلان جنگ ہے۔
اگر تم نے توبہ کرلی تو بس تمہارے لئے بقدر راس المال ہی
ہے تم نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائیگا (سورہ بقرہ)
دوسری سورت میں ارشاد فرمایا:
ایمان والو بڑھتا چڑھتا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو، اگر
تم مومن ہو۔

سود کی حرمت تاریخ حرمت ربوٰ ۹ھ کو مفسرین اور علماء کے
بیان کے مطابق اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تب بھی
۹ھ سے قبل کے حالات ایسے ملتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہمیشہ اس قسم کے فائدے سے منع فرمایا ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب
ربوٰ میں فضالہ بن ابی عبید کی روایت ہے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے

قال اشتریت یوم خیبر	کہا میں نے ایک بار خیبر کے موقع
قلادۃ باثنی عشر دینارًا	پر بارہ دینار کو خریدا تھا

---

[1] گنہگار کافر غور فرمائیے، کفر سب سے بڑا گناہ اور اس پر مزید اضافہ سود خوری
[2] یعنی جو دوسروں پر سود کی شکل میں تمہارا مطالبہ ہے۔

(الیٰ قولہ)　　　　(الیٰ قولہ) آپؐ نے فرمایا

فقال لا تباع حتی تفصل　　　　جب تک اس کو جدا نہ کرلیا جائے فروخت نہ کیا جائے

حرمت ربوا ۹ھ کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو غزوۂ خیبر (۷ھ) میں مذکورہ بالا ممانعت موجود ہے اور اس سے قبل بھی حرمت ربوا کی روایت موجود ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الربوٰ میں ایک دوسری حدیث موجود ہے جس کو امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

میں شب معراج میں ایک ایسی قوم کے پاس آیا کہ ان کے پیٹ مثل گھر کے پھولے ہوئے تھے اور ان میں سانپ تھے جو باہر ہی سے دیکھے جا سکتے تھے میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا یہ سود خور ہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہجرت اور معراج سے پہلے بھی سود کو مسلمان برا جانتے تھے سود کے علاوہ شراب وغیرہ زمانہ جاہلیت میں حلال اور مباح تھی۔ سود ہی وہ لعنت ہے کہ اسکو اس تاریک زمانہ میں بھی برا جانا جاتا تھا رہا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا روم اور ایران کی جنگ کے بارے میں ابی بن خلف سے شرط لگانا، یہ شرط ۵ نبوی مکہ معظمہ میں ہوئی تھی اور صحیح روایت کی بناء پر اہل روم کو غلبہ بدر (۲ھ) کے موقعہ پر ہوا تھا جیسا کہ قرآن پاک میں موجود ہے

یومئذٍ یفرح المؤمنون　　　　اس دن مومنین مسرور ہونگے

(الآیۃ)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے سو اونٹ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے تو آپؐ نے ان کو صدقہ کرا دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رضامندی کے ساتھ بھی کافروں سے جو مال مل جائے اسکو صدقہ

کر دینا چاہیئے فتاویٰ عالمگیری میں فقہائے کرام نے یہی فرمایا ہے غرضکہ سود کی رقم (جو سرمایہ داری کی سرپرستی کرتی ہے) اس کو دنیا کے نظاموں نے لقمہ تر ہونیکی وجہ سے قبول کیا ہے صرف اسلام ہی نے اسکی مخالفت کی ہے۔

یہ ہے اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام جو غربت کو دور کرتا ہے اس نظام کے اصول وضوابط اور قاعدوں پر کئی ضخیم کتابیں ترتیب دیجا سکتی ہیں ہمیں تو صرف شعار اللہ قرآن پاک کی تھوڑی سی روشنی دکھانی مقصود ہے اور یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اس شعار کی روشنی ہر جگہ موجود ہے اس کو قبول ہی کر لینا چاہیئے۔

— اُدھار اور سودی قرض —
(ایک جونک)

اُدھار اور سودی قرض ملک، قوم اور افراد کے جسم صالح میں ایک جونک ہے جو غیر محسوس طور پر خون چوستی رہتی ہے یہ بہت نرم آمدنی ہے اور بڑی زبردست مصیبت اور ہلاکت، نرم اسوجہ سے کہ جسم پر کوئی مشقت نہیں ہوتی اور مصیبت اسوجہ سے کہ قرضہ کی ادائیگی سے زیادہ کوئی دشوار کام نہیں آتے ہوئے اچھا معلوم ہوتا ہے اور جاتے ہوئے کمر توڑ جاتا ہے یہی وہ لعنت ہے جو دشمنی کے بیج بو دیتی ہے

القرض مقراض المحبة — قرضہ محبت کو کاٹنے والا ہے

اس کی وصولیابی اور اس کی ادائیگی دونوں دشمنیوں کو پیدا کرتے ہیں جن قوموں اور طبقات میں ان کا رواج ہے وہ اپنے کو مساوات کا علمبردار

نہیں کہہ سکتے اصولی طور پر قرض دینے والا اور قرض لینے والا دونوں برابر نہیں ہوتے، اس لئے ضرورت مندوں کو سود پر ادھار دینا جتنا برا ہے اس سے زیادہ برا کوئی کام نہیں اگرچہ شرح سود کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔ اس بارے میں اسلام نے نہایت مکمل نظام پیش کیا ہے۔

قرآنی ہدایات

اگر (مقروض) تنگدست ہے تو اس کے لئے مہلت ہے آسانی تک اور یہ کہ صدقہ کردو تو تمہارے لئے یہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو اور تم اس دن سے ڈرو! جس دن تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ مل جائیگا۔

ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک کے لئے قرضہ کا معاملہ کیا کرو تو اس کو لکھ لیا کرو! اور تمہارے درمیان کوئی کاتب انصاف کے ساتھ لکھ دے اور کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو لکھنا سکھلا دیا ہے پس اس کو لکھ دینا چاہیئے اور جس پر حق ہے اس کو املا کرانا چاہیئے! اور اللہ تعالےٰ سے ڈرے کہ وہ اس کا رب ہے اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے۔

جس پر حق ہے اگر وہ ضعیف ہے یا کم عقل ہے یا لکھانا نہیں جانتا تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھا دے! اور (اس لکھے ہوئے پر) اپنے آدمیوں میں سے دو گواہ بنالیا کرو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنکو تم اپنے گواہوں میں سے پسند کرتے ہو (یہ اسوجہ سے ہے) کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسرا یاد دلادے۔

اور جب گواہوں کو طلب کیا جائے تو وہ گواہی دینے سے

انکار نہ کریں۔ اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اس (کی دستاویز)
کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرو! خدا کے نزدیک یہ بات
نہایت قرین انصاف ہے اور شہادت کے لئے بھی بہت
درست طریقہ ہے اور اس سے تمہیں کوئی شک و شبہ بھی نہ رہیگا
ہاں اگر معاملہ نقد پر ہو تو اسوقت نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں
ہے۔

اور جب خرید و فروخت کیا کرو تب بھی گواہ بنا لیا کرو اور
کاتب اور گواہان اہل معاملہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچائیں
اور اگر تم ایسا کروگے تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے خدا
سے ڈرو! (دیکھو!) وہ تمہیں کیسی مفید باتیں سکھلاتا ہے
اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے۔

اور اگر تم سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ مل سکے تو کوئی چیز
رہن رکھ کر قرضہ لو۔ اور اگر تم ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو
(بغیر رہن کے قرضہ دیدو) تو امانتدار کو چاہیئے کہ صاحب امانت
کی امانت ادا کرے اور خدا سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے
اور گواہی کو نہ چھپاتا۔ جو گواہی کو چھپائیگا وہ دل کا گنہگار
ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔ (البقرہ)

قرآن پاک کی ان آیات میں قرضہ، امانت، رہن، گواہی کتابت
اور کاتب اور اسی قبیل کی دوسری چیزوں کو نہایت جامع طور پر بیان
کر دیا گیا ہے

اسلام میں قرضہ کی اہمیت

مندرجہ ذیل احادیث سے قرضہ لینا
اس کی ادائیگی اور ادائیگی میں
سہولت، نہ ادا کرنے کا جرم اور اس پر وعیدات پر نہایت سنجیدگی کر

ساتھ غور کرنا چاہیئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

۱۔ کبیرہ گناہوں کے بعد (کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے) سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی قرض دار مرے اور اپنے بعد ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑے۔ (ابوداؤد)

۲۔ شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر قرضہ معاف نہیں ہوتا (مسلم)

۳۔ جو آدمی قرضدار ہے اور اسکو ادا نہیں کر پایا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں چوروں کی طرح پیش ہوگا۔ (قزوینی)

۴۔ جو آدمی لوگوں سے قرضہ لیتا ہے اور اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ادا کرا دیتا ہے اور جو آدمی لوگوں کا مال مارنے کے لئے قرضہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دیگا (بخاری)

۵۔ جو آدمی قرضہ لیتا ہے (اور ادائیگی کی نیت رکھتا ہے) اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ دنیا ہی میں ادا کرا دیتا ہے (نسائی)

۶۔ مالدار آدمی کا قرضہ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے (اصحاب الستہ)

۷۔ اللہ تعالیٰ مالدار ظالم، بوڑھے اور متکبر سے بغض رکھتا ہے۔ (بزار)

۸۔ جس آدمی نے غریب کو (ادائیگی قرضہ میں) مہلت دی یا معاف کر دیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوگا کہ اس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترمذی)

۹۔ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس پر سے قیامت کی مصیبت ہلکی کر دے اسکو چاہیئے کہ غریب آدمی کو مہلت دے یا معاف کر دے (مسلم)

۱۰۔ تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو ادائیگی قرضہ میں بہتر ہے۔ (ترمذی)

۱۱۔ محمد بن جحش رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف کو سر اٹھایا اور سر پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا کتنی بڑی شدت نازل ہوئی ہے! ہم یہ سن کر خاموش رہے اور ڈر سے۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ وہ شدت کیا ہے جو نازل ہوئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی خدا کی راہ میں شہید ہو جائے، اور پھر زندہ کیا جائے اور پھر شہید ہو جائے اور پھر زندہ کیا جائے اور پھر شہید ہو جائے اور اس پر قرضہ ہو تو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔ (نسائی)

۱۲ — حضرت جابر رضؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنازہ کی نماز نہیں پڑھاتے جس پر قرضہ ہوتا تھا چنانچہ ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں! دو دینار ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا آپ لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں۔ حضرت ابو قتادہ رضؓ نے عرض کیا حضور! وہ دو دینار میں ادا کر دونگا۔ حضرت جابر رضؓ فرماتے ہیں کہ جب فتوحات شروع ہوئیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں مومنین سے زیادہ قریب ہوں لہذا جو قرضہ چھوڑ مرے اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

علماء نے بیان فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ غریب کے قرضہ کی ادائیگی بیت المال (سرکاری خزانہ کے ذمہ ہے، میں کہتا ہوں اس کا نام ہے مساوات اور اقتصادیات کو سنوارنا آج کل کے نعرے اور نظریات کے لئے کہیں منہ چھپانے کی جگہ ہو تو چھپائیں۔

۱۳ — حضرت ابوامامہ رضؓ اور حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں ایک آدمی

جنت میں داخل ہوا۔ اس نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا "صدقہ کا بدلہ دس گنا، اور قرضہ کا بدلہ اٹھارہ گنا۔" حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ "میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا قرضہ صدقہ سے افضل کیوں ہے؟ جواب دیا سائل بلا ضرورت کے (کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے) سوال کر لیتا ہے لیکن قرضدار بلا ضرورت کے قرضہ نہیں لیتا" (احمد)

معلوم رہے کہ لوگوں کی ضروریات پوری کرنا کتنا اہم ہے اور جو لوگ لوگوں کی ضروریات پر قبضہ کر لیتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

۱۴۔ غموں میں سب سے بڑا غم قرضہ ہے اور دردوں میں سب سے بڑا درد آنکھ کا ہے۔ (اوسط)

۱۵۔ جو آدمی یہ چاہے کہ اسکی دعا قبول ہو اور اس کی مصیبت دور ہو اس کو چاہیئے کہ وہ تنگدست کو ڈھیل دے۔ (احمد۔ ابو یعلی)

۱۶۔ جو آدمی قرض دار کا قرضہ ادا کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے لئے زمین کے جانور، پانی کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں اور اس کے ہر قدم کے بدلے جنت میں ایک درخت اگایا جاتا ہے اور اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بزار)

ان احادیث کو پڑھنے کے بعد غور فرمایئے کہ اسلام اللہ کی زمین پر کس قسم کے افراد کو پسند کرتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ سب سے مقدم صالح افراد کا پیدا کرنا ہے۔ اگر صالح افراد نہیں ہوتے تو زمین پر امن قائم نہیں رہ سکتا اور نہ عدل و مساوات وجود میں آسکتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں خیر القرون کے بعد مختلف ادوار میں ایسے نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ہر طرح جامع اور صالح انسان بنانے کی کوشش کی ہے اور خدا کی زمین پر خدا کے دین کو زندہ کیا ہے۔

جنگی قیدیوں کا حکم

گذشتہ صفحات میں استثنیات کے ذیل میں) سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزول پر کلام کیا جا چکا ہے۔ سورت کے مضامین سے یہ ثابت ہے کہ یہ سورت غزوۂ بدر (۲ھ) سے پہلے نازل ہوئی ہے اس سورت میں جہاں مسلمانوں کو اہل کفر سے قتال کرنے کی ترغیب ہے وہاں منافقین کو سخت تنبیہ بھی ہے کہ حکم قتال نازل ہونے سے پہلے ان کے کیا عزائم تھے اور حکم قتال کے بعد ان کی کیا روش ہوئی۔

اگر تاریخی حالات کا بغور مطالعہ کیا جائے اور ان حالات پر نظر رکھی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سرایا اطراف وجوانب میں غزوۂ بدر سے پہلے ارسال کئے تھے تو سورۂ محمد کے ابتدائی مضامین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ کار کی تائید ہوتی ہے اس سورت میں جنگی قیدیوں کے لئے اجمالی احکامات ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا	جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو
فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ	تو گردنیں مارو! یہاں تک کہ تم
اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ	ان کو خوب کچل دو تو مضبوط
فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا	باندھ لو! پھر یا تو احسان کر دو
فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ	یا فدیہ لیکر چھوڑ دو! یہاں تک کہ
اَوْزَارَهَا (محمد)	جنگ بالکل سرد پڑ جائے

ان آیات کو پڑھنے کے بعد سورۂ انفال کی آیات کی تلاوت فرمائیں

۱۔ نبی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے یہاں قیدیوں کو جب تک خوب خونریزی نہ کرلے ملک میں۔ تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ تعالے چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور اور حکمت والا ہے

۲۔ اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھا جا چکا ہے پہلے تو تم کو پہونچتا اسکے

پینے میں بڑا عذاب

۳۔ سو تم کھاؤ غنیمت میں تم کو جو ملا حلال ستھرا اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وہ مغفرت کرنے والا اور رحیم ہے

۴۔ اے نبی کہدیجئے! ان سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو اس سے بہتر جو تم سے چھن گیا ہے اور تم کو معاف کر دیگا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۵۔ اور اگر چاہیں گے وہ تجھ سے دغا کرنی سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے پہلے پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے (سورہ انفال ترجمہ حضرت شیخ الہند رح)

سورہ محمد اور سورہ انفال کی مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین سے جو اختلاف تقدیم اور تاخیر، منسوخ اور غیر منسوخ کے بارے میں منقول ہے اس سے صرف نظر کر کے جنگی قیدیوں کے احکامات، سیرت مبارکہ اور تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں آپ نے جنگی قیدیوں کو فدیہ لیکر بھی چھوڑا ہے اور بلا فدیہ کے بھی اور سرکش قسم کے سرغنوں کو قتل بھی کرایا ہے۔ جیسا کہ بنی قریظہ، بنی نضیر، بنی قینقاع، خیبر کے یہودیوں کے ساتھ معاملات پیش آئے ہیں۔ بعض جزوی واقعات کے علاوہ حضور نے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان ہی کا برتاؤ کیا ہے قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ	وہ اس کی محبت میں یتیموں
عَلَىٰ حُبِّهِ يَتِيمًا وَمِسْكِينًا	اور مسکینوں اور اسیروں کو کھانا
وَأَسِيرًا	کھلاتے ہیں

جنگ بدر میں جو قیدی ہو کر آئے تو آپ نے ان کی مشکیں ڈھیلی کرا دی

تھیں اور فرمایا تھا:-

استوصوا بالأسارى خيراً (الحدیث)	قیدیوں کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ بنی عقیل کا ایک آدمی قیدی ہو کر آیا تو اس نے کہا میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تب آپ نے ارشاد فرمایا: "اگر یہ بات پہلے کہتا تو فلاح پاتا" یعنی آزاد تھا غالباً اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا تھا:-

اذا اسلم الاسیر فی ایدی المسلمین نفتد أمن من القتل وهو رقيق له	جب قیدی مسلمانوں کے ہاتھوں میں آکر مسلمان ہو جائے تو وہ قتل سے مامون ہے لیکن وہ غلام ہے

جنگ حنین اور اوطاس، اور طائف اور فتح مکہ کے موقعہ پر آپ نے بالکل معاف کر دیا تھا۔ ایسے ہی غزوہ تبوک کے موقعہ پر ایک قبیلہ کے اسّی آدمیوں نے آپ کے خیمہ پر حملہ کر دیا تھا اور وہ پکڑے گئے لیکن آپ نے سب کو معاف کر دیا۔

اسلام میں اگر غلام بنانا بھی ہے تو غلام کو آزاد کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بے اندازہ ترغیب ہے خود حضور نے وصال کے بالکل قریب جو وصیت فرمائی اس میں ہے

الصلوة وما ملكت ايمانكم	نماز اور جن کے تم مالک ہو

یعنی نماز کا اہتمام کیا جائے اور لونڈی غلاموں کا خیال رکھا جائے۔

ك السیر الکبیر از امام محمد

مدنی دور اول کی دیگر سورتیں

سورۂ انفال

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (انفال)

آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں فرما دیجئے انفال اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں پس اللہ سے ڈرو اور آپس میں تعلقات ٹھیک رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

۲۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الخ

جان لو! جو کچھ تمہیں مال غنیمت ملا ہے وہ اللہ اسکے رسول کا ہے

یاد رکھنا چاہیئے کہ سب سے پہلا مال غنیمت سریہ عبداللہ بن جحش (رجب سنہ ۲ھ) میں ہاتھ آیا اور اس کے بعد دوسرا مال غنیمت غزوہ بدر کے موقعہ پر ہاتھ آیا دونوں مال غنیمت کو ملا کر تقسیم کیا گیا تھا اسی کے بارے میں یہ احکامات ہیں یہ ظاہر ہے کہ ان تاریخوں اور حالات کے پیش نظر سورۂ انفال کا نزول غزوۂ بدر کے بعد زیادہ قرین قیاس ہے۔

۱۔ اس سورت میں مال غنیمت کے علاوہ مسلمانوں کو طریقۂ جنگ بھی تعلیم کیا گیا ہے۔

۲۔ جہاد اور قتال کے لئے رغبت دلائی گئی ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ

مشرکین سے یہاں تک جنگ کرو کہ فتنہ باقی نہ رہے اور

كُلُّهٗ لِلّٰهِ (انفال) اللہ کا پورا دین (قائم ہوجائے

۳۔ مسلمانوں کو جنگ میں ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا ہے

۴۔ قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے یہ بھی مذکور ہے اور اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے نفل وہ مال غنیمت (جو مشرکین سے جنگ میں حاصل ہو) کو کہتے ہیں اور نفل اس مال کا بھی نام ہے جو سردار کی طرف سے اعلان ہو جائے چنانچہ غزوۂ بدر میں نفل کا بھی حضور ص سے اعلان مروی ہے حضرت ابن عباس رض نے روایت کیا ہے کہ حضور ص نے بدر کے موقعہ پر ارشاد فرمایا جو جس کو قتل کر دے اس کا سامان قاتل کو ملیگا [1]

یاد رکھنا چاہیئے مال غنیمت کا مسلمانوں کے لئے حلال ہونا یہ صرف اسی دین کی خصوصیت ہے حضور ص سے پہلے مال غنیمت حلال نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ سریہ عبداللہ بن جحش میں جو مال ہاتھ آیا اس کو حضور ص کی خدمت میں پیش کر دیا گیا تھا اور وہ سب سے پہلا مال غنیمت تھا۔ جب مال غنیمت کا حکم (سورۂ انفال) میں نازل ہوا تب آپ نے حکم خداوندِ عالم کے مطابق اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

سورۂ آل عمران

اس سورت کا نزول غزوۂ بدر کے بعد سے ہونا شروع ہوا تھا جیسا کہ شروع سورت میں بیان فرمایا ہے

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ	تمہارے لئے دو جماعتوں میں
فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ	نشانی ہے ایک جماعت اللہ
تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	کے لئے لڑ رہی تھی اور دوسری
وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ	کافر تھی دیکھتے تھے وہ اپنے سے
مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ	دو چند آنکھوں سے دیکھنا

[1] تفسیر سورۂ انفال مظہری ص۹ ج۴

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ غزوۂ بدر مراد ہے اور اسی سورت میں نصاریٰ (وفد نجران) کے بارے میں ذکر ہے جن کی آمد ۹ھ میں ہوئی تھی (واللہ اعلم) اسی سورت میں مختلف تعلیمات اور احکامات بیان فرمائے ہیں۔ مشرکین سے دوستی کرنے کی ممانعت صراحتہً موجود ہے

۱۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران)
مسلمان مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

سورۂ مائدہ میں اس مضمون کو اور شدت سے بیان فرمایا ہے:

۲۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ آمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰی (مائدہ)
آپ مومنین کے ساتھ عداوت میں شدید ترین یہودیوں کو اور مشرکین کو پائیں گے اور محبت میں ان سے قریب تر نصاریٰ کو پائیں گے

نظم قرآن میں فعل مضارع کو لام تاکید اور نون تاکید کے ساتھ لایا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا مسلمانوں کو اور مسلم حکومتوں کو اپنی پالیسی پر اس آیت کی روشنی میں غور کرنا چاہیئے اور گذشتہ پچاس سالہ لغزشوں پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔

۳۔ حج کی فرضیت، بیت اللہ کی قدامت۔ اس کا امن کی جگہ ہونا۔ جہاں تک حج اور بیت اللہ سے متعلق دیگر احکامات کا تعلق ہے وہ زمانہ قدیم سے ہیں مشرکین عرب ہمیشہ اس کا احترام بجالاتے رہے ہیں جیسا کہ متعدد جگہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

۴۔ سورۂ بقرہ کے بعد اس سورت میں سود کی حرمت غیر مبہم الفاظ میں

بیان کیگئی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے

۵۔ سورۂ بقرہ کے بعد اس سورت میں بھی حیات شہداء کو غیر مبہم الفاظ میں بیان فرمایا ہے

سورۂ نساء اس سورت میں بھی سورۂ بقرہ کی طرح بہت احکامات بیان فرمائے ہیں خاص طور سے احکام میراث کو یہ سورت جامع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ احکام میراث غزوۂ احد کے بعد نازل ہونا شروع ہوئے تھے۔

۲۔ اسی سورت میں صلوۃ خوف کا بھی ذکر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صلوۃ خوف کی جماعت کے ساتھ مشروعیت غزوۂ خندق کے بعد ہوئی ہے اور غالباً غزوۂ ذات الرقاع یا غزوۂ ذی قرد میں۔ اس طرح یہ سورت مختلف سنین اور اوقات میں نازل ہوئی ہے اس سورت میں جو خاص خاص احکامات بیان فرمائے ہیں ان کو سطور ذیل میں بیان کیا جاتا ہے

۱۔ یتیموں کو ان کا مال سپرد کر دیا جائے۔

۲۔ یتیموں کا مال کھانے کی حرمت اور یہ حرمت بھی زمانہ قدیم سے ہے جیسا کہ بعض مکی سورتوں سے ثابت ہے۔

۳۔ مسلمانوں کے لئے چار تک عورتوں سے نکاح کی اجازت

۴۔ لیکن ایک ہی عورت پر اکتفا کرنے کی تلقین اور رغبت۔

۵۔ عورتوں کے مہر کی ادائیگی۔

۶۔ بیوقوفوں کو ان کا مال ان کے نہ سپرد کرنے کی تلقین اور اسکی آخری حد۔

۷۔ وارثوں کے حصے

۸۔ زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کی شرط اور زنا کرنے والے کو حبس دوام۔ یہ حکم بعد میں کوڑوں کی اور رجم کی سزا میں تبدیل کر دیا گیا۔

۹۔ عورتوں کا زبردستی وارث ہونے اور انکو معلق ٹانگے رکھنے کی حرمت

۱۰۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے

۱۱۔ محرماتِ نکاح

۱۲۔ مہراور اس کے احکامات۔

۱۳۔ نان و نفقہ کے احکامات

۱۴۔ تجارت کے علاوہ دوسرے باطل طریقوں سے مال حاصل کرنے کی حرمت اور بیع کے لئے رضامندی کی قید۔

۱۵۔ بدکردار عورتوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرنا چاہیئے۔

۱۶۔ حکم بنانے کا طریقہ۔

۱۷۔ نماز کی حالت میں نشہ کی حرمت۔ حرمت خمر کے لئے دوسری منزل

۱۸۔ اجازت تیمم

۱۹۔ سلام کرنے کا طریقہ۔

۲۰۔ مشرکین کے قتل کرنے کا حکم۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا۔

۲۱۔ احکام قتل اور دیت۔

۲۲۔ کفارۂ قتل کا ذکر۔

۲۳۔ سفر میں قصر صلوٰۃ کا حکم اور صلوٰۃ خوف کی کیفیت۔

۲۴۔ حالتِ حضر میں وقت پر نماز پڑھنے کا حکم

۲۵۔ خلع کے بارے میں حکم۔

۲۶۔ ادائیگی شہادت کے بارے میں۔

یہ چند عنوانات اس جگہ تمثیلاً ذکر کئے گئے ورنہ یہ سورت پاک اسلامی شریعت اور اسلامی معاشرت کے بہت سے مسائل پر مشتمل ہے۔

مذکورہ احکامات کا جائزہ

اس سورت میں تیمم کا حکم صرف اسی امت کی خصوصیت ہے جیسا کہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

جُعلت لی الارض کلّھا مسجداً وطھوراً — میرے لئے پوری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

تیمم کا حکم غزوہ بنی مصطلق (۵ھ) سے واپسی کے موقعہ پر نازل ہوا آیت میں تیمم کے طریقے کو بیان کرنے کے ساتھ دلالتہً بیان فرمادیا ہے کہ وضو اور تیمم کے ناقض کون کون چیزیں ہیں۔

۲۔ چار عورتوں سے نکاح کی حد پہلی مرتبہ اس سورت میں بیان فرمائی ہیں ورنہ زمانہ جاہلیت میں اس کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ طلاق دینے کی کوئی حد نہ تھی

۳۔ اسی سورت میں سب سے پہلے قصر صلوٰۃ کا حکم اور صلوٰۃ خوف کو جماعت سے ادا کرنے کی ہیئت تعلیم فرمائی ہے اس سے قبل یہ حکم نہ تھا یہ دونوں حکم غزوہ خندق کے بعد نازل ہوئے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

۴۔ میراث کا وجود تو پہلے سے ملتا ہے لیکن اس کے لئے کوئی ضابطہ نہ تھا۔ عام طور پر پورے ترکہ کا مالک لڑکا ہوجاتا تھا عورتوں کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلا ضابطہ میراث اسلام میں ملتا ہے اور یہ حکم غزوہ احد کے بعد دیا گیا۔ میراث اور نکاح سے متعلق جتنے احکامات اس سورت میں مذکور ہیں دنیا پہلے ان احکامات سے بالکل جاہل تھی۔

سورۃ الحشر

اس سورت کا نام سورۂ بنی نضیر بھی ہے کیونکہ اس سورت میں غزوۂ بنی نضیر کا ذکر ہے اس کو ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ سورۂ انفال غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی اور سورۂ الحشر غزوہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی[1]

[1] بخاری و مسلم

بنی نضیر کے ساتھ یہ جنگ (جیسا کہ غزوات کی فہرست میں ہے) غزوۂ احد کے بعد اور واقعہ بیر معونہ کے بعد پیش آئی۔ صاحب روضۃ الاحباب نے بیان کیا ہے کہ مشرکین کے ساتھ ہر غزوہ کے بعد یہود کے ساتھ جہاد ہوا ہے چنانچہ غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ بنی قینقاع۔ غزوۂ احد کے بعد غزوۂ بنو نضیر، غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنی قریظہ ہوا ہے۔ اس طرح غزوہ بنی نضیر ۴ھ میں ہوا ہے اس سورت میں جنگی حالت کے بعض اقدامات کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

۱۔ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ	اپنے گھروں کو وہ خود اور مومنین برباد کرتے ہیں
۲۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ	تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے اور جن کو اپنی جڑ پر کھڑا رہنے دیا وہ اللہ ہی کے حکم سے تھا

یعنی حالت جنگ میں دشمنوں کی قوت کم کرنے اور ان کو نقصان پہونچانے کے لئے تخریبی کارروائی بقدر ضرورت جائز ہے یہ نہیں کہ جنگ کے نشہ میں اندھا ہو جائے علامہ ابن قیم نے اس بارے میں دونوں قسم کی روایات ذکر کی ہیں روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ اور ابو لیلیٰ مازنی یہ کھجوروں کے درختوں کو کاٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے یہودیوں کو اس کا کاٹنا ناگوار ہوگا اور بعض درختوں کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے تھے امید ہے کہ انشاء اللہ ہم اس کے مالک ہونگے۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسلمان جنگی مواقع پر آنکھ بند کر کے تخریبی کارروائی کرنے کے حق میں ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے خود حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر رضؓ جب فوجوں کو جنگی ہدایات دیا کرتے تھے

اس میں نصیحت فرماتے تھے کہ پھلدار درختوں کو نہ کاٹا جائے بہرحال یہ بات سپہ سالار کی رائے پر موقوف ہے کہ کس وقت کس اقدام کو مفید جانتا ہے چنانچہ اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔

لا تعقروا شجرًا الاشجر یمنعکم من القتال له	وہی پیڑ کاٹو جو جنگ میں حارج ہوتے ہیں۔

قوانینِ جنگ کی پوری تفصیل ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، تفسیر نیشاپوری۔

۳۔ اس سورت میں دوسرا قانون دولت کے بارے میں بیان کیا ہے آج کل لوگ اس کی وجہ سے بہت زیادہ کمیونزم نظام کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اسلام کونسی سرمایہ داری پسند کرتا ہے اور کونسی ناپسند سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

اسلام کا معاشی نظام

۱۔ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ)	زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہارے ہی لئے پیدا کیا گیا ہے
۲۔ اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ (الحدیث)	دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو

اسلام نے اموال و جائداد میں شخصی ملکیت اور مالکانہ تصرفات کا حق ایک محدود دائرہ میں تسلیم کیا ہے آمدنی اور دولت کے جس قدر ذرائع ہیں ان سب پر شخصی ملکیت کا قانون نافذ ہو جاتا ہے۔ اسی شخصی ملکیت پر

لہ مظہری ص۲۳۶ ج ۹

غرباء کے مفاد کے لئے اسلام نے عُشر، زکوٰۃ، خراج مقرر فرمائے ہیں اگر ملکیت کو کالعدم قرار دیدیا جاتا تو تقسیم اموال کی یہ قسمیں لغو ہو جاتی ہیں، اسی ملکیت پر حقِ جوار (شفعہ) چلتا ہے لیکن حقِ ملکیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام ذخیرہ اندوزی اور تجوریوں کی آبادکاری کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

أ ۔ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (الآیۃ)	تاکہ دولت تمہارے سرمایہ داروں کے قبضہ ہی میں محصور نہ ہو جائے
ب ۔ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ	تمہاری دولت میں غریبوں اور فقیروں کا بھی حق معلوم ہے۔

—— اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

توخذ من اغنیاءھم	ان کے مالداروں سے لیا جائے
ترد الیٰ فقراءھم	اور ان کے غریبوں پر بانٹ دیا جائے۔

ان تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام دولت کو صرف مالداروں کی تجوریوں میں بند رہنے کے حق میں نہیں ہے بلکہ وہ غریبوں کو ایک مقررہ مقدار میں حقدار مانتا ہے وہ مقررہ مقدار بھی ایسی ہے کہ جس کو سرمایہ دار بڑی آسانی سے قبول کرلیتا ہے اور غریبوں کا اس میں بھلا ہو جاتا ہے اور وہ دولت کا چالیسواں حصہ ہے۔ اس جگہ یہ شبہ ہوسکتا ہے اس قدر قلیل مقدار میں سرمایہ داری ختم نہیں ہوسکتی ہے اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ روپیہ کسی ہنر سے پھر سرمایہ داروں کے قبضہ میں آجائے لیکن دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیے! اسلام نے سرمایہ دار اور غنی ہونے کی بھی بہت تھوڑی مقدار مقرر کی ہے یعنی بقدر دوسو درہم۔ جو شخص اس قدر کا مالک ہے وہ دوسرے سرمایہ داروں

سے دولت مانگنے (زکوٰۃ) کا حقدار نہیں ہے بلکہ اس پر یہ اُفق اندوزی حرام ہے خیال فرمائیے سرمایہ کی یہ حد بندی کس قدر سرمایہ داری کو اور غربت کو ختم کر رہی ہے ؟ اسلام کے علاوہ کسی نے آج تک یہ نہیں بتلایا کہ کہ اس مقدار کا ... یک سرمایہ دار ہے اور اس سے کم ہو تو غریب ہے اسلام نے اس سے بھی آگے کا ایک تیسرا درجہ اور قائم کیا ہے جس کو غنی کہا جاتا ہے غنی کے لئے صرف مالک نصاب ہونا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ غنی وہ بھی ہے جو کچھ نہ رکھتا ہو اور سب سے بے نیاز ہو۔ اسلام کے پاس اس نظام کو مکمل طور پر نافذ کرنے کی ایک قوت ہے اور وہ ہے تعظیمِ شعائر اللہ۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے :۔

اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ	جو لوگ سونا اور چاندی سرمایہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے ۔
(توبہ)	

کیا یہ تجربہ اور مشاہدہ نہیں ہے کہ ملک میں مسلمان اولاً تو مالدار کم ہیں اور جو ہیں بھی ان میں سے بھی ۵ فیصد سے کم زکوٰۃ نکالتے ہیں یہ اسی کا طفیل ہے کہ کئی کروڑ روپیہ سالانہ مسلمان اپنی تعلیم پر صرف کرتے ہیں لیکن اگر اسکو وسعت دیدی جائے تو غریبی نام کو بھی نہیں رہ سکتی اسلام کی تاریخ میں اس نظام کو قبول کرنے کی بدولت ایسا وقت گذرا ہے کہ زکوٰۃ لینے والا مشکل ہی سے دستیاب ہوتا تھا۔ جمہور علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن پاک نے اس سرمایہ کی شدید مذمت کی ہے کہ جس میں سے زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کو نہ نکالا جائے ۔"

جائداد غیر منقولہ کے بارے میں بھی مالکانہ تصرفات کے لحاظ سے

ائمہ اسلام کے حسب ذیل اقوال ہیں:۔

۱۔ امام حسن، طاؤس، اصم کے نزدیک صحرائی جائداد میں کسی ایک شخص کو صرف اتنی جائیداد پر کاشت کرنے کا حق حاصل ہے جتنی زمین پر وہ بذات خود کاشت کر سکے۔ اسے فاضل آراضی کو بدون معاوضہ کے دوسروں کو دیدینا ضروری ہے۔ (طحاوی حصہ ۲۔ حواشی موطا امام محمد)

سورۃ الطلاق سورۂ بقرہ کے احکامات طلاق اور عدت اور نان و نفقہ کو اگر دیکھا جائے تو یہ سورۃ (طلاق) ان احکامات کی تفسیر اور تکملہ ہے۔ زمانہ نزول کے بارے ... میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کب نازل ہوئی۔ البتہ مضامین کے اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ غالباً سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہوگی۔

سورۂ تغابن مفسرین کرام نے اس سورت کے بارے میں اپنے تردد کا اظہار کیا ہے اور کہدیا ہے:

ھی مدنیۃ وقیل مکیۃ[1] یہ مدنی ہے اور کہا گیا ہے کہ مکی ہے

اگر یہ سورت مدنی ہے (جیسا کہ سورۂ الرعد، المطففین، العنکبوت) کے بارے میں منقول ہے تو مدینہ منورہ کے بالکل ابتدائی ایام میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سورۂ حدید یہ سورۃ بالاتفاق مدنی ہے[2] لیکن زمانہ نزول صحیح طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا ہے ہم نے جو فہرست میں سن نزول تحریر کیا ہے ان کا بھی امکان ہے اور ان کے خلاف کا بھی امکان ہے

سورۂ الصف یہ سورت بھی بالاتفاق مفسرین مدنی ہے (ابن کثیر) لیکن اس کا زمانہ بھی متعین کرنا دشوار ہے اس کی ایک آیت سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں کے

---

[1] ابن کثیر ص ۳۷۱ ج ۴ [2] ابن کثیر ص ۳۰۲ ج ۴

درمیان لڑائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ	اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست
یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ	رکھتا ہے جو اسکی راہ میں صف
صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ	بنا کر لڑتے ہیں گویا سیسہ
مَّرْصُوْصٌ	پلائی دیوار ہیں

سورۂ احزاب اس سورت میں جن واقعات کو بیان کیا گیا ہے (غزوۂ خندق حضرت زینب رضؓ کے عقد کا واقعہ حضرت عائشہ رضؓ پر تہمت کا واقعہ واقعہ ظہار وغیرہ) ان سے ثابت ہے کہ اس سورت کا نزول ان واقعات کے بعد ہوا اور یہ واقعات ۵ھ میں ہوئے اس سورت میں بہت سے اہم مسائل کو بیان فرمایا ہے

۱۔ متبنیٰ بیٹے کے حکم میں نہیں ہے۔ ۲۔ ازواج النبیؐ امہات المومنین ہیں

۳۔ ظہار کا مسئلہ ۴۔ خیار

۵۔ طلاق قبل وطی ۶۔ عدت کا جوڑا

۷۔ محرمات نکاح ۸۔ پردے کے احکامات

۹۔ درود شریف کا وجوب

ان کے علاوہ اور بہت سے احکامات ہیں متبنیٰ کے احکام اسلام میں بالکل جدید تھے ورنہ زمانہ جاہلیت سے لیکر تا نزول آیت اہل عرب (اور اہل ہند) منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے درجہ میں قرار دیتے تھے اسلام نے اس کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔

اسی طرح پردے کے احکامات اسلام میں بالکل جدید ہیں آیات حجاب کے نزول سے پیشتر عورتوں کے لئے عام اجازت تھی اس لئے جن احادیث میں عورتوں کا مسجد میں آنا یا عیدگاہ میں جانا ثابت ہے قرین قیاس یہ ہے کہ وہ احادیث نزول حجاب کے حکم سے پہلی ہیں۔

چاند گرہن کی نماز اسی سال ۵ھ میں پہلی مرتبہ چاند گرہن ہوا بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے چاند گرہن کی نماز جماعت سے پڑھائی۔ حنفیہ کے نزدیک سورج گرہن کی نماز (صلوٰۃ کسوف) تو جماعت سے ثابت ہے لیکن چاند گرہن کی نماز (صلوٰۃ خسوف) جماعت سے ثابت نہیں ہے، اہل سیر نے صلوٰۃ خسوف (چاند گرہن کی نماز) کو بھی جماعت سے ثابت کیا ہے، امام احمد، شافعی، اسحٰق ابو ثور اور اہل حدیث اس کی جماعت کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ حضرات حنفیہ میں سے علامہ زین الدین عراقی نے تحریر فرمایا ہے۔

> حضورؐ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے خسوف قمر کی نماز جماعت سے ادا کی ہے [1]

اس اختلاف کے باوجود حنفیہ اس کے جواز کے منکر نہیں ہیں البتہ اس کی سنیت کا انکار کرتے ہیں [2]

---

[1] فتح الملہم ص۶۵ ج ۲ [2] ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مدنی سورتوں کا آخری دور

سنہ ۶ھ تا سنہ ۱۰ھ

تاریخی حالات اور پس منظر

مدنی سورتوں کا دور آخر

سنہ ۶ھ تا سنہ ۱۰ھ

نمبر شمار	سورت	سن نزول	خلاصہ اور مرکزی موضوع
۱	الممتحنہ	سنہ ۶ھ	حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے جنگی راز ظاہر کرنے پر تنبیہ مکہ میں مسلمان عورتوں اور ان کے ازواج کافروں میں مکمل تفریق کا حکم مسلمان عورتوں کو اسلامی ہدایات
۲	النور	سنہ ۵ یا سنہ ۶ھ	احکام زنا واقعہ افک پردے کے احکامات لونڈی اور غلاموں کے احکامات مومنین کے صفات، منافقین کی ریشہ دوانیاں اور ان کے صفات
۳	المنافقون	سنہ ۵ یا سنہ ۶ھ	منافقین کے عزائم پر آگاہی اور انکی بداطواریاں انکے ساتھ کیا سلوک کیا جائے
۴	المجادلہ	سنہ ۶ھ	احکامات ظہار کافروں کی ریشہ دوانیوں پر تنبیہ مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی اطاعت کی تعلیم اور دنیا اور آخرت کی زندگیوں کے بارے میں بیان
۵	الحجرات	سنہ ۹ھ	مسلمانوں کو معاشرتی آداب خصوصاً رسول کے بارے میں تعلیم۔ اگر مسلمانوں میں آپس میں کچھ ناگواری ہو جائے تو کیا طرز عمل اختیار کیا جائے آپسی امتیازات ختم کرنے کی تلقین برائیوں سے بچنے کی تعلیم اور فاسقوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے
۶	التحریم	سنہ ۷ یا سنہ ۸ھ	حرام اور حلال کی حد بندی خدا کی طرف سے ہے ازواج نبیؐ

نمبر شمار	سورت	سن نزول	مختصر حالات
			کے بارے میں رسول کا مقام عظیم۔ مومنین کو تقویٰ والی زندگی اختیار کرنے کی ترغیب کفار اور منافقین کے ساتھ شدت اختیار کرنے کی ہدایت۔ حضرت لوط حضرت نوح اور فرعون کی ازواج کے بارے میں بیان
۷	الجمعہ	سنہ ۷ھ	اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، یہودیوں کے حالات، نماز جمعہ کے بارے میں ہدایات۔
۸	الفتح	سنہ ۷ھ	صلح حدیبیہ پر فتح مبین کی خبر (نصرت الٰہی کے وعدے۔ عہد پر قائم رہنے کی تلقین۔ مومنین کا انجام خوش اور کافروں کا انجام بد
۹	المائدہ	سنہ ۳ تا سنہ ۷ھ	اسلامی شریعت کے بیشتر مسائل بنی اسرائیل، اور کافروں کے حالات
۱۰	التوبہ	سنہ ۹ھ	غزوہ تبوک کے حالات منافقین اور بعض مومنین کے حالات اسلامی شریعت کے متعدد مسائل
۱۱	النصر	سنہ ۱۰ھ	مکمل کامیابی کے مناظر۔ وصال مبارک کی طرف اشارہ

مدنی احکامات کی مختصر فہرست

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۱	روپوشی کا حکم	سنہ ۱ھ غار ثور میں روپوش ہونا
۲	مہمان کیلئے استقبال	سنہ ۱ھ
۳	کافروں کی قبروں کو اکھاڑ دینا	" "
۴	نماز جمعہ	" "
۵	عقد مواخاۃ	" "
۶	ابتداء اذان	" "
۷	نماز میں زیادتی کا حکم	" "
۸	صلوٰۃ جنازہ	" "
۹	سب سے پہلا مشورہ	" "
۱۰	تحویل قبلہ	رجب سنہ ۲ھ
۱۱	فرضیت رمضان	سنہ ۲ھ بدر کے موقعہ پر
۱۲	عید الفطر	سنہ ۲ھ
۱۳	اعتکاف کا حکم	" "
۱۴	جھنڈے کی ترتیب	" "
۱۵	حکم قتال اور شہر حرام میں قتال	" "

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۱۶	پہلا خمس	سنہ ۲ھ
۱۷	بقرہ عید کی نماز	" "
۱۸	فدیہ کا وصول کرنا	" "
۱۹	قسم کا کفارہ	سنہ ۳ھ غزوہ احد کے بعد
۲۰	غسل شہداء و نماز شہید	" "
۲۱	خون کا حکم	" "
۲۲	دفن میت میں صاحب قرآن کو مقدم کیا	" "
۲۳	انتقال میت	" "
۲۴	نوحہ سے ممانعت	سنہ ۳ھ شہادت حضرت حمزہؓ پر
۲۵	زیارت قبور کا حکم	سنہ ۳ھ غزوہ احد کے بعد
۲۶	سنت قتل	سنہ ۳ھ غزوہ رجیع
۲۷	قنوت نازلہ	سنہ ۴ھ
۲۸	مال فے میں اختلاف	سنہ ۴ھ غزوہ بنو نضیر
۲۹	مخرجین کی ملکیت پر قبضہ	سنہ ۴ھ اخراج یہود بنی نضیر کے بعد

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۳۰	رجم یہودیہ از تکاب زنا کے بعد	سنہ ۴ھ
۳۱	غیر مذہبی کتب کا مطالعہ	سنہ ۴ھ حضرت زید بن حارثہ کو
۳۲	حرمت خمر	سنہ ۴ھ یا سنہ ۶ھ یا سنہ ۸ھ
۳۳	قتل جاسوس	سنہ ۵ھ
۳۴	قرابتدار کا نفقہ	سنہ ۵ھ
۳۵	حد قذف	" "
۳۶	تیمم کا حکم	" "
۳۷	مرگی کا علاج	" "
۳۸	قضا نماز کا حکم	" "
۳۹	مال غنیمت کی تقسیم کا حکم	" "
۴۰	نماز خسوف	" "
۴۱	قبر پر نماز جنازہ	" "
۴۲	فرضیت حج ایک قول کی بنا پر	سنہ ۶ھ
۴۳	صلوۃ خوف	سنہ ۵ھ غزوہ خندق کے بعد
۴۴	سامان کا ادھار خریدنا	سنہ ۵ھ
۴۵	بیٹھکر نماز پڑھنے کا حکم	" "

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۴۶	عورت امن دیسکتی ہے	سنہ ۵ھ
۴۷	ماکول اللحم کا پیشاب پاک ہے یا نہیں اور مثلہ کا حکم اور باغیوں کا قتل	" "
۴۸	صلوۃ استسقاء	سنہ ۶ھ
۴۹	احصار کا حکم	" "
۵۰	دم احصار کا وجوب اور	" "
۵۱	اسکے متعلق دیگر احکامات	
۵۲	عورتوں کے استبراء رحم کا حکم	" "
۵۳	کافروں کی طلاق کا حکم	" "
۵۴	مہر کا حکم	" "
۵۵	مہر فاطمی سے زیادہ مہر	" حضرت ام حبیبہ رض
۵۶	ظہار کا حکم	" "
۵۷	گھوڑدوڑ کا جواز	" "
۵۸	زرسری کا حکم یعنی عورتوں کا تیمارداری کرنا	سنہ ۷ھ
۵۹	گانے کا حکم یعنی عدم جواز	" "
۶۰	حرمت حمار اور متعہ	" "

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۶۱	جوتوں سے تادیب تعزیر کا حکم	سنہ ۷ھ
۶۲	مسلمان پر لعنت حرام ہے	〃 〃
۶۳	رہن کا حکم	〃 〃
۶۴	مال غلول کا حکم	〃 〃
۶۵	باندیوں سے وطی	〃 〃
۶۶	زہر سے موت میں قصاص	〃 〃
۶۷	پچھنے لگوانے کا حکم	〃 〃
۶۸	آزادی مہر بن سکتا ہے	〃 〃
۶۹	خراج کا حکم	〃 〃
۷۰	جھوٹ بولنے کی رخصت	〃 〃
۷۱	فدیہ دیکر آزاد کرانا	〃 〃
۷۲	عمرۃ القضا	〃 〃
۷۳	بیت اللہ میں اذان	〃 〃
۷۴	محرم سے نکاح	〃 〃
۷۵	حق حضانت کا واقعہ	〃 〃
۷۶	بزرگوں کا طواف حرام ہے	〃 〃
۷۷	قتل مرتد کا حکم	〃 〃
۷۸	حاضری کے آداب	〃 〃
۷۹	کافر کے سلام کا جواب نہ دیا جائے	〃 〃
۸۰	طعام تعزیت کا جواز	سنہ ۸ھ

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۸۱	تیمم غسل کیلئے	سنہ ۸ھ
۸۲	کافروں سے دوستی کی حرمت	〃 〃
۸۳	خطائً مومن کا قتل	〃 〃
۸۴	رمضان میں سفر کی رخصت	〃 〃
۸۵	صلوۃ چاشت	〃 〃
۸۶	اشارہ سے حجر اسود کو بوسہ دینا جائز ہے	سنہ ۸ھ
۸۷	تصاویر کی حرمت اور انکو مٹا دینا	〃 〃
۸۸	بیت اللہ میں نماز	〃 〃
۸۹	بیت اللہ کی چھت پر اذان	〃 〃
۹۰	جنگی سامان کا قرضہ	〃 〃
۹۱	نماز قصر کا حکم اور احکامات قصر	〃 〃
۹۲	چور کا ہاتھ کاٹنا	〃 〃
۹۳	بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر کا حکم	〃 〃

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۹۴	عزل کا حکم	سنہ ۹ھ
۹۵	مولف قلوب کا حکم	〃 〃
۹۶	منبر اور اس پر سلام کرنا	〃 〃
۹۷	مصارف زکوٰۃ	〃 〃
۹۸	نماز کسوف	〃 〃
۹۹	ایلاء کا حکم	〃 〃
۱۰۰	زنا سے رجم کا حکم	〃 〃
۱۰۱	زانیہ کی نماز جنازہ جائز ہے	〃 〃
۱۰۲	اونٹ کی آنتوں کے پانی کا حکم	〃 〃
۱۰۳	معذب جگہ کا حکم	〃 〃
۱۰۴	کیا رسول پر اپنی شہادت ضروری ہے	سنہ ۹ھ
۱۰۵	جنات کے سلام کا جواب	〃 〃
۱۰۶	کھانے کے آداب کی تعلیم	〃 〃
۱۰۷	صدقہ کا حکم	〃 〃
۱۰۸	جہاد کیلئے نفیر عام ضروری نہیں ہے	〃 〃

نمبر شمار	احکامات	تاریخ
۱۰۹	بارش کیلئے صرف دعا کافی ہے	سنہ ۹ھ
۱۱۰	سوال کی مذمت	〃 〃
۱۱۱	مدت ضیافت	〃 〃
۱۱۲	لقطہ کا حکم	〃 〃
۱۱۳	نماز غائب کا حکم	〃 〃
۱۱۴	حج کے احکامات	〃 〃
۱۱۵	مسئلہ لعان	سنہ ۹ھ
۱۱۶	ریشم اور سونے کی حرمت	سنہ ۱۰ھ
۱۱۷	ہدی کے جانوروں کا حکم	〃 〃
۱۱۸	سورج گرہن کا حکم	〃 〃
۱۱۹	قبر پر پانی چھڑکنا	〃 صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر

تاریخی حالات او رپس منظر

غزوۂ خندق کے بعد

غزوۂ خندق کے بعد کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ غزوہ احد سے لیکر غزوۂ خندق کے حالات کا جائزہ لیا جائے اس کے بعد معلوم ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان کس صبر آزما پریشان کن دور سے گذرے آج کی دنیا کا ماہر ترین فوجی جرنل ان حالات کی تاب نہیں لا سکتا تھا غزوۂ احد میں چند مسلمانوں کی لغزش کی وجہ سے مسلمانوں کو غزوۂ خندق جیسا سنگین وقت دیکھنا پڑا جسمیں حضور ؐ اور مسلمانوں کی دو وقت کی نمازیں قضا ہو گئیں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات نکالنے پڑے

ملاء اللہ بیوتہم وقبورھم	اللہ تعالیٰ کافروں کے گھر دل
ناراً کما شغلونا عن	اور قبروں کو آگ سے بھر دے انہوں
صلوۃ الوسطیٰ وصلوۃ	نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز سے
العصر حتی غابت الشمس[1]	باز رکھا حتی کہ سورج غروب ہو گیا

حالات کی نزاکت کا اس سے اندازہ کیا جائے کہ حضور ؐ نے لشکر غطفان اور فزارہ سے اس شرط پر صلح کا ارادہ کر لیا تھا کہ ان کو مدینہ منورہ کی ½ پیداوار دیدی جائے تاکہ وہ واپس ہو جائیں اس طرح لشکر قریش تنہا رہ جائے لیکن انہوں نے نصف پیداوار کی شرط کی آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ بنی قریظہ کی غداری ملاحظہ ہو کہ انہوں نے بنو فزارہ اور غطفان کو اسی شرط پر دعوت دی تھی یہ سب اس وجہ سے تھا کہ احد کی شکست

---

[1] روضۃ الاحباب

کے بعد سے ..... مشرکین مکہ اور مشرکین عرب اور یہودیوں کے حوصلے مسلمانوں کی شکست سے بہت بلند ہو گئے تھے چنانچہ انہوں نے متعدد بار مدینہ منورہ پر چھاپہ مارنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے مثلاً :-

۱۔ محرم ۴ھ کی چاندرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ ابی سلمہ بن اسد ارسال فرمایا کیونکہ بنو اسد کے لوگ مدینہ منورہ پر چھاپہ مارنے کی تیاری کر رہے تھے

۲۔ اسی تاریخ کو سریہ عبداللہ بن انیس روانہ فرمایا۔ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ ابوسفیان بن خالد ہزلی قبائل عرب کو جمع کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے

۳۔ محرم ۴ھ کو سریہ المنذر بن عمرو روانہ فرمایا اس میں دھوکہ سے ستر قراء صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے

۴۔ غزوۂ بنو نضیر ۴ھ، اور غزوۂ بدر موعود ۴ھ غزوہ دومۃ الجندل ۵ھ یہ سب غزوات غزوۂ احد کی شکست کے نتیجے میں ہوئے غزوۂ دومۃ الجندل بھی اسی وجہ سے ہوا کہ یہ لوگ مدینہ پر چھاپہ مارنا چاہتے تھے۔ غزوۂ حمراء الاسد بھی ابوسفیان کے تعاقب میں ہوا۔

یہ تو مشرکین عرب کی حالت تھی اب یہودیوں کی حالت بھی مطالعہ فرمائیں غزوۂ بنی قینقاع میں ان کو جو شکست ہوئی تھی غزوۂ احد کی شکست نے وہ اثرات ختم کر دیئے تھے انہوں نے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ نے مل کر اہل مکہ اور دیگر قبائل عرب کو دعوت دی (جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے) کہ مدینہ پر حملہ کر دیا جائے چنانچہ تقریباً تمام مشہور قبائل عرب نے مل کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی اگر یہودی اور مشرکین اپنے عزائم میں کامیاب ہو جاتے تو پھر دنیا میں اسلام نام کی کوئی چیز باقی نہ رہتی لیکن

اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا کرم فرمایا کہ مسلمانوں نے عربوں کی توقع کے خلاف طریقہ جنگ اختیار کیا اور مدینہ منورہ کے گرد خندق کھود کر خود محصور اور محفوظ ہو کر بیٹھ گئے اسی کے ساتھ مسلمانوں نے دشمنوں میں پھوٹ ڈالنے کے طریقے بھی اختیار کیے اور اسی کے ساتھ چند چھوٹی چھوٹی جھڑپوں میں مشرکین کے چند بہادر مارے گئے جس سے ان پر رعب طاری ہو گیا مزید انعام خداوندی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کا ایک طوفان بھیج دیا جس سے مشرکین کی طاقت ریزہ ریزہ ہو گئی اور ان کو بلا کسی خطرناک جنگ کے واپس ہونا پڑا کافروں اور یہودیوں کی یہ اتنی بڑی شکست تھی کہ جس سے ان کی بالکل کمر ٹوٹ گئی اور وہ لب دم ہو گئے اور پھر کبھی اس قابل نہ ہو سکے کہ کسی وقت دوبدو جنگ کو دعوت دیں یعنی فتح خندق نے مسلمانوں کے لئے عرب کے بیشتر علاقہ کو پرامن بنا دیا بالفاظ دیگر بلا لڑے (مکہ معظمہ اور نواحِ مکہ معظمہ) عرب کے بہت بڑے رقبہ پر مسلمان قابض ہو گئے اسطرح مسلمانوں کو اپنا دعوتی نظم پورے عرب میں چلانے کا موقعہ مل گیا چنانچہ غزوہ خندق کے فوراً بعد حضور کی خدمت میں وفود آنے شروع ہو گئے اور آپ نے بھی سفارتیں روانہ کرنی شروع کر دی تھیں چنانچہ اسلام میں سب سے پہلا وفد بلال بن الحارث المزنی کا ہے اور اس کے بعد دوسرا وفد ضمام بن ثعلبہ کا ہے۔

غزوہ بنو قریظہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی غزوہ خندق سے فارغ ہو کر گھر پہونچے ویسے ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا پیغام بنی قریظہ سے جنگ کے بارے میں سنا دیا آپ نے فوراً ہی مسلمانوں میں اعلان کرا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش پر امیر مقرر فرما کر روانہ کر دیا اور اس کے بعد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ایک بڑا لشکر لے کر روانہ ہو گئے یہ دیکھ کر یہود بنی قریظہ گھبرا گئے اور تھوڑے سے محاصرہ کے بعد صلح کا پیغام بھیجدیا ان لوگوں کا خیال تھا کہ جس طرح بنی قینقاع اور بنی نضیر کو آبادیاں چھوڑنے کا حکم دیا ہے ایسا ہی حکم ہم کو مل جائے گا اسلئے انہوں نے کہلا بھیجا کہ حضرت سعد رض ہمارے لئے جو فیصلہ کرینگے وہ ہمیں منظور ہے

حضرت سعد رض قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے اور قبیلہ اوس زمانہ جاہلیت میں بنی قریظہ کا حلیف تھا اس پرانے تعلق کی بنا پر یہودیوں کو بہت توقعات تھیں دوسری طرف حضرت سعد رض کے قبیلہ والے ان کو مجبور کر رہے تھے کہ یہود بنی قریظہ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے لیکن حضرت سعد رض یہود بنی قریظہ کی غداریوں سے بہت قریب سے واقف تھے وہ ان کے جنگی عزائم کو بہت اچھی طرح جانتے تھے مدینہ منورہ کو تباہ کرنے کیلئے یہود بنی قریظہ کے پاس ۱۵۰۰ تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے، ۵۰۰ ڈھالیں تھیں اسی کے ساتھ انہوں نے مکہ معظمہ تک جنگی جال پھیلا رکھا تھا اس لئے حضرت سعد رض نے ان کے بارے میں جو فیصلہ دیا وہ بالکل درست تھا۔

مدینہ منورہ کے نقشہ کے اوپر نظر ڈال کر دیکھا جائے مدینہ منورہ کی مشرقی جانب سے یہودیوں کی آبادی ختم ہو جانے کے بعد پورے عرب کا علاقہ رکاوٹوں سے پاک ہو گیا پورے عرب میں دعوتی خطوط ارسال کرنے اور پورے عرب کے وفود آپ کی خدمت میں آنے کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی مشرکین مکہ کی طاقت سمٹ کر صرف مکہ معظمہ میں محصور ہو کر رہ گئی صرف انتہائے جنوب اور انتہائے شمال میں دو طاقتیں تھیں شمال میں خیبر، تیما، تبوک اور آل غسان کی حکومت اور جنوب میں طائف اور مینا کے علاقہ میں بنو ثقیف اور بنو ہوازن کے قبائل جنکو فتح مکہ کے بعد شکست دی گئی۔

وفود عرب حضورؐ کی خدمت میں

۱۔ وفد مزینہ قبیلہ مضر کا یہ سب سے پہلا وفد ہے جو حضورؐ کی خدمت میں رجب ۵ھ میں حاضر ہوا اس میں چار سو آدمی تھے آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ "تم لوگ جہاں ہو وہیں مہاجر ہو" (غالباً بعد مسافت کی وجہ سے) ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ان میں خزاعی ابن عبد نہم بھی تھے اور ان میں ہلال بن الحارث رضؓ نعمان بن مقرن رضؓ ابو اسماء اسامہ عبید اللہ بن بردہ، عبداللہ بن درّہ، بشر بن محتفر بھی تھے۔ خزاعی وہی ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر قبیلہ مزینہ کا جھنڈا جنکے ہاتھ میں تھا۔

۲۔ وفد اسد یہ وفد ابتدائے ۹ھ میں حاضر ہوا اس میں دس آدمی تھے مثلاً حضرمی بن عامر، ضرار بن الازور، والبصہ بن معبد، قتادہ بن القائف، سلمہ بن حبیش، طلیحہ بن خویلد۔ ان لوگوں نے عرض کیا حضورؐ حالانکہ آپ کا کوئی لشکر نہیں گیا مگر ہم لوگ دشوار گذار راستہ طے کر کے آئے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا — آپ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان دھرتے ہیں۔

۳۔ وفد تمیم اس وفد میں اسی نوے آدمی تھے ان میں خاص خاص حضرات یہ ہیں عطارد ابن حاجب، زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم، اقرع بن حابس۔ جب یہ لوگ مسجد میں پہنچے تو حضرت بلالؓ ظہر کی اذان دے رہے تھے۔ ان لوگوں نے زور زور سے

پکارنا شروع کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس آئیے۔ ان ہی کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ	جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں انمیں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔

ان ہی لوگوں نے آکر اپنی فن خطابت اور شعر گوئی کے جوہر دکھائی تھے لیکن اسلامی خطیب اور شاعر کے مقابلہ میں ان کو اعتراف کرنا پڑا تھا

۴۔ وفد علس | اس وفد میں نو آدمی تھے یہ لوگ مہاجرین اولین میں سے تھے۔ ان میں سے خاص حضرات یہ ہیں:۔

میسرہ بن مسروق، حارث ابن المزبیح البشر بن الحارث، فروہ بن الحصین بن فضالہ۔ یہ لوگ اسلام لائے حضور نے ان کے لئے دعا ربرکت کی آپ نے ان ہی میں سے ایک آدمی عشر وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کر دیا۔ اور بنی علس کے وفد کو ایک سریہ بنا کر مشرکین عرب کے ایک قافلہ کے تعاقب میں روانہ کیا آپ نے ان سے فرمایا جہاں کہیں رہو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو آپ نے ان لوگوں سے خالد بن سنان کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے عرض کیا اب ان کا کوئی پسماندہ نہیں ہے

۵۔ وفد فزارہ | ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد بنی فزارہ کے انیس آدمی دُبلے اونٹوں پر بیٹھ کر آئے

ان میں خارجہ بن حصن، حر بن قیس بن حصن بھی تھے یہ لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے آپ نے ان سے ان کے وطن کے بارے میں دریافت کیا عرض کیا حضور قحط سالی کی وجہ سے بہت پریشانی ہے آپ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کی اس کے بعد بہت شدید بارش ہوئی۔

۶۔ وفد مرہ | یہ وفد ۹ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی پر حاضر خدمت

ہوا اس وفد میں ۱۳ آدمی تھے اور اس کے امیر حارث بن عوف تھے یہ لوگ بھی قحط کی حالت میں آئے تھے آپ کی دعا کی برکت سے وہاں خوب بارش ہوئی

۷۔ وفد ثعلبہ ۸ھ میں جب حضور جعرانہ سے واپس ہوئے تو یہ وفد حاضر خدمت ہوا اس میں چار آدمی تھے یہ حضرات بھی حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔

۸۔ وفد محارب یہ وفد حجۃ الوداع ۱۰ھ میں حاضر خدمت ہوا اس میں دس آدمی تھے اس میں خزیمہ بن سولہ بھی تھے آپ نے ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تو وہ منور ہو گئی۔

۹۔ وفد سعد بن بکر یہ وفد رجب ۵ھ میں حاضر خدمت ہوا (جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے) اس وفد میں ضمام بن ثعلبہ تھے جو بہت زلفوں والے تھے یہ لوگ جب مسلمان ہو کر اپنی قوم میں پہونچے تو بتوں کو اکھاڑ پھینکا۔

۱۰۔ وفد کلاب اس وفد میں تیرہ آدمی تھے یہ وفد بھی ۹ھ میں حاضر ہوا یہ لوگ کعب بن مالک کے ہمراہ حاضر ہوئے تھے ان لوگوں نے حاضر ہو کر اسلامی سلام کیا اور عرض کیا کہ ضحاک بن سفیان ہمارے یہاں کتاب اللہ اور آپ کی وہ سنت لیکر پہونچے ہیں جس کا انہیں آپ نے حکم دیا تھا انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی ہم نے اسکو قبول کر لیا انہوں نے ہمارے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے فقراء پر تقسیم کر دی

۱۱۔ وفد رواس بن کلاب اس وفد کے ایک صاحب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے تھے پھر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی ان لوگوں نے کہا ہم

اس وقت مسلمان ہونگے جب بنی عقیل بن کعب سے بدلہ لے لینگے بہر حال بدلہ کے ارادہ سے ان پر حملہ کر دیا اور محرس بن عبد اللہ کو قتل کر دیا جب عمرو بن مالک حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی طرف سے منھ پھیر لیا تھا پھر معاف کر دیا تھا۔

۱۲۔ وفد عقیل بن کعب یہ بنی عقیل وہی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے حضور نے ان کو مقام عقیق بن عقیل عطا فرمایا تھا اور یہ تحریر لکھدی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ سند ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ربیع و مطرف و انس کو عطا فرمائی مقام عقیق ان لوگوں کے لئے اسوقت تک ہے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں"

یہ فرمان مطرف کے قبضہ میں تھا۔

۱۳۔ وفد جعدہ بنی عقیل کے ایک صاحب الرقاد بن ربیعہ بن جعدہ بطور وفد کے حاضر ہوئے آپ نے ان کو مقام فلج عطا فرمایا۔

۱۴۔ وفد قشیر بن کعب یہ وفد مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوا آپ نے ایک قطعہ زمین ان کو بھی مرحمت فرمائی یہ واقعہ حجۃ الوداع سے پہلے اور غزوہ حنین کے بعد کا ہے۔

۱۵۔ وفد بنی البکّا یہ وفد ۹ھ میں حاضر ہوا اس میں تین آدمی تھے اسی وفد میں معاویہ بن ثور بن عبادہ بن البکّا بھی تھے ان کی عمر سو سال کی تھی انہوں نے عرض کیا میں آپ کو چھو کر برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں آپ نے ان کے چہرہ پر ہاتھ پھیر دیا۔ آپ نے ان کو ایک فرمان تحریر فرمایا۔

جو اسلام لائے نماز قائم کرے زکوۃ ادا کرے، اللہ اور رسول کی طاعت کرے اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی کی مدد کرے اپنے اسلام کی گواہی دے اور مشرکین کو چھوڑ دے وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان میں ہے۔

۱۶- وفد کنانہ حضرت واثلہ بن اسقع لیثی حضور کی خدمت میں بطور وفد حاضر ہوئے آپ اس وقت جنگ تبوک کی تیاری میں تھے صبح کی نماز میں حضور کے ساتھ شریک ہوئے جب اپنے قبیلہ میں واپس ہوئے تو ان کے والد بہت ناراض ہوئے لیکن بہن نے اسلام قبول کرلیا اور ان کے لئے سامان سفر درست کیا تو یہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اسوقت حضور تبوک تشریف لے جا چکے تھے۔ یہ کعب بن عجرہ کے اونٹ پر سوار ہوکر حضور کے پاس تبوک پہونچے حضور نے ان کو خالد بن ولید کے ہمراہ اکیدر کی جانب بھیج دیا اس میں بہت مال غنیمت ہاتھ آیا۔

۱۷- وفد اشجع غزوۂ خندق کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ اشجع کے دو سو آدمی آئے انہوں نے عرض کیا حضور ہمارا قبیلہ بہت قلیل ہے اور بہت کمزور ہے ہم آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں آپ نے ان سے صلح کرلی۔

۱۸- وفد باہلہ فتح مکہ کے بعد مطرف الباہلی اپنی قوم کے قاصد بن کر آئے اور مسلمان ہوگئے اور اپنی قوم کے لئے پروانہ امن حاصل کیا آپ نے ان کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں احکام صدقات تھے ان کے بعد نہشل بن مالک آئے انکو بھی آپ نے فرمان لکھکر دیدیا اور اس میں شرائع اسلام تھے اس تحریر کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

۱۹- وفد سلیم

بنی سلیم کے ایک صاحب جن کا نام قیس تھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کا کلام سنا اور آپ سے باتیں کیں اور مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی فتح کے موقعہ پر مقام قدید پر بنو سلیم کے سات سو آدمیوں نے آپ سے آکر ملاقات کی اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ ایک ہزار تھے آپ نے ان کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا اور سرخ جھنڈا مرحمت فرمایا یہ لوگ فتح مکہ حنین اور طائف میں بھی شریک رہے حضورؐ نے ان کے بارے میں فرمایا بنی سلیم سب سے بہتر ہدایت یافتہ اور خیبر عرب کا سب سے بہتر گاؤں ہے

وفد ہلال بن عامر

بنی ہلال کی ایک جماعت حضورؐ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئی اس میں حضرت میمونہ (ام المومنین رضؓ) کے بھانجے زیاد بن عبداللہ بن مالک بھی تھے یہ جوان العمر تھے سیدھے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضؓ کے پاس پہونچے جب حضورؐ نے انکو دیکھا تو ناراض ہوئے حضرت میمونہ رضؓ نے عرض کیا حضور یہ میرے بھانجے ہیں حضور نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر پھیرا۔

۲۱- وفد عامر بن صعصعہ

عامر بن طفیل بن مالک حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں اور تم پر وہی ہوگا جو مسلمانوں کے لئے ہے پھر عرض کیا آپ اپنے بعد خلافت میرے سپرد فرمائیے! آپ نے فرمایا خلافت نہ تمہارے لئے ہوگی اور نہ تمہاری قوم کے لئے۔! پھر کہا اچھا تو یہ کر لیجئے کہ دیہات مجھے دید یجئے اور شہر اپنے قبضہ میں رکھیے آپ نے فرمایا نہیں تمہارے لئے صرف گھوڑوں کی باگیں ہیں کیونکہ تم لوگ شہ سوار ہو اور یہ واپس ہوگیا آپ نے دعا کی الٰہی ان سے میری کفایت

فرمایا اور بنی عامر کو ہدایت دے اور عامر بن طفیل سے اسلام کو بے نیاز کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا عامر بن طفیل کے طاعون نکلا جس میں وہ ہلاک ہو گیا

عون بن جحیفہ نے روایت کیا ہے کہ بنی عامر کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا آپ نے ان کے بارے میں فرمایا :۔

اَنْتُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکُمْ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں ،

۲۲۔ وفد ثقیف

روایت ہے کہ عروہ بن مسعود رضؓ غیلان بن اسلمہ، طائف کے محاصرہ میں نہ تھے بلکہ یہ دونوں مقام "جرش" میں سنگ اندازی، قلعے کی نقب زنی، گوپھن وغیرہ کی جنگی مشق کر رہے تھے جب حضورؐ طائف سے واپس ہوئے تو حضورؐ سے جنگ کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے توفیق کی ارزانی فرمائی۔ چنانچہ حضرت عروہ مقابلہ سے باز رہے اور مسلمان ہو گئے اور حضورؐ سے اجازت چاہی کہ میں اپنی قوم سے جنگ کرنا چاہتا ہوں آپ نے منع فرمایا لیکن جب اصرار کیا تو اجازت دیدی۔ یہ عشاء کے وقت اپنے گھر پہونچے ان کی قوم آئی اور مشرکانہ سلام کیا۔ حضرت عروہؓ نے ان پر اسلام پیش کیا انہوں نے مشورہ کے لئے مہلت طلب کی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عروہ رضؓ نے اپنے بالاخانہ پر اذان دی آواز سنکر ہر طرف سے لوگوں نے چڑھائی کر دی اور ایک تیر ایسا مارا جو حضرت عروہ رضؓ کی رگ ہفت اندام میں لگا جس سے خون نہ تھما۔ یہ دیکھ کر غیلان بن سلمہ، کنانہ بن عبد یالیل، حکم بن عمرو بن وہب نے ہتھیار پہنے اور انتقام کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت عروہ نے کہا میں نے اپنا خون معاف کیا اس کے بدلہ میں تمہارے درمیان صلح کرا دونگا اور وصیت کی

مجھے وہاں دفن کرنا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہداء مدفون ہیں جب حضور صلعم کو ان کی وفات کا علم ہوا تو فرمایا ان کی مثال صاحب یاسین کی سی ہے ان کی وفات کے بعد ابو الملیح بن عروہ، قارب بن اسود حاضر خدمت اقدس ہوئے اور مسلمان ہو گئے

ان کے بعد ابن ربیعہ ستر آدمی لیکر حاضر خدمت ہوئے اور مسلمان ہو گئے مغیرہ بن شعبہ نے روایت کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے ساتھ مقام "ذی حرص" میں تھا تو یہاں مجھ سے عثمان بن ابی العاص نے ملاقات کی میں نے وفد کے مسلمان ہونے کی خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب عشاء کی نماز کے بعد اہل وفد کے پاس آتے ایک دن ان لوگوں نے صلح کر لی ان لوگوں کو قرآن سکھایا گیا اور ان پر عثمان بن ابی العاص کو عامل مقرر فرمایا۔

وفود قبیلہ ربیعہ

۲۳۔ وفد عبد القیس روایت ہے کہ جب آپ نے اہل بحرین کو نامہ مبارک تحریر فرمایا تو وہاں سے بیس آدمی حاضر خدمت ہوئے ان کی آمد فتح مکہ والے سال ہوئی جب یہ وفد آیا تو آپ نے ان کو مرحبا کہا اور فرمایا عبد القیس اہل مشرق میں سب سے اچھی قوم ہیں ان میں عبد اللہ بن الاشج بھی تھے یہ بہت بدشکل تھے آپ نے فرمایا

آدمی کی کھال مشک کی نہیں ہوتی آدمی کے پاس سب سے اچھی
چیز دو ہیں زبان اور دل

اور فرمایا اے عبد اللہ تم میں دو خصلت ہیں جنکو اللہ پسند فرماتا ہے حلم اور وقار۔ یہ وفد دس روز تک مقیم رہا۔

۲۴۔ وفد بکر بن وائل بکر بن وائل کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلعم سے دریافت

کیا، کیا آپ قیس بن ساعدہ کو پہچانتے ہیں آپ نے فرمایا وہ حنیف ہیں یعنی دین ابراہیم کے پیرو ہیں اور فرمایا وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ قبیلہ ایاد کے آدمی ہیں۔ ان لوگوں نے کھجوروں کا توشہ دان حضور ص کی خدمت میں پیش کیا۔

۲۵- وفد تغلب روایت ہے کہ بنو تغلب کے سولہ مسلمانوں کا اور نصاریٰ کا ایک وفد حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوا یہ سونے کی صلیبیں پہنے ہوئے تھے حضور ص نے نصاریٰ سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ لوگ اپنی اولاد کو نصرانیت پر نہ رکھیں گے ان میں سے مسلمانوں کو آپ نے انعامات دئیے۔

۲۶- وفد حنیفہ بنو حنیفہ کے انیس آدمیوں کا ایک وفد حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوا اسی وفد میں مسیلمہ تھا۔ اہل وفد اسلام کی شہادت دیتے ہوئے مسجد میں حاضر ہوئے لیکن مسیلمہ نہ آیا جب حضور ص سے ان لوگوں نے رخصت چاہی تو آپ نے ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی دی۔ ان لوگوں نے عرض کیا حضور ہم میں ایک آدمی اور ہے جو پڑاؤ پر ہے اس کا حصہ بھی مرحمت فرما دیجئے! آپ نے پانچ اوقیہ مسیلمہ کے لئے بھی دئے اور فرمایا وہ تم میں سب سے بڑے درجہ کا آدمی نہیں ہے۔ آپ نے ایک مشکیزہ پانی دیا اور فرمایا تم جب اپنے وطن پہونچو تو گرجا گرا دینا اور اس کی جگہ مسجد تعمیر کرنا ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

۲۷- وفد شیبان یہ وفد جس وقت حاضر خدمت ہوا تو حضور اس وقت پیوند کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اس وفد کو حضور ص نے بہت نصائح فرمائے۔

وفود اہل یمن

۲۸۔ وفد طے قبیلہ طائف کے پندرہ آدمیوں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے سردار زید خیر تھے جب یہ مدینہ میں داخل ہوئے تو اپنی سواریوں کو مسجد کے سامنے والے میدان میں چھوڑ دیا آپ نے ان لوگوں پر اسلام پیش کیا یہ سب مسلمان ہو گئے ان لوگوں نے شکار کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

جس کو تم قتل کرو اس کو خود اپنی آنکھوں سے مرتے دیکھ لو تو اس کو کھاؤ اور جو تمہاری نظر سے اوجھل ہو جائے تو اسکو نہ کھاؤ

یہ لوگ عرب میں سب سے زیادہ تیر انداز تھے۔

۲۹۔ وفد تجیب یہ وفد سنہ ۹ھ میں حاضر خدمت ہوا آپ نے ان کو مرحبا فرمایا اور اچھی جگہ ٹھہرایا۔ آپ نے اہل وفد کو معمول سے زیادہ انعام دیا۔ لوگوں نے عرض کیا ہم میں ایک لڑکا اور رہ گیا ہے جو سامان کے پاس ہے آپ نے اس کو بھی طلب فرمایا اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو لڑکے نے کہا آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے اور میرے قلب کو غنی کر دے آپ نے اس کے لئے دعا کی۔ جب حج کے موقعہ پر سولہ آدمی حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے اس لڑکے کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتلایا وہ ہم سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔

۳۰۔ وفد خولان اس وفد میں دس آدمی تھے شعبان سنہ ۱۰ھ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے آپ نے ان کے بت ام انس کے بارے میں دریافت کیا۔ عرض کیا وہ بیکار رہے اور اب جا کر اس کو گرا دیں گے

۳۱۔ وفد جعفی اس وفد میں دو آدمی تھے جو دل کھانے کو حرام جانتے

تھے آپ نے ولی بھنوا کر ان کو کھلایا اور فرمایا تمہارا اسلام اسوقت تک کامل نہ ہوگا جب تک اسکو نہ کھاؤ گے۔

۳۲- وفد صداء ۸ھ میں جب حضورؐ جعرانہ سے واپس ہوئے تو ان میں کا ایک آدمی بطور وفد آیا اور بولا میں اپنے قبیلہ کی طرف سے آیا ہوں آپ نے اپنے لشکر کو واپس بلالیا۔ پھر پندرہ آدمیوں کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا اور اسلام قبول کرلیا اور پھر قبیلہ میں جاکر اشاعت دین کی۔ حج کے موقعہ پر سو آدمیوں کا ایک وفد اس قبیلہ میں سے پھر حاضر خدمت ہوا تھا۔

۳۳- وفد مراد یہ لوگ شاہ کندا سے اعراض کر کے حاضر خدمت ہوئے اور مسلمان ہوگئے آپ نے ان کے ہمراہ خالد بن سعید بن العاص کو بطور عامل روانہ فرمایا

۳۴- وفد زبید حضرت عمر بن معدیکرب قبیلہ زبید کے دس آدمیوں کو لیکر حاضر خدمت ہوئے اور مسلمان ہوگئے قبیلہ زبید بھی ان قبائل میں سے ہے کہ جس نے مسیلمہ کذاب کی رسالت قبول کرلی تھی۔

۳۵- قبیلہ کندہ اشعث بن قیس قبیلہ کندہ کے انیس ۱۹ شتر سواروں کو لیکر حاضر خدمت اقدس ہوئے، ان کے بال بڑھے ہوئے، ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے دریافت کیا کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہو؟ بولے بیشک ہیں! تو حضورؐ نے فرمایا اس لباس کو اتار دو انہوں نے وہ لباس تبدیل کردیا۔

۳۶- وفد صدف اس وفد میں انیس ۱۹ آدمی تھے جو تہبند باندھے چادر اوڑھے، اونٹوں پر سوار حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم مسلمان ہو؟ بولے جی ہاں! آپ نے فرمایا تو پھر سلام کیوں نہیں کیا۔ وہ کھڑے ہوئے اور

کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ نے فرمایا وعلیکم السلام بیٹھ جاؤ! ان لوگوں نے حضورﷺ سے اوقاتِ صلوٰۃ دریافت کئے تھے۔

۳۷- وفد خشنین | حضرت ابو ثعلبہ خشنی اس وقت حاضر خدمت ہوئے جب آپ خیبر کی تیاری کر رہے تھے یہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ ان کے بعد سات آدمی پھر حاضر خدمت ہوئے

۳۸- وفد سعد بن ہذیم | ابو نعمان کے والد فرماتے ہیں میں چند آدمیوں کے ہمراہ حضورﷺ کی خدمت میں وفد کی حیثیت سے حاضر ہوئے اسوقت آپ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔

۳۹- وفد بلی | یہ وفد ربیع الاول ۹ھ میں حاضر خدمت ہوا اس وفد کے سردار ابو الضباب تھے۔ یہ وفد تین دن مدینہ منورہ میں رہا۔

۴۰- وفد اہراء | یہ وفد یمن سے آیا تھا اس میں ۱۳ آدمی تھے چند روز رہ کر واپس ہو گئے۔

۴۱- وفد عذرہ | یہ وفد صفر ۹ھ میں حاضر ہوا اس میں بارہ آدمی تھے یہ لوگ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زمانہ جاہلیت کا سلام کیا اور بولے ہم قصی کے اخیافی بھائی ہیں۔ ہمیں لوگوں نے بنو خزاعہ اور بنو بکر کو مکہ سے ہٹایا تھا حضورﷺ نے فرمایا مرحبا! آپ نے فرمایا تم نے اسلامی سلام کیوں نہیں کیا بولے ہم اپنی قوم کی فکر میں آئے ہیں یہ لوگ سب مسلمان ہو گئے اور اسو دین سیکھ کر واپس ہوئے۔

۴۲- وفد سلامان | حبیب بن عمرو السلامانی رضؓ کہتے ہیں کہ ہم حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سات آدمی تھے آپ مسجد سے نکل کر ایک جنازہ کے لئے جا رہے تھے جس کے لئے آپ کو بلایا گیا تھا آپ نے اپنے غلام ثوبان سے فرمایا ان کو وفد کی جگہ اتار دو

ظہر کی نماز کے بعد آپ اپنے مکان اور منبر کے درمیان بیٹھ گئے اور ہمیں نماز اور شرائع اسلام تعلیم فرمائے۔

۴۳- وفد جہینہ اس میں عبد العزیٰ تھے آپ نے ان کا نام عبد اللہ رکھ دیا آپ نے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ بولے ہم بنی غیان سے ہیں (غیان کے معنی سرکشی کے ہیں) آپ نے فرمایا تم بنی رشدان ہو۔ فتح مکہ کے دن ان کا جھنڈا عبد اللہ بن بدر کے سپرد کیا گیا تھا۔

۴۴- وفد کلب جب یہ وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا میں نبی امی صادق اور پاکیزہ ہوں خرابی اس شخص کی ہو جو میری تکذیب کرے اور اس شخص کی بھلائی ہے جو میری مدد کرے اور مجھ پر ایمان لائے۔ یہ سب لوگ آپ پر ایمان لائے آپ نے ایک فرمان ان کو لکھ کر دیا۔ آپ نے تحریر فرمایا یہ تحریر ان کے لئے ہے جو دومۃ الجندل اور اس کے نواح میں ہیں آپ نے تحریر فرمایا۔

بارش سے سیراب ہونے والے صحرائی کھجوروں کے درخت ہمارے ہیں شہر کی کھجوروں کے درخت تمہارے ہیں جس زمین پر چشمہ جاری ہو اس پر محصول نصف عشر ہے نماز وقت پر ادا کرنی چاہیئے زکوٰۃ اس کے حق کے موافق ادا کرنی ہوگی تم سے گھاس نہیں روکی جائے گی اور سامان خانہ داری کا بھی عشر نہیں لیا جائیگا

۴۵- وفد جرم اس وفد میں دو آدمی تھے یہ دونوں مسلمان ہو گئے ان کو ابھی حضورؐ نے ایک فرمان تحریر کر کے دیا تھا ان لوگوں نے کہا ہمیں نماز کون پڑھائے آپ نے فرمایا جسکو قرآن سب سے زیادہ یاد ہو یہ لوگ جب اپنی قوم میں آئے تو کوئی آدمی ایسا نہ تھا صرف ایک لڑکا ایسا تھا، عمرو بن سلمہ بن قیس جرمی کہتے ہیں کہ اسوقت میرے بدن پر صرف ایک چادر تھی ان لوگوں نے مجھے امام بنایا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی

راوی کہتا ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔ ہم ایک ایسے چشمہ پر رہتے تھے جہاں کو عام راستہ تھا میں نے لوگوں سے پوچھا اسلام کیا ہے؟ میں نے یہ کیا جو سنتا تھا وہ یاد کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے بہت قرآن یاد کر لیا تھا اس وقت میری عمر چھ سال کی تھی۔

۴۶۔ وفد ازد اس وفد میں انیس۱۹ آدمی تھے یہ وفد دس دن تک رہا اور شرائع اسلام سیکھ کر واپس ہوا۔

۴۷۔ وفد غسان یہ وفد رمضان ۱۰ھ میں حاضر ہوا اس میں تیرہ آدمی تھے یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے لیکن واپس ہو کر اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا ان کی ملاقات جنگ یرموک کے موقعہ پر حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے ہوئی اس وقت اپنے اسلام کی خبر دی۔

۴۸۔ وفد حارث بن کعب یہ وفد جب حاضر ہوا تو آپ نے دریافت کیا یہ لوگ کون ہیں؟ کیا یہ ہندوستانی ہیں۔ عرض کیا یہ بنی الحارث بن کعب ہیں ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ان کے چار ماہ بعد حضورؐ کا وصال ہو گیا تھا۔

۴۹۔ وفد ہمدان یہ لوگ مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوئے تھے آپ نے فرمایا ہمدان کیا اچھا قبیلہ ہے کہ مدد پر سبقت کرنے والا، مصیبت پر صبر کرنے والا ان ہی میں سے رؤسا اور ابدال ہوں گے۔

۵۰۔ وفد سعد ہذیم یہ لوگ بھی مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تھے اس خاندان کے بعض حضرات جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک تھے۔

۵۱۔ وفد بلی اس قبیلہ کا ایک آدمی بطور وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ اس وقت شام کا کھانا تناول

فرار ہے تھے آپ نے انہیں کھانے کے لئے بلایا تو یہ بیٹھ گئے چند روز رہ کر جب وا پس ہوئے تو راستہ میں شدید بخار آیا اور ایک گاؤں کے قریب ان کی وفات ہوگئی۔

۵۲ - وفد بنی دار روایت ہے کہ بنی داریین کا وفد حضور کی خدمت میں تبوک سے واپسی پر حاضر ہوا اس میں دس آدمی تھے۔ یہ لوگ اسلام لائے حضور کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لئے ایک مشک شراب، چند گھوڑے، ایک ریشمیں قبا لائے آپ نے گھوڑے اور قبا کو قبول کر لیا اور مشک کو قبول نہیں کیا یہ قبا آپ نے عباس بن عبدالمطلب کو دیدی تھی اور فرمایا اس کا سونا نکال کر اپنی عورتوں کے لئے اس کا زیور بنوا دو یا فروخت کر کے خرچ میں لاؤ اور ریشم کو بھی فروخت کر کے اسکی قیمت لے لو حضرت عباس رضہ نے اسکو آٹھ ہزار درہم میں فروخت کیا تھا یہ وفد حضور کی وفات تک مقیم رہا

۵۳ - وفد رہا ویین یہ وفد سنہ ھ میں حاضر ہوا اس میں پندرہ آدمی تھے یہ قبیلہ مذحج سے تھے ان لوگوں نے چند ہدایا پیش کئے جن میں ایک گھوڑا مرواح بھی تھا یہ لوگ اسلام لائے اور قرآن پاک سیکھ کر واپس ہوئے یہ بھی حضور کی وفات تک مقیم رہے اور حضور ہی کے ساتھ انہوں نے حج کیا تھا۔

۵۴ - وفد غامد یہ وفد رمضان کے مہینہ میں آیا اس میں دس آدمی تھے جو بقیع میں آکر اترے ان کو بھی حضور نے ایک فرمان لکھ کر دیا تھا۔

۵۵ - وفد نخع اس وفد میں دو آدمی تھے آپ نے ان دونوں پر اسلام پیش کیا یہ دونوں مسلمان ہوگئے حضور نے ان کے لئے اور ان کی قوم کے لئے دعا برکت کی اور حضرت ارطاۃ کو ان کا امیر مقرر فرمایا

فتح مکہ کے موقعہ پر جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا اسکو یہ جنگ قادسیہ میں بھی لائے تھے اور قادسیہ ہی میں شہید ہو گئے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضور م کے پاس سب سے آخر میں وفد نخع آیا اور اس میں دو سو آدمی تھے اور یہ محرم ۱۱ھ میں حاضر ہوئے تھے ان لوگوں نے یمن میں حضرت معاذ بن جبل رض سے بیعت کی تھی

۵۶- وفد بجیلہ جریر بن عبداللہ البجلی ۱۰ھ میں مدینہ منورہ آئے اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ڈیڑھ سو آدمی تھے آپ نے ان کی آمد سے پہلے ہی فرما دیا تھا:-

اس طرف سے تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جس کی پیشانی پر سلطنت کا نشان ہوگا۔

حضرت جریر رض اپنی سواری پر نظر آئے حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور بیعت ہوئے آپ نے فرمایا گواہی دو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، مسلمانوں کی خیر خواہی کرو اور والی کی اطاعت کرو اگرچہ وہ حبشی غلام ہو حضور م نے ان کو ذوالخلصہ بت کے توڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور جھنڈا مرحمت فرمایا تھا

۵۷- وفد خثعم روایت ہے کہ ذوالخلصہ کے انہدام کے بعد قبیلہ خثعم کے چند لوگ حضور م کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

۵۸- وفد اشعر اشعریوں کا ایک وفد حضور م کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ پچاس آدمی تھے اسی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رض اور ان کے بھائی بھی تھے یہ لوگ کشتی میں بیٹھ کر بحر کا راستہ سے آئے تھے اسوقت حضور غزوہ خیبر پر تشریف لے جا چکے تھے۔

۵۹- وفد حضرموت اہل علم نے کہا ہے کہ وفد حضرموت وفد کندہ کے ساتھ آیا تھا یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے یہ بھی روایت ہے کہ وائل بن الحجر حضرمی بطور وفد کے حاضر ہوئے تھے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا واپسی پر حضور صلعم نے ان کو ایک فرمان لکھا :-

یہ فرمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وائل بن حجر شاہ حضرموت کے لئے ہے جو زمین اور قلعے تمہارے قبضہ میں ہیں وہ تمہارے ہی لئے ہیں۔ تم سے عشر لیا جائیگا۔ عدل اور انصاف سے کام کرو۔

۶۰- وفد ازدعمان جب اہل عمان اسلام لائے تو حضور صلعم نے علاء حضرمی کو ان کے پاس بھیجا کہ ان کو شرائع اسلام سکھلائیں اور زکوٰۃ وصول کریں ان لوگوں کا ایک وفد حضور صلعم کی خدمت میں آیا تھا آپ نے ان پر انتظام کے لئے مخربہ العبدی کو حاکم مقرر فرمایا اہل عمان کے بعد وفد ازد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

۶۱- وفد غافق اس وفد میں چند لوگ تھے جو مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تھے آپ نے فرمایا تمہارے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں۔

۶۲- وفد بارق یہ وفد حضور صلعم کی خدمت میں آیا آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور بیعت کیا اور فرمان لکھ کر دیا۔ اس میں تھا" بارق سے دریافت کئے بغیر پھل نہ کاٹے جائیں اور نہ ان کے جانور چرائے جائیں جو لوگ ان کی چراگاہ سے گزریں تمہارے اوپر تین دن کی مہمانداری ہے مسافر کو گرے پڑے پھل اٹھانے کا حق ہوگا وہ اپنے ہمراہ لاد کر نہیں لیجا ویگا۔

۶۳- وفد دوس جب حضرت طفیل بن عمرو دوسی اسلام لائے تو اپنی

قوم کے ستر آدمی لیکر حاضر خدمت ہوئے ان ہی میں حضرت ابوہریرہؓ تھے حضور اس وقت خیبر میں تھے یہ حضور ﷺ کی خدمت میں وہیں حاضر ہوئے مال غنیمت میں سے انکو بھی حصہ دیا گیا

۶۴۔ وفد ثمالہ و حدّان | یہ وفد فتح مکہ کے بعد حاضر خدمت ہوا تھا انکو اموال کی زکوٰۃ کے بارے میں ایک فرمان لکھکر دیا تھا

۶۵۔ وفد اسلم | جب یہ وفد حاضر خدمت ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسلم کو سالم اور غفار کی مغفرت فرمائے ان کے لئے بھی آپ نے ایک فرمان تحریر کر کے دیا تھا جس میں مویشی کے فرائض اور زکوٰۃ کا ذکر تھا۔

۶۶۔ وفد جذام | اس وفد میں ایک آدمی تھا فتح خیبر سے پہلے صلح کے لئے حاضر ہوئے اور ایک غلام بطور ہدیہ پیش کیا حضور ﷺ نے ان کو بھی ایک فرمان لکھ کر دیا۔ بعد میں یہ قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا

۶۷۔ وفد مہرہ | اس وفد کو بھی حضور ﷺ نے ایک فرمان لکھ کر دیا تھا

۶۸۔ وفد حمیر | یہ وفد رمضان ۹ھ میں حاضر ہوا تھا ان کو بھی حضور ﷺ نے ایک فرمان لکھ کر دیا تھا

۶۹۔ وفد نجران | آپ کی خدمت میں ۱۴ شرفائے نصاریٰ حاضر خدمت ہوئے یہ لوگ مسجد کے مشرقی جانب ٹھہرے ان میں تین آدمی معاملات کے منتظم اور سردار تھے جب یہ حضور ﷺ کے پاس پہونچے تو آپ نے ان کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ صبح کو راہبوں کے لباس میں آئے تو آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ آخر میں ان لوگوں نے چند شرائط کے ساتھ صلح کر لی تھی۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں یہ لوگ سود خوری میں مبتلا ہو گئے تو ان کو نکال دیا گیا تھا۔

۷۰۔ وفد حبیشان اس میں چند آدمی تھے انہوں نے یمن کی شراب کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس کا قلیل بھی حرام ہے اور کثیر بھی حرام ہے۔

۷۱۔ درندوں کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں قیام فرما تھے تو ایک بھیڑیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آواز کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا یہ درندوں کا قاصد ہے اگر تم لوگ اس کا حصہ مقرر کر دو تو یہ کسی چیز پر نہ بڑھے گا اور اگر تم چھوڑ دو تو جو کچھ لیگا وہ اس کا رزق ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اس میں سے کسی چیز سے راضی نہیں آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھاگ گیا۔

نوٹ:۔ وفود کا یہ پورا بیان ہم نے علامہ واقدی کی طبقات کبیر سے مختصراً اخذ کیا ہے۔ علامہ واقدی نے ان ہی وفود کا تذکرہ کیا ہے۔

وفود کے بارے میں گذشتہ سطور میں ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اس تحریر کی تائید ہوتی ہے۔ غور کیا جائے یہود کے قبائل عرب کیلئے کتنی بڑی دیوار بنے ہوئے تھے اس دیوار کے ہٹتے ہی قبائل عرب دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے لگے اس روشنی میں غور کیا جائے کہ یہود کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا تھا وہ برتاؤ انکی غداریوں کے مقابلہ میں بہت کم تھا۔

وفود کے بیان میں یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ جس قدر وفود آپکے پاس آئے انکا اعزاز و اکرام کیا گیا اور دستور کے مطابق انعام دیکر رخصت کیا فرامین میں جو کچھ تحریر فرمایا گیا انکی حیثیت حاکمانہ فرامین کی سی نہیں ہے بلکہ وہ معلمانہ اور داعیانہ پند و نصائح ہیں۔

ان فرامین اور نصائح میں خاص طور سے قیام صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں بقائے اسلام اور قیام ملت مصطفوی کیلئے بے انتہا ضروری ہیں اسی ضرورت کو حضرت ابوبکر صدیق نے محسوس کیا تھا جب ہی تو انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا تھا

سفارتیں اور دعوت نامے

ذوالحجہ سنہ ۶ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ نے سلاطین کے پاس دعوت نامے اور سفارت بھیجنے کا انتظام کیا آپ سے عرض کیا گیا سلاطین ان خطوط کو نہیں پڑھتے جن پر مہر نہ ہو اسی روز آپ نے چاندی کی مہر بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" تین سطروں میں کندہ تھا۔ ان قاصدوں میں سے چھ قاصد ایک ہی دن روانہ فرمائے اور یہ محرم سنہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا کہ جو قاصد جس علاقہ میں پہونچا وہ وہاں داخل ہوتے ہی اس علاقے کی زبان بولنے بھی لگا اور سمجھنے بھی لگا۔

نام بادشاہ	قاصد	خلاصہ
۱۔ شاہ نجاشی	حضرت عمرو بن امیہ ضمری	شاہ نجاشی کے پاس دو مرتبہ انکو بھیجا گیا یا دو مکتوب دیکر بھیجا گیا۔ ایک مرتبہ میں اسکو اسلام کی دعوت دی گئی جسکو اس نے قبول کر لیا تھا دوسری مرتبہ حضرت ام حبیبہ کے ساتھ عقد کے لئے تحریر فرمایا تھا نجاشی نے ایسا ہی کیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر ادا کر دئے تھے اور ہاتھی کے دانت کے ایک ڈبہ میں ان دونوں مکتوب کو رکھ دیا گیا تھا نجاشی نے کہا تھا اہل حبشہ خیر پر رہینگے جب تک یہ مکتوب ان کے درمیان رہینگے۔

نام بادشاہ	قاصد	خلاصہ
۲۔ شاہ قیصر	دحیہؓ بن خلیفہ کلبی	دعوت اسلام کے لئے حضور ص نے ہرقل کو دعوت نامہ لکھا تھا۔ ابوسفیان بن حرب کے ساتھ معاملہ اسی زمانہ میں پیش آیا جس کو بخاری نے روایت کیا ہے یہ بادشاہ مسلمان نہیں ہوسکا۔
۳۔ شاہ کسریٰ	عبداللہ بن حذافہ رضؓ	اسکو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے مکتوب گرامی کو پھاڑ دیا تھا حضور ص نے اس کے لئے بددعا کی اللہ تعالےٰ اسکے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ایسا ہی ہوا
۴۔ مقوقس	حاطب بن ابی بلتعہؓ	شاہ مقوقس قبطیوں کا بادشاہ تھا آپ کے مکتوب کا بہت اکرام کیا بہت سے ہدایا ارسال خدمت اقدس کئے ان میں حضرت ماریہ قبطیہؓ بھی ہیں لیکن اسلام قبول نہیں کیا
۵۔ حارث بن ابی شمر غسانی	شجاع بن وہب اسدی	یہ قبیلہ غسان کا حکمراں اور شاہ قیصر کا ماتحت تھا مدینہ منورہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تھا لیکن قیصر نے روک دیا تھا حارث بن ابی شمر کا انتقال فتح مکہ کے سال ہوا۔
۶۔ فروہ بن عمر جذامی	" "	قیصر کے ماتحت تھا حضور ص نے ان کو کچھ تحریر نہیں فرمایا تھا فروہ خود ہی ایمان لائے تھے۔ آپ کی خدمت میں ہدیہ اور ایک قاصد مسعود بن سعد رضؓ کو بھیجا۔
۷۔ ہوذہ بن علی	سلیط بن عمرو عامری	ہوذہ نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا لیکن جو مکتوب آپ کو تحریر فرمایا وہ حضور ص کے مرتبہ سے کم تھا فتح مکہ کے موقعہ پر اس کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔
۸۔ جیفر وعبد	عمرو بن العاص ذوقعدہ ۸ھ	یہ دونوں جلندی کے بیٹے تھے قبیلہ ازد سے تھے

نام بادشاہ	قاصد	خلاصہ
	-	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ؐ کا مکتوب ان کو دیا۔ دونوں بھائیوں نے غور و فکر کے بعد اسلام قبول کر لیا میں عرصہ تک یہاں رہا مالدار لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے غریبوں پر تقسیم کرتا تھا میں نے یہیں حضور ؐ کی وفات کی خبر سنی۔
۹۔ منذر بن ساوی العبدی	علاء بن حضرمی / حضرت ابوہریرہ	یہ بحرین کا بادشاہ تھا حضور ؐ نے انکو دعوت اسلام دی اور ایک فرمان لکھا تھا یہ مسلمان ہو گئے اس علاقہ کے یہودیوں اور مجوسیوں کے بارے میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر وہ اسلام قبول کریں تو بہتر ورنہ ان سے جزیہ وصول کیا جائے۔
۱۰		حضور ؐ نے ایک جماعت کو ایک قبیلہ کے پاس بھیجا تھا اور تحریر فرمایا تھا خدا کے بندوں کے ساتھ نیکی کرو اللہ تعالےٰ نے حاکم کو رعیت کا نگہبان بنایا ہے جو اُن کی خیر خواہی نہ کرے جنت اس پر حرام ہے۔
۱۱۔ اہل یمن		آپ نے اہل یمن کے نام ایک فرمان ارسال فرمایا تھا جس میں فرائض اسلام اور زکوٰۃ کے احکامات تحریر فرمائے تھے۔
۱۲۔ حارث بن عبد کلال	مالک بن مرارہ	صدقہ اور زکوٰۃ اور جزیہ کے احکامات ان کو تحریر فرما کر ارسال فرمائے تھے۔
۱۳۔ بنی معافر		یہی احکامات انکو بھیجے تھے۔
۱۴۔ قبیلہ حمیر	خالد بن سعید بن العاص	دعوت اسلام
۱۵۔ جبلہ بن ایہم		دعوت اسلام۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن حضرت عمر رض

نام بادشاہ	قاصد	خلاصہ
		کے زمانۂ خلافت میں مرتد ہوگیا تھا۔
١٦- ذی الکلاع	جریر بن عبداللہ البجلی	دعوت اسلام - اسلام قبول کرلیا تھا
١٧- ربیعہ بن ذی مرحب		دعوت اسلام ۔ اور پھلوں کی پیداوار کے احکامات۔
١٨- قبیلہ لخم		دعوت اسلام - نماز اور زکوٰۃ کے بارے میں تاکید
١٩- نمائندہ بن ضمام		آپ نے انکو تحریر فرمایا وہ اپنی زمینوں کے بدستور مالک رہیں گے نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں۔
٢٠- اہل یمن	عمرو بن حزم	شرائع وفرائض اور حدود اسلام تحریر فرمائے تھے
٢١- نعیم بن اوس	اس کے کاتب حضرت علی رضؓ تھے	یہ تمیم داری کے بھائی ہیں ان کو لکھا تھا کہ ملک شام میں موضع حبری اور عینون کی تمام زمین اور ان کی پیداوار تمہاری ہے اس بارے میں تم سے کوئی جھگڑا نہ کرے۔
٢٢- حصن بن اوس	ـ	ان کو موضع فرعتین اور ذات اعشاش کے لئے ایک وثیقہ تحریر فرمایا تھا۔
٢٣- بنی قمرہ بن عبداللہ	حضرت معاویہ رضؓ نے لکھا	ان کو موضع المظلہ کے لئے وثیقہ تحریر فرمایا
٢٤- بنی الحارث بن کعب	حضرت مغیرہ رضؓ نے لکھا	اس علاقہ کا بنجر حصہ ان کا ہے اس کے لئے وثیقہ تحریر فرمایا۔
٢٥- یزید بن طفیل	جہم بن صلت نے لکھا	اس تحریر کے ذریعہ موضع المضہ کے یہ مالک ہیں
٢٦- عبد یغوث	حضرت علی رضؓ نے لکھا	اس تحریر کے ذریعہ یہ لوگ اپنی زمینوں کے مالک ہیں
٢٧- یزید بن محجل	مغیرہ بن شعبہ نے لکھا	" " " " " " " "
٢٨- ذوالقصہ قیس		یہ لوگ جب تک نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں

نام بادشاہ	قاصد	مختصر
		ان سے نہ تو خراج لیا جائے اور نہ عشر لیا جائے
۲۹۔ بنی قنان		موضع مدوہ کی زمین کے یہ لوگ مالک جب تک نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں
۳۰۔ عاصم بن حارث	حضرت ارقم نے لکھا	موضع راکس کی زمین کے یہ لوگ مالک جب تک نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔
۳۱۔ بنی معاویہ	زبیر بن عوامؓ نے لکھا	یہ لوگ جب تک اللہ اور رسول کی اطاعت کریں خمس ادا کریں، مشرکین سے جدا رہیں اسلام کے لانے کے وقت جو کچھ ان کا تھا بدستور قبضہ میں رہیگا
۳۲۔ عامر بن اسودؓ	حضرت مغیرہؓ نے لکھا	یہ لوگ جب تک اللہ اور رسول کی اطاعت کریں خمس ادا کریں مشرکین سے جدا رہیں اسلام کے لانے کے وقت جو کچھ انکا تھا بدستور قبضہ میں رہیگا۔

یہ تفصیل بھی (مختصراً) طبقات کبیر سے ماخوذ ہے۔ ان کے علاوہ علامہ واقدی نے اسّی سے زیادہ فرامین جن میں سے بعض مکاتیب بھی، نام بنام روایت کئے ہیں۔ ان تمام تحریروں میں اسلام کی دعوت، شرائع اسلام پر عمل کرنے کی تاکید ہے۔ احکامات زکوٰۃ، عشر، اور زمین تحریر فرمائے ہیں

کتابت خطوط کا طریقہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضورؐ نے جب قاصدوں کو ارسال فرمایا تو ان مکاتیب پر مہر لگا کر بھیجا۔ علامہ واقدی نے شعبی سے روایت کیا ہے پہلے حضورؐ بھی قریش کی طرح خطوط کے شروع میں "باسمک اللھم" تحریر فرمایا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی:۔ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا، تو آپ نے "بسم اللہ" لکھنا شروع کر دیا پھر جب یہ آیت

نازل ہوئی، "قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ" تو آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن" لکھنا شروع کر دیا اور جب سورۂ نمل کی یہ آیت:- "اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" نازل ہوئی تو آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا شروع کر دیا[1]

لیکن علامہ واقدی کی بسند شعبی یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتی کیونکہ سورۂ نمل ہجرت سے پہلے نازل ہو چکی تھی اور ہجرت سے پہلے آپ کا قاصدوں کو بھیجنا اور مکاتیب ارسال فرمانا ثابت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں معاہدۂ حدیبیہ میں جب آپ نے حضرت علی رض سے لکھوایا:- "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تو مشرکین کے نمائندہ نے اعتراض کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے؟ (کیونکہ اہل یمامہ اپنے معبود کو رحمٰن کے نام سے پکارتے تھے، یعنی رحمٰن یمامہ، اور مکہ والوں کو یہ تقلید پسند نہیں تھی) تو حضور م نے لکھوایا "باسمک اللھم" اسلئے ہمارے نزدیک مذکورہ روایت درست نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو یہ طریقہ تھا کہ پہلے اس کا نام ہوتا جس کی طرف سے مکتوب ہوتا تھا اور مکتوب الیہ کا بعد میں مثلاً "من فلاں الی فلاں" اور حمد و ثنا کے بعد کلام شروع کیا جاتا تھا بعد میں دوسرا طریقہ بھی رائج ہو گیا یعنی مکتوب الیہ کا نام پہلے یعنی "الی فلاں من فلاں"۔ ابن سیرین وغیرہ کا یہی طریقہ تھا[2] اور حمد و ثنا کے بعد صلوٰۃ و سلام کا بھی اضافہ ہوا آخر میں مہر لگائی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک خطوط پر تاریخ لکھنے کا طریقہ نہیں تھا تاریخ لکھنے کا طریقہ حضرت عمر رض کے زمانہ سے شروع ہوا اور سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام میں تاریخ کو حضرات صحابہ رض کے مشورہ سے مقرر فرمایا۔

---

[1] طبقات کبیر ص ۳ ج ۳ [2] بستان ابی اللیث سمرقندی۔

آخری دور کی سورتیں اور احکامات

سورہ احزاب کی تفسیر، غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ، غزوہ بنی مصطلق کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد اور پھر سورۂ المنافقون، النور، المجادلہ، الحجرات، الممتحنہ، الفتح کا مطالعہ تفسیر اور احادیث کی روشنی میں کرتے ہیں اور آثار و احادیث، تاریخی واقعات سے بدلیل ان سورتوں کا زمانہ نزول آسانی سے متعین کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے گذشتہ سطور میں جو ہم نے پس منظر اور حالات تحریر کئے ہیں ان سے بھی بہت حد تک مدد مل سکتی ہے۔

سورۂ نور حضرت حارثہ بن مضربؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں لکھا کہ سورۂ نساء، احزاب، نور کو سیکھو[1]

ان تینوں سورتوں میں اسلامی معاشرت کے اکثر و بیشتر احکامات ہیں سورۂ نور اور سورۂ احزاب کو اگر ملاکر پڑھا جائے تو دونوں کے احکامات میں بہت زیادہ یکسانیت ہے اگر کسی معاملہ میں ایک سورۃ میں اجمال ہے تو دوسری سورت میں اس کی تفصیل ہے لیکن اس کے باوجود ہم نے اپنی تقسیم اور ترتیب میں علامہ جلال الدین سیوطی کی اتقان کی پابندی کی ہے ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید میں سورۂ نور پہلے ہے اور بعد میں سورۂ احزاب ہے تاریخی واقعات سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ واقعۂ افک (جس کا تذکرہ سورۂ نور میں ہے) یہ غزوہ مریسیع یعنی غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر پیش آیا تھا اور یہ ظاہر ہے

---

[1] روح المعانی ص۷۴ ج ۱۸

افک کے واقعہ کا ذکر اور تہمت کی حد قذف بعد ہی میں نازل ہوئی ہے سورۂ احزاب میں (غزوہ خندق) کا ذکر ہے اور دوسرے احکامات (جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) وہ بعد میں ہوئے (اگرچہ سن ۵ھ) ایک ہی ہے بلکہ وقت میں بہت زیادہ اتصال زمانی ہے باہیں ہمہ ایک بڑے (علامہ جلال الدین سیوطی) نے وہ ترتیب نقل کی ہے جس کا اندراج فہرست میں ہے اسلئے میری بات کے مقابلہ میں اسکو زیادہ اولیت حاصل ہے اور یہ بھی ہے کہ قرب اتصال زمانی کی وجہ سے کوئی زیادہ فرق بھی نہیں ہے

احکامات سورۂ نور میں صریح اور غیر مبہم الفاظ میں جو احکامات ہیں وہ یہ ہیں :-

۱- حد زنا سو کوڑے مارنا ۲- زانی اور زانیہ مشرک اور مشرکہ کے نکاح کا حکم
۳- قذف اور حد قذف ۴- لعان کا حکم۔
۵- بلا تحقیق کے بات کہنے کا حکم ۶- قسم کا حکم (اشارۃً)
۷- محصنہ عورتوں کو تہمت لگانا ۸- احکامات پردہ
۹- احکامات شرم وحیاء ۱۰- محرموں کا تذکرہ
۱۱- زنا اور اجرت زنا ۱۲- غلام اور باندیوں کا نکاح
۱۳- مکاتب بنانے کا حکم ۱۴- مساجد اللہ کا اکرام
۱۵- اوقات تنہائی کے احکامات ۱۶- قریبی اقارب اور انکے ساتھ معاشرت
۱۷- سلام کا طریقہ ۱۸- آداب رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

تاریخ جرم زنا ہمیشہ انسانی معاشرہ میں زنا کو برا سمجھا گیا ہے اور شریف انسانوں نے ہمیشہ اس سے نفرت کی ہے جتنے آسمانی مذاہب ہیں سب میں اس جرم قبیح کی مذمت اس کی روک تھام کے طریقے اس کے ارتکاب پر سزا مذکور ہے چنانچہ یہودیوں اور نصرانیوں کی مذہبی کتابوں میں اس جرم اور اس کی سزا کو بیان کیا گیا ہے زمانہ جاہلیت

میں بھی اس کے مذموم ہونے کے بعض واقعات ملتے ہیں۔

زنا کیا ہے؟ اس کی تعریف اور قیودات ہر زمانے میں مختلف بیان کی گئی ہیں اور ان ہی شرائط اور قیودات کی روشنی میں اس کی مذمت کی گئی ہے موجودہ نام نہاد ترقی یافتہ زمانے میں بھی۔ اہل مغرب نے اس کو بعض شرائط کے ساتھ قانونی جرم مانا ہے یعنی ان کے نزدیک زنا وہ ہے جو بلا رضامندی کے بالجبر ہو لیکن جو برضا و رغبت ہو اس کو موجودہ اہل مغرب زنا یا فعل مذموم قرار نہیں دیتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک شرک کے بعد انسانی شرافت پر بدنما دھبہ اگر کسی اخلاقی جرم کی وجہ سے ہے تو وہ زنا ہے یہی وجہ ہے کہ مکی سورتوں کے ابتدائی ادوار میں شرک کی مذمت کے ساتھ زنا کی بھی مذمت کی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ	اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی
حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِ	حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ	اور باندیوں کے لئے سوائے ان پر
غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى	ملامت نہیں اس کے علاوہ جو
وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ	بھی آگے بڑھے وہ حد سے تجاوز
هُمُ الْعٰدُوْنَ (المعارج)	کرنے والا ہے۔

یہ سورت مکی ہے اور ہماری تحقیق کے اعتبار سے ابتدائی زمانے کی ہے بعینہ یہی آیت سورۂ المومنون میں ہے اور یہ سورت بھی مکی ہے (تفصیل گذر چکی ہے) مکہ معظمہ کے آخری دور میں زنا کی برائی اور اس سے روک تھام اس سے زیادہ سخت الفاظ میں بھی کی گئی ہے:۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ	اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ
كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ	وہ بے حیائی ہے اور برا
سَبِيْلًا (بنی اسرائیل)	راستہ ہے۔

اتنی روک تھام کے بعد اگر کوئی بے حیا اس جرم قبیح کا ارتکاب کرے تو کیا کرنا چاہیئے ؟ قرآن پاک نے اس کی سزا ہجرت کے بعد سورۂ نسا ء میں بیان فرمائی ہے اور سورۂ نساء کا نزول ۳ھ سے لیکر ۵ھ تک ہوا ہے اور ۴ھ سے قبل یا ۵ھ میں زنا کو ایک قانونی جرم قرار دیکر اس کی قانونی سزا مقرر فرمائی۔ سورۂ نساء میں جو سزا مذکور ہے اس کے اجراء کا حق معاشرہ اور سماج کے سپرد کیا گیا تھا چنانچہ ارشاد ہے :-

تمہاری عورتوں میں سے جو برائی کا ارتکاب کرے تو اپنے لوگوں میں سے ان پر چار گواہی لو اگر وہ گواہی دیدیں تو ان کو گھروں میں اس وقت تک مقید رکھو کہ ان کی موت آجائے یا اللہ تعالےٰ ان کے لئے کوئی راستہ پیدا کردے اور جو مرد اس بے حیائی کا ارتکاب کریں ان کو اس وقت تک مارو (کہ وہ توبہ کریں) اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی حالت درست کرلیں تو چھوڑ دو! بیشک اللہ تعالےٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ (نساء)

آیت مبارکہ کے آخری حصہ میں صاف اشارہ ہے کہ یہ حکم تا حکم ثانی ہے چنانچہ اس کے بعد سورۂ النور میں اس جرم کی قانونی سزا کو بیان کر دیا ہے

زنا کی قانونی سزا تاریخی طور پر ثابت ہے کہ زنا کی قانونی سزا یہودیوں میں بھی رجم کرنا تھی چنانچہ ۴ھ میں یہودیوں میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ان کے علماء نے آیت رجم کو چھپایا اور یہ طے کیا کہ اس کا فیصلہ حضورؐ سے کرانا چاہیئے انہوں کا حضورؐ سے فیصلہ کرانیکا منشا یہی یہ تھا کہ اس وقت اسلام میں احکامات رجم اور کوڑے مارنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا بلکہ سورۂ نساء میں جو سزا ذکر کی جا چکی ہے وہی تھی اس لئے بے دریغ وہ حضور سے فیصلہ کرانے پر راضی

ہو گئے ورنہ تاریخی اعتبار سے جو حالات یہودیوں کے ساتھ گذر چکے تھے ان کے ہوتے ہوئے حضور سے فیصلہ کرانا قرین قیاس نہیں ہے چنانچہ بالآخر جب انہوں نے معاملہ آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے دریافت کیا توریت میں کیا حکم ہے؟ یہودیوں نے بتلا دیا کہ منھ کالا کر کے اور اونٹ پر سوار کر کے گشت کرانا حالانکہ یہ جھوٹ تھا حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا غلط بلکہ اس کی سزا رجم ہے چنانچہ توریت لائی گئی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔

یہ لوگ آپ کو کس طرح حکم بنا سکتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توریت موجود ہے اور اس میں اللہ کا حکم موجود ہے پھر یہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور بات یہ ہے کہ ان کے پاس ایمان نہیں ہے (مائدہ)

اس میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو خیبر کے یہودی مرد اور عورت کے درمیان پیش آیا تھا آپ نے اس کا فیصلہ توریت کے حکم کے مطابق رجم کا دیا اگر اس وقت احکام رجم نازل ہو چکے ہوتے تو آپ کو توریت منگانے کی ضرورت نہ تھی، اسی کو بنیاد بناتے ہوئے ہمارے فقہا نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی دوسرے مذہب کا آدمی ہماری عدالت میں مقدمہ دائر کرے تو ہمارا جج اپنے دستور کے مطابق فیصلہ کریگا دنیا کی عدالتوں میں آج بھی یہی طریقہ ہے کہ اگر ایک ملک کا باشندہ کسی دوسرے ملک میں کوئی جرم کرتا ہے تو اس کی سزا وہیں کی عدالت اپنے قانون کے مطابق دیتی ہے بہرحال اسلامی عدالت میں رجم کا فیصلہ یہ سب سے پہلا فیصلہ تھا اس کے بعد دو مرتبہ اور یہی فیصلہ صادر کیا گیا یعنی حضرت ماعز اسلمی اور حضرت غامدیہ کے بارے میں

۱۔ زنا کا ارتکاب اگر کنوارے مرد اور کنواری عورت نے کیا ہے تو اس کی سزا ہر ایک کو سو کوڑے مارنا ہے۔ (نور)

۲۔ اگر یہی جرم کسی غلام یا باندی سے ہوا تو سزا آدھی (نور)
۳۔ یہی جرم اگر کسی شادی شدہ مرد اور عورت نے کیا ہے تو اس کی سزا رجم (سنگساری) اور یہ حکم سنت مشہورہ اور متواترہ سے ثابت ہے[1]

اسلامی معاشرت میں پردہ

اسلامی معاشرت میں پردہ کے تفصیلی احکامات دراصل اسی جرم قبیح کو روکنے کے لئے احتیاطی تدابیر ہیں ان کی تفصیل سورۂ نور سورۂ احزاب میں زیادہ مذکورہ ہے اس جگہ اسکو ملاحظہ فرمائیں۔ اس جگہ ان کو بیان کرنے سے بات طویل ہوجائے گی کیونکہ احکامات بہت زیادہ ہیں

سورۂ مائدہ اور اسکے احکامات

اس سورۃ میں بھی اسلامی شریعت کے بیشتر احکامات موجود ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے ابو عبید نے محمد قرظی سے روایت کیا ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ کے درمیان حضورؐ پر نازل ہوئی اور متعدد حضرات نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آخری سورت ہے جو حضور پر نازل ہوئی اور امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آخری سورت فتح اور مائدہ ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ آخری سورت براءۃ ہے علامہ سید محمود آلوسی نے اس بارے میں تفصیلی کلام کیا ہے کہ آخری سورت کونسی ہے[2]۔ اس بارے میں مفسرین نے جتنے احتمالات بیان کئے ہیں ان کی روشنی میں ہم نے فہرست میں سنین کو درج کردیا ہے۔ احکامات کے بیان کرتے وقت ہم ان قرائن کو ذکر کرینگے

۱۔ تمام قسم کے عقود اور معاملات پورا کرنا۔ ۲۔ حالت احرام اور حرم کے شکار کی حرمت
۳۔ شعائر اللہ کی حرمت ۴۔ ہدی کے جانور اور حاجیوں کا اکرام

---

[1] اسکی پوری تفصیل اور دلائل روح المعانی ص۷۹ [2] روح المعانی ص۴۸ ج ۶

۵۔ شکار کی اباحت ۶۔ نیکی میں تعاون کرنے کا اور برائی سے علیحدہ رہنے کا حکم۔ حرام کھانے یعنی میتہ، دم، خنزیر، غیر اللہ کے نام پر مذبوح، گلا گھونٹ کر مارا ہوا، موقوذہ، متردیہ، نطیحہ، درندوں کا کھایا ہوا وغیرہ کی حرمت اور ذبح شدہ جانور کی حلت

۷۔ جوئے بازی کی حرمت ۸۔ حالت اضطرار میں رخصت

۹۔ شکاری جانور جو تربیت یافتہ ہوں ان کے شکار کی حلت

۱۰۔ اہل کتاب کا ذبیحہ ۱۱۔ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی حلت

۱۲۔ نماز کے لیے وضو کی شرط ۱۳۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کی اجازت

۱۴۔ اعتدال اور عدل کی تعلیم ۱۵۔ قتل نفس کی حرمت

۱۶۔ بغیر دلیل اور قطاع طریق کی سزا ۱۷۔ وسیلہ کی اجازت

۱۸۔ چور کی سزا ۱۹۔ حرام مال کھانے کی حرمت

۲۰۔ قصاص کا حکم ۲۱۔ یہود و نصاریٰ سے دوستی کی حرمت

۲۲۔ دینی امور کو کھیل کود بنانے کی مذمت ۲۳۔ طیبات کو حرام قرار دینے کی مذمت

۲۴۔ یمین (قسم) کا حکم اور اس کے احکام

۲۵۔ کفارہ یمین ۲۶۔ شراب جوئے وغیرہ کی مذمت۔

۲۷۔ قتل صید حرم کی حرمت اور اس کی جزا۔

۲۸۔ سمندری شکار (مچھلی) کی حلت ۲۹۔ بیت الحرام، ہدی، قلائد کا اکرام و آداب

۳۰۔ زمانہ جاہلیت کے موسومہ جانوروں کی حرمت۔

۳۱۔ ادائیگی شہادت کا طریقہ۔ ۳۲۔ ارتداد کا حکم۔

اسلامی شریعت کے یہ وہ احکامات ہیں جو صرف عبادت ہی نہیں قانون فوجداری۔ قانون شہادت میں دنیا کی عدالتوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور انسانوں کو شریف انسان بنانے کی اسپرٹ ان میں موجود ہے سورۂ پاک کے زمانۂ نزول پر کلام کرتے ہوئے مولانا مودودی

صاحب نے تحریر فرمایا ہے

بیان کے تسلسل سے غالب گمان یہی ہے کہ یہ پوری سورت ایک ہی خطبہ پر مشتمل ہے جو بیک وقت نازل ہوا ہوگا ہو سکتا ہے کہ متفرق طور پر اس کی بعض آیتیں بعد میں نازل ہوئی ہوں۔ (الیٰ قولہ) لیکن سلسلہ بیان میں کہیں کوئی خفیف سا خلا بھی محسوس نہیں ہوتا کہ جس سے یہ قیاس کیا جا سکے کہ یہ سورت دو یا تین خطبوں پر مشتمل ہے [۱]

شروع میں مولانا نے صلح حدیبیہ کے بعد (سنہ ۶ھ) یا اوائل سنہ ۷ھ کو اس کا زمانہ نزول قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ قیاس زیادہ مضبوط نہیں ہے کیونکہ سورۂ پاک میں بعض ان واقعات کی طرف اشارہ ہے مثلاً آیت تیمم اور آیت وضو۔ یہ غزوہ بنی مصطلق کے بعد (سنہ ۵ھ) کا حکم ہے۔ رجم یہود یہ بھی (سنہ ۴ھ) کے واقعات میں بیان کیا جاتا ہے، چوری کا واقعہ اور مشہور روایت کی بناء پر حرمت خمر کا واقعہ یہ سنہ ۴ھ یا سنہ ۵ھ کا بیان کیا جاتا ہے اس کے بعد احکامات حج ایسا قرینہ ہیں جو مولانا کے قول کی تائید کرتے ہیں (جیسا محمد قرظی) نے روایت کیا ہے لیکن سفر حج کو جاتے ہوئے یہ احکامات قطعی طور پر اس بات کا قرینہ نہیں بن سکتے کہ پوری سورت کا نزول سنہ ۶ھ یا سنہ ۷ھ میں ہوا ہے کیونکہ حرم شریف کے لئے سفر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے علاوہ عمرۃ القضاء کا سفر، فتح مکہ کے لئے سفر اور حجۃ الوداع کے لئے سفر۔ پہلا سفر سنہ ۷ھ میں ہوا اور دوسرا سفر سنہ ۸ھ میں اور تیسرا سفر سنہ ۱۰ھ میں۔ علامہ ابن القیم نے زاد المعاد میں عمرۃ القضاء اور حجۃ الوداع کے مواقع پر کثرت سے ان واقعات (شکار وغیرہ) کے متعلق ذکر کیا ہے جو اس سورت میں مذکور ہیں ہماری رائے اس بارے میں

---

[۱] تفہیم القرآن ص ۴۳۲ ج ۱

وہی ہے جو فہرست کے اندراجات سے ظاہر ہے لیکن بایں ہمہ ہمارا اس پر اصرار نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک تاریخی کتاب نہیں ہے کہ جس کا موضوع تاریخی واقعات کو تسلسل اور ترتیب سے بیان کرنا ہو اس لیئے دلائل کی روشنی میں ہم مولانا کے دلائل کی کلیتہً تردید اور اپنے دلائل کی حمایت کسطرح کر سکتے ہیں آثار واحادیث اور واقعات کی روشنی میں ان کا بھی قیاس ہے اور ہمارا بھی قیاس ہے

وضوء اور تیمم | مولانا مودودی صاحب نے سورۂ نساء کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ تیمم کا حکم (جو سورۂ نساء میں ہے) اسکا تعلق واقعہ بنی مصطلق میں مذکور حضرت عائشہ رضؓ کے ہار گم ہونے سے ہے یعنی تیمم کے نزول والی آیت سورۂ نساء کی ہے[۱] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت وضوء اور تیمم سورۂ نساء کی آیت تیمم سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ امام بخاری رحؒ نے بھی یہی روایت کیا ہے اور اسی کو مفسرین نے ترجیح دی ہے[۲]۔ میں کہتا ہوں کہ خود آیت مبارکہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا — ایمان والو! جب تم نماز کا

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَوٰةِ (المائدہ) — ارادہ کرو

فقہاء نے اس آیت سے نماز کے لیئے وضو کا ہونا فرض قرار دیا ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل نماز کے لیئے وضو فرض نہیں تھا بلکہ نماز جب سے فرض ہوئی ہے اسی وقت سے وضو فرض ہوا علامہ ابن عبدالبر نے یہی فرمایا ہے اور یہی اہل مغازی کا فرمانا ہے[۳] لیکن فرضیت سے پہلے بھی نماز کے لیئے وضو تھا یہ بات دیگر ہے کہ وحی متلو کے ذریعہ اس کی فرضیت اس وقت نہ تھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے تو وضو کو زمانہ جاہلیت میں بھی تسلیم کیا ہے اور علامہ بدرالدین عینیؒ نے

۱؎ تفہیم القرآن صفحہ ۳۱۶ ج ۱ ۲؎ مظہری صفحہ ۳۹ ج ۳ ۳؎ مظہری صفحہ ۳۹ ج ۳

اس کو حضرت آدم علیہ السلام سے ثابت کیا ہے واللہ اعلم [1]۔ اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کو

بہرحال سورۂ مائدہ کی یہ آیت مقدم ہے اور سورہ نساء کی آیت نزول میں موخر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ضرورت نہ تھی کہ وہ حضرت عائشہ کو تنبیہہ کریں [2]

حرمت خمر شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی طرح تدریجی اور منزل بہ منزل ہے جیسا کہ حرمت زنا کا حکم ہے علامہ بغوی نے تحریر فرمایا ہے کہ حرمت خمر کے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئی ہیں ایک مکہ معظمہ میں (سورہ نحل میں) اور تین مدینہ منورہ میں۔ مکہ معظمہ میں سورہ نحل کی یہ آیت نازل ہوئی

۱۔ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ	کھجور اور انگور کے پھلوں سے
وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ	تم نشہ اور اچھا رزق بناتے ہو
مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا	(رزق حسن سے مراد سرکہ)
حَسَنًا (النحل)	

اس وقت مسلمان بھی شراب پیتے تھے وہ اپنی سلیم فطرت اور فہانت سے سمجھ گئے تھے کہ شراب پینے کی صرف اباحت ہے اسلئے آئندہ کے لئے انہوں نے سوال کیا

۲۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ	آپ سے شراب اور جوئے کے
الْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ	بارے میں دریافت کرتے ہیں
كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ	فرما دیجئے! اس میں گناہ بڑا
وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ	ہے اور لوگوں کے لئے نفع بھی
نَفْعِهِمَا (بقرہ ع ۲)	ہے لیکن انکا گناہ انکے نفع سے بڑا ہے

---

[1] البنایہ کتاب الوضو [2] مظہری ص ۳۹۰ ج ۳

چنانچہ آپ نے اپنے صحابہ سے بیان فرمادیا تھاکہ یہ حرمت خمر کی ابتدار ہے لہذا عقلمند صحابہؓ نے اس کو اسی وقت سے ترک کر دیا تھا اور ایک مخصوص واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی

۳۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی (نساء) — ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ!

یعنی شراب صرف نماز کی حالت میں حرام تھی یا شراب پی کر نماز پڑھنے کی ممانعت (حرمت) تھی لیکن اور دوسرے واقعہ کے بعد اور حضرت عمرؓ کی دعا کے بعد یہ آیت نازل ہوئی

۴۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ) — شراب، جوا، انصاب، پانسے نجس اور شیطانی دھندے ہیں پس اس سے بچو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔

یہ چوتھا اور آخری حکم تھا جس سے شراب کی حرمت پر قطعی فیصلہ ہوگیا مشہور قول تو یہی ہے کہ شراب کی حرمت سنہ ۳ھ میں ہوئی اور ایک قول سنہ ۶ھ کا دوسرا قول سنہ ۸ھ کا اس کو حافظ ابن حجر نے اختیار کیا ہے لیکن صحیح بات سنہ ۳ھ والی ہے [۱]

شراب پینے کی سزا | سورۂ مائدہ کی آیت (۹۰) کے تحت علامہ شیخ نجم الدین عمر نسفی نے بیان فرمایا ہے کہ اس آیت میں دس دلیلیں حرمت خمر پر موجود ہیں ۱۔ خمر کو قمار کے برابر قرار دیا ہے اور وہ بھی حرام ہے ۲۔ بت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ بھی حرام ہے

[۱] مظہری ص۳۵۲ ج۳-۱ تکمیل ص۱۲۶ ج۵ بسیرت رسالتماب ط۲۲۶ تا ص۲۲۹

۳؎ اس کو ناپاک کہا ہے ۴؎ اس کو عمل شیطان قرار دیا ہے ۵؎ اس سے بچنے کا حکم دیا ہے ۶؎ لعلکم تفلحون فرمایا ہے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ۷؎ شراب کو عداوت اور دشمنی کا ذریعہ بتلایا ہے ۸؎ اسکو یاد حق سے باز رکھنے والا کہا ہے ۹؎ اسکو نماز سے روکنے والی بتلایا ہے ۱۰؎ اور آخر میں فرمایا ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ کیا تم باز آسکتے ہو؟ یعنی استفہام کے تحت اور عربی قاعدے کے اعتبار سے ممانعت (نہی) کا یہ طریقہ زیادہ بلیغ ہوتا ہے لہ

شراب پینے والوں کی سزا کیا ہے؟ جس طرح قرآن پاک میں حد زنا (رجم) سنت مشہورہ اور عمل خلفائے راشدین اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے اسی طرح اس کی سزا سنت مشہورہ اور عمل صحابہ اور اجماع صحابہ رضہ سے ثابت ہے اور مختلف اوقات میں مختلف سزائیں دی گئی ہیں جس کی تفصیل یہ ہے

شراب نوشی کی حد شراب پینے والے کے لئے آپ نے ڈنڈوں اور جوتوں سے مارنے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے چالیس کوڑے مارے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ آپ نے اسی کوڑے لگوائے اور حضرت علی رضہ نے چالیس کوڑوں کو روایت کیا ہے اور حضرت عمر رضہ نے پورے اسی کوڑے لگوائے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے چوتھی یا پانچویں دفعہ قتل کر دینے کا حکم دیا اور بعض حضرات نے فرمایا یہ حکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ یہ حدیث ہے۔

لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ — تین چیزوں کے علاوہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے

لہ ابن کثیر ۳۵۵ ج ۱ مظہری ۱۷۴ ج ۲

اور کہا گیا ہے کہ یہ حدیث محکم ہے اس میں تعارض نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا ناسخ عبداللہ بن حمار کی حدیث ہے کہ وہ چند مرتبہ حاضر کئے گئے اور آپ نے قتل نہیں کرایا بلکہ کوڑے لگوائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قتل سیاستہً ہے حضرت ابن عمر رض نے فرمایا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی ہے میں اس کو قتل کرونگا اور قتل کی روایت کرنے والے حضرت معاویہ حضرت ابوہریرہ ابن عمر، عبداللہ بن عمرو قبیصہ ہیں اور حدیث قبیصہ میں ہے کہ قتل حداً نہیں ہے اور اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ حدیث متفق علیہ کا کیا جواب ہے؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی تعداد خاص نہیں کی ہے اور حضرت عمر رض نے حضرات صحابہ رض کے مشورہ سے اس کی تعداد اسی مقرر فرمادی تھی پھر حضرت علی رض نے اپنی خلافت کے زمانے میں چالیس کوڑے لگوائے اور فرمایا یہ میرے نزدیک اچھا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ چالیس کوڑے تو حد کے طور پر تھے اور اسی کوڑے تعزیراً تھے اور قتل کرنا امام کی رائے پر موقوف ہے

یہ تمام روایات ابوداؤد نے روایت کی ہیں حضرت علی رض کی روایت کے بارے میں تعارض ہے واقعہ ایک ہی ہے کہ حضرت علی رض نے ولید بن عقبہ کے اسی کوڑے لگوائے اور دوسری روایت میں ہے کہ چالیس کوڑے لگوائے اور اسی کوڑے کی حدیث کو امام بخاری رح نے بھی روایت کیا ہے اور حضرت عمر رض کو حضرت علی رض نے ہی اسی کوڑوں کا مشورہ دیا تھا[1]

چوری کی سزا

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ — چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو!

---

[1] بذل ص۱۵۹ ج۵۔

فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا

سورۂ مائدہ کے اس حکم کا ایک پس منظر ہے کہ طعمہ بن ابیرق اوسی نے ایک زِرہ قتادہ بن نعمان کے یہاں سے چرائی تھی اس چوری کو زید بن سمین یہودی دیوار کے سوراخ سے دیکھ رہا تھا۔ چور زرہ کو یہودی کے یہاں ڈال گیا جو تلاشی میں اس کے یہاں نکلی اس طرح یہ واقعۂ چوری یہودی کیطرف منسوب ہوگیا اس کی برأت میں اللہ تعالےٰ نے سورۂ نساء کی یہ آیات نازل فرمائیں :-

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا (نساء)	ہم نے آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان وہ حکم دیں جو اللہ نے آپ کو دکھلایا ہے اور آپ خائنوں کے لیے جھگڑنے والے نہ ہوں

اس واقعہ سے متعلق مذکورہ آیت کے شان نزول میں امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق ہے [۱]۔

سورۂ نساء کی یہ آیت حکم قطع ید سے پہلی ہو یا بعد کی یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ حکم ۳ھ سے پہلا اور ۴ھ کے درمیان کا ہو سکتا ہے اور یہی امکان غالب ہے کیونکہ طعمہ بن ابیرق یا بشیر بن عبادہ (یہ دوسرا نام بھی لیا جاتا ہے) یہ دونوں صاحب بنی ظفر سے تھے اور بنی ظفر کی آبادی بنی قریظہ سے متصل تھی۔ (نقشہ ملاحظہ فرمائیں) یہودی کے گھر میں چور کا زرہ پھینک دینا یہ اس

[۱] مظہری ملخصہ ج ۲

بات کا قرینہ ہے کہ یہودی اس وقت مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے کیونکہ بنی قریظہ کا واقعہ اور یہودیوں کا مدینہ منورہ سے مکمل انخلاء غزوۂ خندق کے بعد ۵ھ میں ہوگیا تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے لیکن کتنی چیز پر ہاتھ کاٹا جائے تو اس کے نصاب میں بیس سے زیادہ اقوال ہیں اور متعدد احادیث ہیں

۱۔ آپ نے بقدر تین درہم کی چیز کے چرانے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا اور ارشاد فرمایا چوتھائی دینار سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے

۲۔ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا آپ نے ڈھال کی قیمت سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا

۳۔ اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ڈھال سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ اور اس وقت ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔

اور امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دینار کی قیمت دس درہم تھی اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ ایک دینار سے کم اور دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا ہے اسی کو امام ابوحنیفہ رح نے اختیار کیا ہے[۱] اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :-

قسم خدا کی اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چرائے گی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

اس ارشاد کا یہ پس منظر ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک قریشیہ عورت تھی اس کی عادت تھی کہ لوگوں سے چیز عاریتاً لے آتی اور پھر دینے سے انکار کردیتی ایک مرتبہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے چادر چرا لائی۔

---

[۱] اوجز ص۵۷ ج ۶

جب دریافت کیا تو انکار کر دیا لیکن تلاشی لینے پر یہ اس کے یہاں سے برآمد ہوئی۔ اسوقت حضرت اسامہ رضؓ کے ذریعہ سے لوگوں نے اس کی شفاعت کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا لیکن علامہ ابن قیم نے زادالمعاد میں اس واقعہ کو مجمل نقل کر کے تحریر فرمادیا ہے کہ عاریۃً کے منکر کا بھی ہاتھ کاٹا جائیگا یہ بات غلط ہے شریعت حقہ کا وہ حکم ہے جو ہم نے اوپر تحریر کیا ہے [۱]

قطاع طریق کا حکم

سورۂ مائدہ میں واقعہ عکل اور عرینہ کو ان آیات کے تحت ذکر کیا ہے:۔

اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الخ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں انکی سزا یہ ہے الخ

قبیلہ عکل و عرینہ کے کچھ آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو مقام ذی الجدر میں ٹھہرایا گیا تھا انہوں نے یہ غداری کی تھی کہ اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر دیا تھا اور صدقہ کے اونٹ ہانک کر لے گئے تھے بالآخر پکڑے گئے ان کی آنکھوں میں سلاخیں پھیری گئیں اسطرح یہ تڑپ تڑپ کر مر گئے تھے ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں ان آیات کے نازل ہونے کے بعد ایسے لوگوں کی سزا متعین کر دی گئی اور مثلہ کا حکم منسوخ کر دیا گیا

اہل سیر نے یہ واقعہ ۶ھ کا بیان کیا ہے لیکن ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے یا پہلا ہے بعض اہل مغازی نے صلح حدیبیہ غزوۂ غابہ سے پہلے ذکر کیا ہے اور بعض نے صلح حدیبیہ کے بعد لیکن ۶ھ پر سب کا اتفاق ہے [۲]

---

[۱] اوجز صـ۴۳ ج ۶

[۲] سیرت رسالتمابؐ صـ۲۷۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے گذشتہ صفحات کی فہرست غزوات اور واقعات

دیگر احکامات

سورۂ مائدہ کے تحت جو احکامات ذکر کیے گئے ہیں ان کے علاوہ دیگر احکامات جو ۵ھ تا ۶ھ بیان کیے گئے ہیں یعنی جو اسلام میں پہلی مرتبہ پیش آئے ہیں وہ یہ ہیں:-

۱- نماز کا قضا ہونا اور اس کی ادائیگی کا طریقہ۔ غزوہ خندق ۵ھ

۲- دوسرے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے رجم کے موقعہ پر حضرت زید بن ثابت کو توریت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (واقعہ رجم)

۳- بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم۔ غزوہ ذی قرد (۶ھ) میں حضور گھوڑے سے گر گئے تھے تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی تھی اور ارشاد فرمایا تھا:

اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ — امام کی اقتداء کی جائے[۱]

لیکن اہل حدیث نے بیان فرمایا ہے کہ حضور نے یہ حکم مرض الوفات میں فرمایا تھا اسی سے فقہاء کرام نے بیان کیا ہے اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہوں تو جائز ہے

۴- گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کا حکم (یہ واقعہ ۶ھ کا ہے آپ نے اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ کرائی تھی آپ کی اونٹنی عضباء اتنی تیز رفتار کہ اس سے کوئی اونٹ آگے نہیں نکل سکتا تھا لیکن اس مرتبہ ایک اعرابی کا اونٹ آگے نکل گیا تب آپ نے ارشاد فرمایا تھا

حق علی اللہ ان لایرفع شیئا من الدنیا الا وضعہ[۲] — اللہ پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز بھی سربلندی اختیار کرے اس کو سرنگوں کر دے

فقہاء کرام نے اسی سے جنگی مشقوں کے شرائط اور انعامات کے شرائط کو بیان فرمایا[۳]

---

[۱] رسالتماب ص ۲۶۷ [۲] رسالتماب ص ۲۹۶ ج ۲ [۳] بستان ابواللیث میں تفصیل ہے ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب اسلامی علوم اور معاشرت

۵ ۔ اسی سال ۶ھ میں قحط سالی کی وجہ سے سب سے پہلی مرتبہ جنگل میں نکل کر نماز ادا کی گئی۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ باہر نکل کر استسقار کی نماز پڑھائی ورنہ صرف آپ نے دعاء پر اکتفا کیا ہے جیساکہ وفود کے بیان میں گذر چکا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحؒ کا مسلک ہے [۱]

سورۂ فتح اس پر سب مفسرین، اہل حدیث، اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ سورۂ فتح معاہدہ حدیبیہ کے بعد واپسی میں نازل ہوئی ہے اور معاہدۂ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ کا واقعہ۔ اس سورت میں جو احکامات مذکور ہیں ان کو سطور ذیل میں بیان کیا جاتا ہے

۱۔ ایفائے عہد کا حکم ۲۔ بیعت اور اس کی مشروعیت

جہاں تک ایفائے عہد کا تعلق ہے اس کی تاکید سورۂ بنی اسرائیل (قبل ہجرت) میں بھی ہے اور ایفائے عہد ہر شریف انسان کے لئے باعثِ شرافت ہے زمانہ جاہلیت میں بھی اس کے مثالی نمونے ملتے ہیں ایفائے عہد کے معاملہ میں عربوں سے زیادہ شاندار تاریخ نہیں ملتی ہے۔ جارج کونٹان نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے ایفائے عہد کے تحت تمام قسم کے عہد اور اقرار داخل ہیں احکامات کے اعتبار سے اس عنوان کو بہت وسعت حاصل ہے

۲۔ بیعت کا واقعہ۔ بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے اس سے پہلے بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے واقعات ملتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد وفود کی آمد اور ان کا بیعت ہونا بکثرت ملتا ہے یہ بھی ایک قسم کا معاہدۂ اخلاقی و ایمانی ہے یہ طریقہ آج صرف صوفیار کرام میں رہ گیا ہے اور اتفاق سے انہوں نے اس کی صحیح غرض وغایت سے ہٹ کر مریدوں کو اپنی اندھی تقلید سے

---

[۱] فتح القدیر ص۲۶۷ ج۱ مطبوعہ لکھنؤ

وابستہ کرلیا ہے اس بارے میں بہت سی موضوع احادیث تذکرۃ الموضوعات موضوعات کبیر میں موجود ہیں

۳۔ معذور لوگوں کے لئے شرعی احکام میں ان کے اعتبار سے رخصت

۴۔ افعال عمرہ اور افعال حج کے بعد احرام سے باہر آنا کہ سر منڈا یا جائے یا بال کٹوائے جائیں یہ واجب ہے اور سر منڈوانا بال کٹوانے سے افضل ہے بال منڈوانے والوں کے لئے حضور نے دعائے رحمت فرمائی (تفسیر سورۃ فتح)

۵۔ دم احصار کو حرم میں ذبح کیا جائیگا۔ سورۃ مائدہ میں بھی اس کے احکامات موجود ہیں۔ یاد رہنا چاہیئے مناسک حج کے بیشتر احکامات زمانہ قدیم کے ہیں

فتح خیبر اور نظام بندوبست

اسلام کی فتح مبین صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی فتح مبین قرار دیا ہے اس کے بارے میں چند اشارے دلائل کے طور پر قرآن پاک نے خوشخبری بیان کئے ہیں

۱۔ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا — اللہ تعالیٰ آپکی زبردست مدد فرمائیگا

۲۔ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ — پیچھے رہنے والے آئندہ بہ کہینگے جب تم غنیمتوں کے لئے جاؤگے ہمیں بھی اپنے ساتھ ہی رہتے چلو۔

۳۔ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا — ان کو عنقریب فتح حاصل ہوگی اور وہ بہت مال غنیمت پائیں گے

۴۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ — اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت مال غنیمت کا وعدہ کیا ہے کہ تم اسکو پالوگے اور یہ پیشگی ہے۔

یہ آیات سورہ فتح کی ہیں جنمیں خیبر کی فتح کے بارے میں اشارات ہیں تمام اہل تفسیر نے یہی بیان کیا ہے صلح حدیبیہ کا فتح مبین ہونا اس سے ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ چونکہ مدینہ منورہ سے بالکل جنوب میں ہے۔ اس صلح کی وجہ سے جب آپ کو جنوب کی طرف سے بالکل اطمینان ہو گیا تو آپ مدینہ منورہ کے شمالی علاقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیما، تبوک یہودیوں کی تمام بستیوں پر آپ کا قبضہ ہو گیا اس تسلط اور غلبہ کا یہ انجام ہوا کہ مکہ معظمہ بلا کسی طاقت

کے ویسے ہی فتح ہو گیا

احکامات آراضی

سنہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر کا واقعہ پیش آیا تھا اس علاقے میں بہت سے قلعے تھے اس پورے علاقہ پر قبضہ کی نوعیت علیحدہ علیحدہ ہے بعض حصہ کو جنگ کے ذریعہ اور بعض کو صلح کے ذریعہ فتح کیا گیا اسی وجہ سے خیبر کی آراضی اور اس کے احکامات کے بارے میں ذرا تفصیل ہے۔

جب خیبر پر مکمل طور پر قبضہ ہو گیا اور وہاں کے باشندے حراست میں قیدیوں کی طرح پیش کئے گئے تو ان لوگوں نے عرض کیا آپ ہمیں یہاں سے نہ نکالیں ہم یہاں کاشتکار بن کر رہینگے ہم یہاں کی آراضی سے بخوبی واقف ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس غلام بھی نہ تھے جن سے کاشت کا کام کرا لیا جاتا اسلئے خیبر کی آراضی پیداوار کی بٹائی پر اہل خیبر ہی کے سپرد کر دی گئی اور ان کے قتل عام کو روک دیا گیا اور ان کو وہیں رہنے دیا گیا۔

۱۔ آراضی خیبر ہی سے فقہ میں مزارعت اور مساقات کے احکامات اخذ کئے گئے ہیں

۲۔ آراضی خیبر ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ زمین والے کو بیج دینا ضروری نہیں کیونکہ حضورؐ اپنے ساتھ بیج نہیں لے گئے تھے لیکن حضرات حنفیہ کا فرمانا ہے کہ بیج زمیندار کے ذمہ ہے اور حضرات صاحبین نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے [1]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال خراص (اندازہ کرنے والا) کو بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ پیداوار کا اندازہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اپنے بیٹے کو اس کام کے لئے بھیجا تھا لیکن اہل خیبر نے اُن

---

[1] فتح القدیر صـ۵۲ ج ۴۔ البنایہ صـ۱۰۱ ج ۴

کو چھت سے گرا دیا جس سے ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے اہل خیبر سے خیبر خالی کرا لیا تھا اور وہ ملک شام چلے گئے تھے۔ اور اہل خیبر کی پوری زمین کو ان لوگوں پر تقسیم کر دیا گیا جو اہل حدیبیہ تھے اور خیبر گیا شریک تھے۔

عہد ذمہ اور جزیہ

سورۂ برائت کا نزول ۹ھ میں ہوا ہے اور اس کے نازل ہوتے ہی آپ نے مجوس، اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جزیہ لیا ہے۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا یہود یمن سے جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے ساتھ عقد ذمہ ہوا اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا گیا اور آپ نے یہود خیبر سے جزیہ نہیں لیا جس کی بنا پر بعض لوگوں کو غلطی ہوئی کہ یہ حکم صرف اہل خیبر کے لئے ہی مخصوص ہے کہ ان سے جزیہ نہیں لیا گیا اور بقیہ سب اہل کتاب سے جزیہ لیا گیا۔ یہ ان لوگوں کی سیر اور مغازی میں عدم بصیرت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ بھی کی اور صلح بھی کی کہ وہ اپنے علاقہ میں رہ سکتے ہیں اس وقت تک آیت جزیہ نازل نہیں ہوئی تھی لہٰذا اہل خیبر کے ساتھ صلح اور جنگ نزول آیت سے قبل ہوا۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ اہل کتاب کے ساتھ اس وقت تک جنگ جاری رکھی جائے حتیٰ کہ وہ جزیہ کا اقرار کریں[1] اس لئے اہل خیبر اس کے تحت نہیں آتے تھے کیونکہ یہ آیت واقعہ خیبر کے بعد نازل ہوئی اور ان کا اقرار اور عہد قدیم تھا۔ نیز وہ زمین کے معاملہ میں آدھ بٹائی پر عامل تھے اس کے علاوہ ان سے کوئی دوسرا مطالبہ نہیں کیا گیا

---

[1] قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ الیٰ قولہ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُونَ الآیۃ۔ سورۂ توبہ کی طرف اشارہ ہے یہ حکم ۹ھ میں نازل ہوا

اوران کے علاوہ دوسرے اہل کتاب سے مطالبہ کیا گیا جن کے درمیان پہلے سے کوئی معاہدہ نہیں تھا جیسا کہ نصاریٰ نجران، یہود یمن۔ جب یہود خیبر کو حضرت عمر رضہ نے ملک شام کی طرف نکال دیا تب وہ معاہدہ ختم ہو گیا پھر ان کے لیئے بھی حکم دیگر اہل کتاب کی طرح ہوا

جب آیت جزیہ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جماعتوں سے جزیہ وصول کیا، مجوس، یہود، نصاریٰ اور کافروں سے جزیہ نہیں لیا اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ کفار عرب کے علاوہ دیگر کافروں سے بھی جزیہ نہیں لیا جا سکتا ہے جیسا کہ عرب اور عجم کے بت پرست، پہلا قول امام شافعی رح امام احمد رح کا ہے اور دوسرا قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے[1] دوسرے قول کے قائل کہتے ہیں چونکہ جزیہ مشرکین عرب سے نہیں لیا گیا اس لئے کہ اس کی فرضیت اس وقت نازل ہوئی جب پورا عرب حلقہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا اور کوئی مشرک باقی نہیں رہا تھا اور یہ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی ہے اسوقت عرب اللہ کے دین میں داخل ہو چکے تھے اور غزوۂ تبوک بعد فتح مکہ کے ہوا ہے اور وہاں نصاریٰ تھے

---

[1] جزیہ کے بارے میں امام اعظم رح کا ارشاد ہے کہ جزیہ مرتدین کے علاوہ تمام مشرکین سے خواہ عرب ہوں یا غیر عرب ہوں اور تمام اہل کتاب سے خواہ عربی ہوں یا عجمی ہوں اور مجوسیوں سے غرضکہ تمام سے وصول کیا جائیگا۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہے ان مذکورہ سے جزیہ لیا جائیگا بشرطیکہ وہ اہل عجم ہوں اور اگر عرب ہیں تو نہیں لیا جائے گا۔

امام مالک اور امام اوزاعی نے فرمایا ہے قریش کے علاوہ سب مشرکین سے لیا جائے گا۔ امام شافعی رح نے فرمایا ہے جزیہ اہل ادیان پر ہے لہذا اہل کتاب سے لیا جائیگا خواہ عربی ہوں یا عجمی ہوں اس اختلاف پر بکثرت دلائل موجود ہیں ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ص۱۸۱ ج۴ تا ص۱۸۴ ج۴

اگر عرب میں مشرکین ہوتے تو پھر ان کے ساتھ بھی غزوہ کیا جاتا
جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر و مغازی اور عرب کی تاریخ پر غور کریں گے ان کو معلوم ہو جائیگا کہ معاملہ پوشیدہ ہے کہ کفار سے جزیہ اس وجہ سے نہیں لیا گیا کہ وہ موجود ہی نہیں تھے البتہ مجوسی سے لیا گیا اور وہ اہل کتاب نہیں تھے[1] اور یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مجوسی بھی اہل کتاب تھے اور اگر کوئی ایسی حدیث پیش کی جائے تو وہ صحیح نہیں ہے اور نہ اسکی سند درست ہے (بلا شک) بت پرست اور آتش پرست میں کوئی فرق نہیں ہے آتش پرستوں کو قوم ابراہیم بتلانا غلط ہے بلکہ وہ تو دشمن ابراہیم تھے لہذا جب مجوس سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے تو دیگر بت پرستوں سے بھی جزیہ وصول کیا جائیگا۔ اسی پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دلالت کرتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا

جب تمہارا اپنے دشمن مشرکین سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے کہو ان میں سے جو بھی وہ اختیار کریں اسکو قبول کرو اور پھر ان کو قتل نہ کرو۔ وہ یہ ہیں اسلام یا جزیہ، یا جنگ۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حاکم کسری سے کہا تھا:

ہم کو ہمارے نبی نے حکم دیا ہے ہم تم سے جنگ جاری رکھینگے تاوقتیکہ تم اسلام قبول کر لو یا جزیہ ادا کرو

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا:۔

تم وہ کلمہ قبول کر لو کہ پورا عرب تمہارے دین میں داخل ہو جائے اور عجم جزیہ ادا کرے۔ بولے وہ کیا ہے فرمایا "لا الہ الا اللہ"

---

[1] اہل فقہ نے ان کو مشرک قرار دیا ہے۔

جب آپ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو اکیدر[1] دومۃ کے سواروں سے مقابلہ ہو گیا اس نے آپ سے جزیہ پر صلح کر لی اور آپ نے اس کو عقد ذمہ تحریر فرما دیا اور آپ نے نجران کے نصاریٰ سے دو ہزار جوڑوں پر صلح کی کہ ایک ہزار صفر میں ادا کرینگے اور ایک ہزار رجب میں اور تیس زرہ اور تیس گھوڑے عاریۃً دینگے اور تیس اونٹ اور تیس ہر قسم کے ہتھیار مسلمانوں کو عاریۃً دینگے تاکہ مسلمان جہاد کریں اور مسلمان اس سامان کو لوٹانے کے ضامن ہونگے (گویا عاریۃً جنگی امداد ہو گی) اور یمن میں ان کے موجودہ عبادتخانے منہدم نہ کیئے جائیں گے وہ لوگوں کو اپنے دینی فتنہ میں مبتلا نہ کرینگے اور اگر وہ اپنے دین میں بدعات شروع کر دیں اور سودی کاروبار جاری کر دیں تو عہد ذمہ ختم ہو جائیگا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقد ذمہ میں سود کی شرط لگائی جا سکتی ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضہ کو یمن بھیجا تو فرمایا "ہر بالغ سے ایک دینار یا معافر کی قیمت وصول کیجائے (معافر ایک یمنی کپڑے کا نام ہے) اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جزیہ کسی خاص جنس اور خاص مقدار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ کپڑا، سونا، چاندی زیور وغیرہ بھی جزیہ میں لیا جا سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کی ضرورت کے مطابق کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے اور دینے والے کی حالت کا اعتبار

لہ اکیدر بن عبد الملک نصرانی دومۃ الجندل کا حاکم تھا تبوک سے واپسی پر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضہ کو ۴۲۰ سواروں کا سردار مقرر کر کے بھیجا تھا حضرت خالد بن ولید رضہ نے اکیدر کو گرفتار کیا اور مدینہ منورہ لائے اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے جزیہ پر صلح کر لی اہل سیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اکیدر بعد میں مسلمان ہو گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب انکے نام بعد مسلمان ہونے کے موجود ہے۔ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۴۹

کرنا بھی ضروری ہے۔

جزیہ لینے کے سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے عرب اور عجم میں امتیاز نہیں برتا آپ نے عرب کے نصاریٰ اور عجم کے مجوسی سے جزیہ وصول کیا ہے مجوسی بھی مہاجر تھے وہ عرب سے کہاں گئے تھے اسلئے کہ عرب اصل کے اعتبار سے کوئی ایک ملت (قوم) نہیں تھے[۱] اور ان کے پاس کوئی ایک کتاب نہیں تھی، عرب کا ہر قبیلہ وہی دین اختیار کرتا تھا جو اس کے پڑوسیوں کا دین ہوتا تھا لہذا بحرین کے عرب اپنے پڑوسی ملک فارس کی وجہ سے مجوسی تھے اور قبیلہ تنوخ، بہرہ، بنو تغلب روم کی وجہ سے نصاریٰ تھے اور یمن کے قبائل یہودیوں کے قرب کی وجہ سے یہودی تھے اس لئے ان قبائل پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام جزیہ نافذ کر دئے اور ان کے آباء (نسب) کا اعتبار نہیں کیا۔

وہ قومیں جو دین اہل کتاب میں داخل ہوئیں تھیں ان کے بارے میں اختلاف ہے آیا ان کا دخول نسخ اور تبدیل کے بعد ہوا یا پہلے ہوا! یہ بات کسطرح معلوم ہوا اور اس کی کیا دلیل ہے؟ سیرا اور مغازی میں اس قدر ثابت ہے کہ نصاریٰ میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ ان کی اولاد میں بعد

---

[۱] علامہ کی اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ قوم یا ملت جغرافیائی حدود کی پابند نہیں ہے یہ انگریز کا افسون تھا کہ ۱۹۱۴ء کے بعد خلافت کو ختم کرنے اور تصور ملت میں رخنہ پیدا کرنے کے لئے پھونکا تھا اور قومی تصور کو حدود میں مقید کر دیا تھا یہ سحر فرنگ کا اثر ہے کہ وسیع ترین قوم چھوٹے چھوٹے علاقوں کے نام سے موسوم ہونے پر فخر کر رہی ہے اور اسی پر قتل و غارت گری ہو رہی ہے افسوس کہ انگریز کی اس سیاسی چال کو ہندوستان میں مذہب کی آنکھ سے دیکھا گیا اور مسلمانوں ہی میں مناظروں کا بازار گرم ہو گیا اور اب یہ ایک عقیدہ ہے کہ ملت از وطن است یا مذہب است

نسخ کے یہودی ہو گئیں اور انہوں نے چاہا کہ پھر ان کو اپنے دین میں داخل کر لیا جائے اور مسلمانوں نے چاہا کہ ان کو مسلمان کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین میں زبردستی نہیں ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رض سے فرمایا تھا "ہر بالغ سے دینار لیا جائیگا" اسی سے معلوم ہوا کہ بچہ اور عورت سے جزیہ نہیں لیا جائیگا [۱] اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رض کو امر فرمایا تھا کہ ہر بالغ مرد اور عورت سے جزیہ لیا جائے

اس روایت پر ابو عبیدہ نے اضافہ کیا ہے "غلام ہو یا باندی ہو" اسی سے معلوم ہوا کہ جزیہ عورت اور مرد ہر ایک سے لیا جائیگا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متصل نہیں ہے بلکہ منقطع ہے اور یہ زیادتی ہے

اس سورت میں کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کا امر ہے کفار سے ہتھیاروں کے ذریعہ جہاد اور منافقین کے ساتھ دلائل کے ذریعہ جہاد کیا جائیگا اسی سورت میں امر فرمایا ہے کہ کفار کے ساتھ جو معاہدہ ہے اس کو توڑ دیا جائے

اس سورت میں معاہدین کی تین قسمیں بیان کی ہیں ایک قسم وہ کہ جنہوں نے عہد توڑ دیا اور معاہدہ پر قائم نہیں رہے آپ نے ان سے جنگ کی اور ان پر فتح پائی۔ دوسری قسم وہ کہ جن کے ساتھ عہد موقت تھا انہوں نے اس کو نہیں توڑا اور آپ نے بھی ان پر چڑھائی نہیں کی اور معاہدہ کی مدت کو پورا کیا۔ تیسری قسم وہ کہ جن سے کوئی معاہدہ نہیں تھا لیکن

---

[۱] یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع ہے مظہری صفحہ ۱۸۹ ج ۴

انہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی پیش قدمی نہیں کی یا جن کے ساتھ مطلق معاہدہ تھا اور اس میں کوئی مدت مقرر نہیں تھی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے انکو چار مہینہ کی مہلت دی جب وہ چار مہینہ گذر جائیں تو ان پر چڑھائی کر دی جائے ان چار مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ	جب محترم مہینے گذر جائیں تو
الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکین کے ساتھ جہاد کرو

اس آیت میں حرم سے مراد وہ مہینہ ہے جس کا پہلا دن یوم اذان ہے اور وہ عاشورۂ حج ہے وہی حج اکبر کا دن ہے اور اسی دن اعلان ہوا ہے اور آخری دن ربیع الآخر کی دسویں تاریخ ہے یہ اشہر حرم وہ نہیں ہیں جو اس آیت مبارکہ میں مراد ہیں

عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد
اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ	جس دن سے آسمان اور زمین
اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	کو پیدا کیا ہے بارہ مہینہ ہے
وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ	ان میں سے چار محترم ہیں۔
حُرُمٌ	

وہ چار مہینہ ذوالحجہ، ذوالقعدہ، محرم، رجب ہیں ان مہینوں میں کفار جنگ نہیں کرتے ہیں یہ چاروں مہینے غیر مسلسل ہیں بہر حال اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کی مہلت دی اور ان کے ختم ہونے کے بعد جنگ کا امر فرمایا جن لوگوں کا عہد مطلق تھا ان کو یہ مہلت مل گئی اس کے ختم ہونے کے بعد وہ سب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور اپنے کفر کو ترک کر دیا۔

جو اہل ذمہ تھے آپ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا اس طرح اس سورت میں تین اقسام کے درمیان ان چیزوں کو محصور کر دیا، اہل عہد اہل ذمہ جو اہل عہد تھے وہ مدت ختم ہونے کے بعد مسلمان ہو گئے اسطرح

دنیا کی آبادی کی تین قسم ہوئی مومن، اہل صلح اور اہل کفر۔

منافقین کے ساتھ آپ کی یہ سیرت مبارکہ ہے کہ آپ نے امر فرمایا کہ ان کے ظاہر کو قبول کیا جائے اور ان کے چھپے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور ان پر دلائل اور براہین پیش کئے جائیں اور ان پر شدت کی جائے حتیٰ کہ وہ دلائل کو قبول کر لیں آپ نے ان منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر جانے سے منع کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرما دیا کہ اگر ان کے لئے استغفار کی گئی تو وہ قبول نہ ہوگی (یہ پوری تفصیل زاد المعاد سے ماخوذ ہے)

حرمت حمار و متعہ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر دو چیزیں حرام قرار دی گئیں گدھے کا گوشت اور نکاح متعہ) جو اس سے قبل مباح تھیں صاحب روضۃ الاحباب اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ ایک دن قلعہ سے باہر تیس چالیس گدھے چر رہے تھے مسلمانوں نے ان کو ذبح کیا اور پکایا ہانڈیاں جوش مار رہی تھیں کہ حضور کا گذر ادھر سے ہوا آپ نے دریافت کیا تو لوگوں نے بتلایا آپ نے فرمایا یہ حرام ہے اور پکتی ہوئی ہانڈیوں کو گروا دیا [1]

زمانہ قدیم (جاہلیت) سے عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ جب کہیں باہر جاتے تو عارضی طور پر ایک وقت مقررہ تک کے لئے عورتوں سے نکاح کر لیتے تھے، اس طریقہ کی اباحت بھی غزوۂ خیبر تک رہی اور غزوۂ خیبر کے موقعہ پر اس کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس کی حرمت اور اباحت چند مرتبہ ہوئی ہے پہلے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر، پھر فتح مکہ کے موقعہ پر پھر اس کو غزوۂ اوطاس کے موقعہ پر تین دن کے لئے مباح کر دیا گیا تھا اور پھر اسکو تبوک کے موقعہ پر حرام کر دیا گیا۔ راویوں کا اس

---

[1] رواہ ابو داؤد، سیرت رسالتماب ص

بارے میں بہت اضطراب اور اختلاف ہے اس کی بہترین تاویل علامہ عینی نے بنایہ میں بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں:۔

یہ بات صحیح ہے کہ آپ نے چند مرتبہ اس سے منع فرمایا ہے اور یہ چند مرتبہ منع فرمانا تاکیداً اور لوگوں کو سنانے کے لئے تھا تاکہ ان لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے جنہوں نے نہیں سنا ہے۔ راویوں نے جب سنا اسی کو روایت کر دیا وہ سمجھے کہ اسی وقت منع فرمایا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی حرمت غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ہی ہو چکی تھی [1]

حضرات شیعہ اس کو آج بھی مباح قرار دیتے ہیں ان کے علاوہ پوری امت اس کی حرمت پر متفق ہے اور کسی سے اس کے خلاف مروی نہیں ہے [2]

فتح خیبر سے ماخوذ دیگر احکام

۱۔ امام کے لئے جائز ہے کہ وہ صلح کا معاہدہ کرلے اور اس کو حق ہے کہ اس کو فسخ بھی کر دے۔

۲۔ عقد امن کو کسی شرط پر معلق بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمادیا تھا کہ اگر کسی نے مال چھپایا تو ہمارا یہ عہد ٹوٹ جائیگا

۳۔ احکام جاری کرنے میں قرائن سے امداد لی جا سکتی ہے جیسا کہ دفینہ کے سلسلے میں کنانہ کی آمدورفت سے آپ نے قیاس لگایا تھا۔

۴۔ اور جب کوئی قوی قرینہ موجود ہو تو کسی کے جھوٹ پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

۵۔ امر کے وجود میں آنے سے پہلے اس کو منسوخ کرنا جائز ہے جیسا کہ حضورؐ نے پہلے ہانڈیوں کے توڑنے کا حکم دیا تھا اور پھر ان کے دھونے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

۶۔ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اگر کسی نے کوئی چیز لے لی تو اس سے

---

[1] البنایہ ۶۵۔۶۹ ج ۲ [2] ایضاً

اس کی ملکیت ثابت نہ ہوگی بلکہ تقسیم کے بعد ملکیت آئے گی

۷۔ جس زمین کو قوت سے فتح کیا ہو امام کو حق ہے چاہے اسے تقسیم کرے یا نہ کرے یا بعض کو تقسیم کر دے

۸۔ اہل ذمہ کو دارالاسلام سے نکالنا جائز ہے جیسا کہ حضور ص نے اہل خیبر سے فرمادیا تھا کہ ہم چاہینگے تو تمہیں رکھینگے اور چاہیں گے تو نکال دینگے حضور ص نے ان کے سردار سے فرمادیا تھا کہ اس وقت کیا کروگے کہ جب تمہاری اونٹنی تمہیں ملک شام لیکر جائیگی اور حضرت عمر رض نے اپنی خلافت کے زمانے میں ان کو نکالدیا تھا

۹۔ آدمی اپنے بارے میں اور دوسرے کے بارے میں جھوٹ بول سکتا ہے جبکہ اس کا ضرر دوسرے کو نہ پہونچے اور جھوٹ بول کر اپنا حق لے سکتا ہے جیسا کہ حجاج بن علاط نے مکہ معظمہ جاکر جھوٹی خبر سناکر اپنا مال حاصل کیا تھا اور مسلمانوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہونچا تھا اور اس کے مقابلہ میں فائدہ زیادہ تھا لیکن یہ یاد رہنا چاہیئے کہ یہ معاملہ دارالحرب کے کافروں کے ساتھ تھا اور ان کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری تھا یہ مسئلہ اسی ضمن میں آتا ہے

۱۰۔ جو کسی کو زہر دیکر مار دے اس کو قصاصًا قتل کیا جاسکتا ہے امام شافعی رح کا یہی مسلک ہے جیسا کہ یہودیہ کو بشر بن براء کے بدلہ قتل کیا گیا تھا امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ قتل قصاصًا نہیں تھا بلکہ سیاسۃً اور عہد ذمہ توڑنے کی وجہ سے تھا کیونکہ بکری میں زہر دینے کا واقعہ صلح کے بعد پیش آیا تھا اور اس عورت نے اقرار بھی کر لیا تھا [۱]

---

[۱] ماخوذ از زاد المعاد مختصراً

چند دیگر متفرق احکامات

سورۂ مجادلہ

ظہار زمانہ جاہلیت کے احکامات میں سے ہے کہ اگر کوئی آدمی بیوی کو اپنی ماں یا بہن یا محرمات میں سے کوئی محرمہ عورت کی طرح قرار دے لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ شریعت اسلامی میں اپنی عورت کو محرمات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینے کو ظہار کہتے ہیں۔ عرب میں عرصہ دراز تک یہ قانون رائج رہا اور اس کی وجہ سے بے گناہ عورتوں کی زندگیاں برباد ہوتی رہیں ہجرت کے بعد اسلام میں چار واقعات ظہار کے ملتے ہیں ان واقعات کو خویلہ بنت مالک بن ثعلبہ، ابن عباسؓ، ابو تمیمہ ہجیمی، قاسم بن محمد سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے[1] ان کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اوس بن صلت نے اپنی بیوی سے غصہ کی حالت میں ظہار کر لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اسلام میں سب سے پہلا واقعہ تھا ان کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں ان کے بارے میں سورۂ مجادلہ میں کفارۂ ظہار کا حکم نازل ہوا تھا۔

۲۔ دوسرا واقعہ سلمہ بن صخر کا ہے۔ ان پر شہوت کا بہت غلبہ تھا رمضان کا مہینہ جب آیا تو انہوں نے اس اندیشہ کی وجہ سے کہ کہیں دن میں اپنی بیوی کے ساتھ وطی کر لیں ایک مہینہ کا ظہار کر لیا ایک رات یہ اپنی بیوی کے پاس چلے گئے صبح کو نادم ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو، انہوں نے کہا میرے پاس غلام نہیں ہے آپؐ نے فرمایا

---

[1] جمع الفوائد کتاب الظہار ص۲۳۲ ج ۱

دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو! انہوں نے عرض کیا روزوں ہی میں صبر نہ کرنے کی وجہ سے مجھ سے یہ ہوا ہے آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ! انہوں نے عرض کیا ہم غریب ہوں رات بے کھائے سوئے تھے یہ سنکر بنی زریق کے محصل زکوۃ سے ان کو اتنا سامان دلا دیا کہ ساٹھ مسکینوں میں بانٹ دیا۔

۳۔ ایک آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا ہے اور بلا کفارہ ادا کیئے میں نے اس کیساتھ صحبت کرلی ہے آپؐ نے فرمایا اس سے الگ رہو جب تک کفارہ ادا نہ کرلو

۴۔ ایک آدمی کو آپ نے سنا کہ وہ اپنی بیوی کو بہن کہہ کر پکار رہا ہے آپ نے غصہ سے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے؟ لیکن اسکو آپؐ نے ظہار قرار نہیں دیا۔

ان واقعات میں حضرت ابن عباسؓ کے ارشاد کے مطابق اور تمام مفسرین کے قول کے مطابق سورہ مجادلہ کا شان نزول حضرت خولیہ بنت مالکؓ کا واقعہ ہے، اسی واقعہ کے تحت کفارۂ ظہار کا حکم بیان فرمایا ہے فقہاء کرام کے احکام مستنبطہ اور اس کے شرائط و جزئیات فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ واقعہ ظہار کس وقت پیش آیا اس کے بارے میں وقت متعین کرنا بہت دشوار ہے ہاں یہ بات سورۃ کے مضامین اور مندرجہ بالا بعض قرائن کو رکھتے ہوئے کہی جا سکتی ہے کہ یہ سورت بھی غالباً اسی زمانہ کی ہوگی جس زمانہ میں اسلامی معاشرت سے متعلق مسائل، سورۂ نساء، سورہ بقرہ سورۂ احزاب میں نازل ہوئے تھے اور سورہ احزاب کا (۵ھ) سے متصل ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

پاکیزہ معاشرہ اس سورۃ (مجادلہ) میں علاوہ احکام ظہار (کفارہ وغیرہ) کے مسلمانوں میں ایسی پاکیزہ تعلیم کی گئی ہے کہ جس پر عمل کرنے سے اتنا صالح اور پاکیزہ معاشرہ تیار ہو سکتا ہے کہ روئے زمین پر اس کی مثال نہیں مل سکتی اس کے لئے منجملہ احکامات اور تعلیمات میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں

(۱) سرگوشیوں میں دیانت داری کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہر حال میں ساتھ ہے

(۲) کوئی پوشیدہ مشورہ یا سرگوشی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کے بارے میں نہ ہونا چاہیئے۔

(۳) جب مجلسوں کے لئے کہا جائے کہ کشادگی پیدا کرو تو کشادگی اختیار کرو اور جب اٹھنے کو کہا جائے تو اٹھ جاؤ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے درمیان کشادگی پیدا کر دیگا

(۴) اللہ تعالےٰ کے نزدیک اہل علم کے مراتب بلند ہیں۔ (المجادلہ)

(۵) نبی کی آواز پر آواز بلند نہ کی جائے (اور اس کے معنی میں تفصیل ہے) علماء اور بزرگوں کے ساتھ گستاخانہ لب ولہجہ اسی زمرہ میں آتا ہے

(۶) نبی کے ساتھ ادب کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۷) فاسق کی خبر پر بلا تحقیق کے اعتماد نہ کیا جائے۔

(۸) مومنین میں اگر آپس میں کوئی تنازعہ ہو تو صلح کرا دینی چاہیئے

(۹) عورت یا مردوں میں سے کوئی کسی کی مذاق نہ اڑائے اور نہ طعن کرے اور ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرے

(۱۰) گمان بازی سے پرہیز کرنا چاہیئے بعض دفعہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

(۱۱) کسی کا تجسس نہ کرو اور نہ کسی کی غیبت کرو۔ غیبت کرنا مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے

(۱۲) ذات برادریوں کی تقسیم معیار شرافت نہیں بلکہ یہ تو تعارف کا ذریعہ ہیں۔ معیار شرافت تقویٰ ہے

(۱۳) اعراب کون ہیں۔ (الحجرات)

تاریخی پس منظر

آخر کے ۹ نمبرات ۵ لغایۃ ۱۳ سورۂ حجرات سے ماخوذ ہیں۔ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے اس کے لئے سب سے زیادہ مضبوط قرینہ وفود کے بیان میں گذر چکا ہے۔ سورۃ کی ابتدائی آیات :-

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۤءِ الْحُجُرٰتِ	جو لوگ آپ کو دیوار کے پیچھے سے پکارتے ہیں

وفد تمیم کے بارے میں ہیں اور آخری آیات

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (الآیۃ)	آپ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان دھرتے ہیں

یہ بنو اسد کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور یہ گذر چکا ہے یہ دونوں وفد اور بیشتر وفود ۹ھ میں حاضر خدمت ہوئے تھے اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ سورت ۹ھ میں نازل ہوئی ہوگی۔ البتہ اس میں خبر فاسق کے بارے میں جو روایات ہیں ان کو ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے اور یہی مولانا مودودی صاحب نے بیان فرمایا ہے[1] اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ولید بن عقبہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے اور مذکورہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق کے بعد کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ خبر فاسق کے بارے میں آیات کس وقت نازل ہوئی تھیں۔

خبر فاسق کے بارے میں فقہاء اور محدثین کرام نے بہت تفصیلی کلام کیا ہے مثلاً عدالتی قانون کے تحت فاسق کی شہادت معتبر نہیں ہے اسکے

[1] تفہیم القرآن سورۂ حجرات جلد ۵۔

لئے گواہوں کا تذکیہ اور صفائی کے لئے ایک مستقل قانون وضع کیا گیا ہے اسی آیت کے تحت محدثین کرام نے جرح اور تعدیل کا قانون بنایا ہے۔

احکامات ممتحنہ اس سورت میں بظاہر تو چند باتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً:-

۱- مہاجرہ عورتوں کا حکم اور ان کے ایمان کی جانچ

۲- ان عورتوں کے مہر کا معاملہ۔

۳- عورتوں کی بیعت کا مسئلہ۔

لیکن اس کے ضمن میں فقہاء کرام نے سینکڑوں مسائل کا استنباط کیا ہے مثلاً بیان حلفی کا حکم۔ شک کی صورت میں عقیدہ کی جانچ پڑتال عورتوں سے بیعت کس طرح لی جائے سنت شریفہ سے ثابت ہے کہ حضور نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بیعت نہیں کیا ان احکامات کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ حضورؐ نے فتح مکہ کا جب ارادہ کیا تو اس کی خبر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ نے ایک قاصد کے ذریعہ (جو بعد میں پکڑا گیا تھا) کرنی چاہی تھی۔ شروع میں بھی اسی پس منظر کی طرف اشارہ ہے اور آخر سورت میں بھی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ سے کچھ پہلے پیش آیا تھا۔ درمیان میں مہاجرہ عورتوں کے احکامات مذکور ہیں اور ان کی ضرورت کی ابتداء صلح حدیبیہ کے بعد پیش آئی اسلئے قرین قیاس یہ ہے کہ یہ سورت اسی درمیان میں کسی وقت نازل ہوئی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سورۂ تحریم کے احکامات ۱- جو چیز اللہ نے حلال قرار دی ہے اسکو اپنے اوپر حرام نہیں کرنا چاہئیے اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو یہ یمین اور حلف ہے اس کو توڑ دینا چاہیئے (کفارہ یمین کا ذکر ہو چکا ہے)

۲- کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم۔

علامہ ابن کثیر نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت حفصہ رض حضرت عائشہ رض اور حضرت ماریہ قبطیہ رض کے درمیان کا ہے کہ حضور ص نے ان دونوں کے اصرار سے حضرت ماریہ رض کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا [۱]

یہ ظاہر ہے کہ حضرت ماریہ رض کو شاہ مقوقس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیتہً پیش کیا تھا اور سفارتوں کے بیان میں یہ گذر چکا ہے کہ یہ واقعہ محرم ۷ھ کے کچھ بعد کا ہے

دوسرا واقعہ اس بارے میں شہد کے پینے کا بھی مذکور ہے اور اس واقعہ کے ضمن میں امہات المومنین میں سے حضرت صفیہ کا نام بھی آیا ہے اور وہ غزوۂ خیبر کے بعد حضور ص کی ازواج میں داخل ہوئی تھیں اور غزوۂ خیبر ۷ھ میں واقع ہوا ہے اس طرح یہ سورت ۷ھ یا ۸ھ یا ۹ھ کا احتمال رکھتی ہے [۲] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سورۂ توبہ

اس سورت پر شروع سے لیکر آخر تک نظر ڈال جائیے اور اس کے شان نزول پر نظر کیجیے تو ظاہر ہوگا کہ اس سورت کا پہلا حصہ تو حضرت ابوبکر صدیق رض کے حج کے جانے کے موقعہ پر نازل ہوا تھا اور وہ ذیقعدہ ۹ھ میں تشریف لے گئے تھے اور دوسرا حصہ غزوۂ تبوک کو جاتے ہوئے اور اس سے واپسی پر نازل ہوا اور یہ رجب ۹ھ کا واقعہ ہے جیسا کہ غزوات اور سرایا کی فہرست سے بھی ثابت ہے [۳]۔ درمیان میں واقعہ ہجرت اور غزوۂ حنین کا بھی تذکرہ احسانات کو شمار کے تحت آگیا ہے

اس سورت کے چند اہم احکامات یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بری ہے

۲۔ مشرکین نجس ہیں اور قیامت تک مسجد حرام میں داخل نہیں ہونگے

۳۔ مساجد اللہ کی آبادکاری مومنین کی ذمہ داری ہے۔

---

[۱] ابن کثیر ص۳۸۶ ج۴ [۲] تفصیل ملاحظہ ہو مظہری۔ ابن کثیر۔ [۳] ایضاً۔

۴۔ نسئ حرام اور کفر ہے
۵۔ مصارف زکوٰۃ
۶۔ مسجد ضرار کا حکم
۷۔ مسلمانوں کے مال میں سے صدقہ لینا۔
۸۔ مسلمانوں کو دعا دینا اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا
۹۔ تفقہ فی الدین سیکھنے کی ترغیب
۱۰۔ مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے اس وقت تک جہاد کیا جائے یا تو وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں۔
۱۱۔ زکوٰۃ کے منع کرنے پر وعید

سورۂ توبہ (برأت) کے احکامات اور مسائل سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مختصراً اس کے پس منظر پر نظر ڈال جائے۔

تمام عرب قبائل مغلوب ہو چکے تھے، مکہ معظمہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا، مدینہ منورہ سے یہودی نکل چکے تھے خیبر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا یعنی پورے جزیرۂ عرب پر (جزئیات کو چھوڑ کر) کلیتہً مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اسلئے اب کوئی ضرورت نہیں تھی کہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کا انتظام جاہلانہ دستور کے تحت رہے اور وہاں بدستور مراسم جاہلیہ رائج رہیں اس لئے اللہ تعالےٰ نے شروع سورت ہی سے مشرکین سے بالکل برئیت کا اظہار کر دیا اور مسلمانوں کو تاکید کر دی کہ اب اگر کوئی اسلام یا جزیہ قبول نہ کرے تو ان کے ساتھ نرمی نہ برتی جائے بلکہ اب دو ٹوک معاملہ رہے گا۔

۳۔ منافقین کے ساتھ اب تک جیسا برتاؤ رہا ہے وہ بالکل ختم اب ان کے ساتھ مشرکین جیسا برتاؤ کیا جائے چنانچہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر جب منافقین کی سازشوں کا پردہ فاش ہو گیا تو ان کے نام کا بھی

اظہار کر دیا گیا اور مسجد ضرار اور منافقین کے گھروں کو جلا دیا گیا

۳۔ مسلمانوں کو متوجہ کیا گیا کہ ابھی وہ سستی سے کام نہ لیں (جیسا کہ بعض نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر طریقہ اختیار کر لیا تھا) بلکہ نہایت چاق و چوبند ہو کر کفر کے سرغنوں کو سزا دیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو نافذ کریں

۴۔ مسجد حرام کو آباد کرنے کا حق صرف مسلمانوں کا ہے اب اہل کفر کا اقتدار اور ان کا دستور وہاں رائج نہیں رہ سکتا۔ خاص طور سے نسئی (لوند) کافرانہ رسم کا بالکل خاتمہ کیا جاتا ہے۔

لوند کا حساب ناجائز ہے سب سے پہلے عرب میں اس طریقہ کو حذیفہ بن عبد فقیم نے رائج کیا اس کے بعد اس کے بیٹے عباد نے اس کی نیابت کی اور اس کے بعد اس کے بیٹے قلع بن عباد نے اور اس کے بعد اس کے بیٹے عوف بن امیہ اور اس کے بعد ابو ثمامہ نے اس طریقہ کو رائج رکھا یہ گویا مکہ کا بہت بڑا نجومی یا پروہت تھا ہر سال اعلان کر دیتا تھا کہ ماہ محرم فلاں ہے اور ماہ صفر فلاں۔ یعنی کبھی محرم کو آگے بڑھا دیتا اور صفر کو پیچھے ہٹا دیتا تھا۔

دوسرا طریقہ یہ بھی تھا کہ لوند کا حساب لگا کر شمسی اور قمری مہینوں کو ایک کرنے کے لئے ایک محرم کی جگہ دو محرم مقرر کر دئے جاتے تھے اس طرح تقریبا ۳۲ سال میں قمری مہینہ اپنی اصلی حالت پر آتا تھا۔ اسی چیز کو قرآن پاک نے کفر میں مزید زیادتی قرار دیا ہے۔ اسی چیز کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا تھا۔

آج زمانہ اپنی اصلی اسی حالت پر آگیا ہے جس حالت پر اپنی پیدائش کے وقت تھا۔

چنانچہ حضور صلعم کے حج کے بعد سے اب تک حج اپنے صحیح وقت پر ہوتا ہے [1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص۳۵۶ ج۲ تا ص۳۵۷ ج۲

یاد رکھنا چاہیئے فقہاء کرام نے قمری مہینوں سے حساب رکھنے کو مستحب قرار دیا ہے اس کے لیئے ہر مہینہ چاند کے دیکھنے کی تاکید موجود ہے علاوہ ازیں اسلامی تاریخ کا رواج اسلامی معاشرہ کے اہم اجزاء میں سے ہے اسکو فراموش نہ کرنا چاہیئے

نوٹ :- ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے اگر سورہ برأت کا مطالعہ کیا جائے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔

وسیلہ کا حکم وسیلہ کا مسئلہ علمائے اسلام کے درمیان ہمیشہ مابہ النزاع رہا ہے اور اس پر بہت اہتمام کے ساتھ کلام کیا گیا ہے اور بعض نے اسی پر مستقل رسائل تالیف کیئے ہیں منکرین میں سے علامہ ابن تیمیہ نے اس کے انکار پر بہت شدت دکھلائی ہے اسی کی وجہ سے بعض علماء نے ان کو مثلہ کا خطاب دیا ہے اور جو حضرات اس کے اثبات اور جواز کے حق میں ہیں وہ کفر اور شرک کے ارتکاب سے بھی بے نیاز سے نظر آتے ہیں اس موضوع پر سب سے معتدل تحقیق علامہ سید محمود آلوسی نے فرمائی ہے

قرآن پاک میں دو جگہ وسیلہ کا ذکر ہے سورہ بنی اسرائیل۔ سورۂ مائدہ پہلی سورت میں طرز کلام سے اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور دوسری میں وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے اس مسئلہ کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ	آپ فرما دیجیئے! جن کو تم خدا
مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ	کے سوا گمان کرتے ہو پس وہ
كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا	نہیں مالک ہیں کسی مضرت
تَحْوِيْلًا أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ	کو دور کرنے کے تم سے اور نہ
يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى	بدلنے کے یہی ہیں جو پکارتے ہیں

رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ	اور چاہتے ہیں اپنے رب کی طرف
اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ	وسیلہ۔ کون ہے جو اس سے
وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ	قریب تر ہے امید رکھتے ہیں اس
عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ	کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس
مَحْذُوْرًا	کے عذاب سے بیشک آپ کے
(بنی اسرائیل)	رب کا عذاب ہی ایسا ہے کہ اس
	سے ڈرا جائے

عربی قاعدہ کے اعتبار سے الذین اسم موصول اور لا یملکون اور الذین ثانی اور یبتغون کی ضمیروں سے مراد ایک ہی ہیں اور یہ کافروں اور مشرکوں کے معبود تھے (جو از قبیل ذوالعقول میں سے تھے) بخاری، عبدالرزاق ابن ابی شیبہ، نسائی، طبرانی کی روایت حضرت ابن مسعودؓ سے کہ یہ معبود جنات میں سے تھے اسوقت انسانوں کا ہر گروہ جنات کے ایک گروہ کی عبادت کرتا تھا اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ اسوقت قبائل عرب فرشتوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے حضرت ابن عباس رضؓ نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ اور حضرت عُزیر کو قرار دیا ہے [1]

مذکورہ آیت میں ان معبودوں کی بیچارگی کو ظاہر فرمایا ہے کہ یہ کیا کر سکتے ہیں یہ تو خود اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور عذاب سے ڈرتے ہیں اس جگہ وسیلہ سے مراد قربت اور طاعت ہے [2] مذکورہ آیت میں مصیبت اور پریشانی اور مضرت کو دور کرنے کے لئے غیر اللہ کو پکارنا حرام اور ناجائز ہے، اس لئے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کیلئے کوئی ایسی صورت اختیار کریں جس سے شائبہ شرک بھی

---

[1] روح المعانی ص ۹۷ ج ۱۵ [2] ایضاً

ہوسکتا ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ)

مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ طلب کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ

اس آیت میں وسیلہ کا امر فرمایا گیا ہے اور سورۂ بنی اسرائیل میں وسیلہ کے بارے میں جملہ خبریہ استعمال کیا گیا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ پہلی آیت میں جس وسیلہ کی خبر تھی وہ وسیلہ یہاں مراد نہیں ہوسکتا اس لئے کونسا وسیلہ جائز اور کونسا وسیلہ حرام اور ناجائز ہے علامہ آلوسی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ وسیلہ وہ چیز جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے یعنی طاعت اور ترک معاصی۔

۲۔ قتادہ نے کہا ہے کہ وسیلہ ہر خیر کے لئے ذریعہ کا نام ہے۔ آیت کا پہلا جملہ ترک معاصی کی طرف دلالت کرتا ہے اور دوسرا جملہ فعل طاعت کے لئے اشارہ کرتا ہے

۳۔ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا وسیلہ کے معنی حاجت کے ہیں یعنی اپنی حاجات اور مرادوں کو خدا ہی کی طرف متوجہ ہو کر طلب کرو! علامہ آلوسی نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض حضرات نے نیک لوگوں کے نام سے استغاثہ کرنے اور ان کو اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ (ذریعہ) بنانے کے جواز پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے اور اللہ پر قسم دینے کو اسی سے جائز قرار دیا ہے مثلاً

ا۔ اے اللہ ہم آپ کو فلاں کی قسم دیتے ہیں کہ آپ یہ کام کر دیجئے

ب۔ بعض لوگ کسی غائب اور یا میت کے لئے کہتے ہیں اے فلاں!

ہمارے لئے فلاں سے دعا کرو کہ وہ ایسا ایسا کر دے اور اس کے جواز میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

"جب پریشانیاں تم لوگوں کو تھکا دیں تو اہل قبور کی طرف متوجہ ہو جاؤ یا ان سے استغاثہ کرو!"

یہ تمام چیزیں حق سے منزلوں دور ہیں، رہا مخلوق میں سے کسی سے دعا کرانا اگر وہ زندہ ہے تو جائز ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا (جب وہ عمرہ کے لئے جا رہے تھے) اے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔ حضور ﷺ نے خود اپنی امت کو امر فرمایا ہے کہ وہ میرے لئے وسیلہ کی دعا کریں اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ پر درود بھیجیں

ج ۔ مطلوب اگر غائب ہے یا مر گیا ہے تو اس سے دعا کرانا بلاشک ناجائز ہے اور بدعت ہے اور سلف میں سے کسی سے اس کا جواز منقول نہیں ہے البتہ اہل قبور پر سلام پیش کرنا یہ جائز ہے (جیسا کہ بہت سی ماثورہ دعاؤں میں منقول ہے) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے کہ ان میں سے کسی نے کبھی کسی میت سے کچھ طلب کیا ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حجرہ شریفہ میں داخل ہوتے اور صرف سلام کر کے واپس آجاتے اور سلام سے زیادہ کچھ نہیں کہتے تھے اس مقام مقدس پر دعا کرنا مشروع ہے حضرات صحابہ اس مقدس جگہ قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

د ۔ علامہ ابن عبد السلام نے اقسم کو صرف حضور ﷺ کے لئے جائز قرار دیا انبیاء اور ملائکہ میں سے کسی کے لئے نہیں (قسم سے مراد وہی ہے جو جزء الف میں مذکور ہے) چنانچہ امام ترمذی نے ایک واقعہ روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دعا تعلیم فرمائی

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّہُ — اے اللہ میں آپ سے آپ کے

بنبیك نبی الرحمة یا	نبی الرحمت کے واسطہ سے سوال
رسول اللہ انی توجہت	کرتا ہوں اور اے اللہ کے رسول
بك الی ربی فی حاجتی	میں آپ کے ذریعہ خدا کی طرف
ھذہ الخ	متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری یہ حاجت
	پوری کر دے ۔

اور یہ روایت امام احمد رح نے بھی نقل کی ہے بہرحال یہ طریقہ صرف حضور ص کے لئے خاص ہے دوسرے کے لئے نہیں

اس حدیث کی شرح میں امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح سے مروی ہے کہ یہاں دعا اور شفاعت مراد ہے یعنی مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی حضور ص کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا یہ جائز ہے اور مستحب ہے اور شیخ تاج سبکی نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا انکار کسی نے نہیں کیا صرف علامہ ابن تیمیہ نے اس سے بھی انکار کیا ہے ۔

س ۔ اور اہل بیت سے جسقدر دعائیں منقول ہیں ان میں سے کسی روایت میں حضور کی ذات کو وسیلہ بنانے کا ذکر نہیں ہے اور اگر ہو تو اس سے مراد دعا یا شفاعت ہے اور جس کو اس کے خلاف دعوئ ہو وہ بیان کرے

ص ۔ اور بخاری نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے حضرات صحابہ رض نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی :۔

الہٰی ! ہم آپ کے نبی کا وسیلہ پکڑا کرتے تو بارش ہو جاتی تھی اب ان کے چچا عباس رض کو وسیلہ بناتے ہیں ۔

چنانچہ روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عباس رض نے دعا کی اور بارش ہوئی تو اس جگہ بھی وسیلہ سے مراد دعا کرانا اور شفاعت ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے

ط ۔ بعض عوام نے روایت کیا ہے کہ حضور ص نے فرمایا جب تم کو کوئی

حاجت ہو تو میری جاہ کے ساتھ اللہ سے مانگو میری جاہ اللہ کے نزدیک بہت عظیم ہے" یہ روایت ثابت نہیں ہے، ایسے ہی امام کرخی کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو اپنے واسطہ ہونے کی تلقین فرمائی" اس کی بھی کوئی سند نہیں ہے اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی سے خارج صلوٰۃ دعا میں روایت کیا ہے :-

اللھم انی اسئلك بحق	الٰہی سائلین کا جو حق آپ پر ہے
السائلین علیك	میں اس کے واسطہ سے آپ سے مانگتا ہوں۔

اس کی سند میں عوفی ہے اور وہ ضعیف ہیں بالفرض اگر یہ روایت ثابت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سائلوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ ان کی دعا پوری کرے اور حق کے معنی وہ وعدہ جو ثابت اور متحقق ہو گئے ہیں اور یہ چیز اللہ پر واجب نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اس کے فضل سے ہے اور حضرت معاذ رضی نے روایت کیا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ پر یہ ہے کہ اگر بندے ایسا کریں تو وہ ان کو عذاب نہ دے اس طرح یہ سوال مشابہ استعاذہ کے ہے

ع - اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے نیک اعمال کے ذریعہ مانگنا یہ درست ہے کیونکہ نیک اعمال بھی ثواب کے لئے واسطہ اور سبب ہیں یہ طریقہ انسانوں کی ذوات کے لئے جائز نہیں ہو سکتا کہ ان کو واسطہ بنایا جائے آج کل لوگوں نے اس میں بہت غلو کیا ہے اور مزید خرابی کی بات یہ ہے کہ وہ قبور سے مانگتے ہیں مثلاً مریضوں کے لئے شفاء، فقیروں کے لئے روزی، گمشدہ کی واپسی، مشکلات کی آسانی یہ سب خرافات ہے اور جس حدیث سے ثابت کرتے ہیں وہ جھوٹ اور افتراء ہے اور اس پر تمام

عارفین کا اجماع ہے۔ اور بایزید بسطامی نے فرمایا مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ ایسے ہی ہے جیسے قیدی قیدی کو پکارے اور زین العابدین سجاد نے فرمایا کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا بیوقوفی اور عقل کی خرابی کی دلیل ہے اور اس باب میں یہ آیت تو سب پر حاوی ہے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔"

اور وہ روایت کہ جس میں حضورؐ کی جاہ کا واسطہ ہے اگر وہ ثابت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی جاہ اللہ کے یہاں اللہ تعالیٰ کا حضورؐ سے محبت کرنا اور ان پر رحمت نازل کرنا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت کو واسطہ بنا کر مانگنا درست ہے [1]

صلوٰۃ کسوف اہل سیر نے صلوٰۃ کسوف کو دو مرتبہ روایت کیا ہے سب سے پہلے ۹ھ میں جب سورج گرہن ہوا تو آپ نے صلوٰۃ کسوف جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔ دوسری مرتبہ کسوف شمس ۱۰ھ میں ہوا اسوقت صاحبزادہ محترم حضرت ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تھی لوگوں کا خیال تھا کہ سورج گرہن حضرت ابراہیمؓ کی وفات کیوجہ سے ہوا ہے یہ سنکر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ان القمر والشمس لا ینخسفان	چاند اور سورج کو کسی کے مرنے
لموت احدٍ ولا لحیوتہ	اور جینے سے گرہن نہیں ہوتا یہ
ولکنھما آیۃ من آیات	تو اللہ کی آیات میں سے ہیں جب
اللہ فاذا رائتموھا	تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔
فصلوا (مسلم)	

یہ نماز بہت طویل ادا کی گئی تھی اور اسلام میں پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تھا راویوں نے اس کو بہت اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے بعض نے

---

[1] روح المعانی ص۱۲۴ تا ۱۲۹ ج ۲

اس کی دو رکعات نماز میں چھ رکوع اور چار سجدے روایت کیئے ہیں اور بعض نے آٹھ رکوع اور چار سجدے روایت کئے، بعض نے چار رکوع اور چار سجدے روایت کیئے ہیں اور بعض نے عام نماز کی طرح دو رکوع اور چار سجدے روایت کئے ہیں اور اتفاق سے یہ سب روایات صحیح ہیں ان کو امام مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے حضرات حنفیہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رض کی روایت کو اختیار کیا ہے (اس بارے میں پوری تفصیل صاحب فتح الملہم نے بیان فرمائی ہے لہ

غائب کی نماز جنازہ سنہ ۹ھ میں شاہ حبشہ نجاشی کی وفات ہوئی حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا آج تمہارے بھائی اصحمہ کا انتقال ہوگیا ہے آؤ اس پر نماز جنازہ پڑھیں آپ مدینہ سے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور میری جگہ دوسری صف میں تھی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں

اس واقعہ کو متعدد صحابہ رض نے روایت کیا ہے اور سب نے چار تکبیرات ہی کے لئے کہا ہے اس واقعہ کی وجہ سے امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ غائب کی نماز جنازہ جائز ہے امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے اور اس واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ صرف شاہ نجاشی کی خصوصیت تھی اور یہ آپ کے خصائص میں سے بھی ہے، آپ کے لئے زمین کے حجابات اٹھا دئے گئے تھے حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنازہ آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے ایسا ہی ابن عباس رض نے بھی روایت کیا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرا واقعہ معاویہ بن معاویہ لیثی رض کا ہے جس کو اہل سیرت نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر رح نے اس کی توثیق کی ہے

لہ فتح الملہم ص۱۲۴ ج ۲

کہ جب آپ تبوک میں تھے ایک دن سورج نمودار ہوا کہ اس میں روشنی نہیں تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ آج معاویہ بن معاویہ لیثی کا مدینہ میں انتقال ہوگیا ہے اور اس پر ستر ہزار فرشتوں نے نماز پڑھی ہے آپ نے فرمایا یہ مرتبہ ان کو کیسے ملا؟ عرض کیا کہ وہ "قل ہو اللہ احد" کا زیادہ ورد رکھتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پر مارا تو ان کی میت سامنے آکر رکھی گئی حضرت انس رضہ فرماتے ہیں

فصلے علیہ ثم رجع — آپؐ نے اس پر نماز پڑھی اور پھر واپس ہوئے۔

یہ بھی اسی قسم کا واقعہ ہے اور حضور ص کے خصائص میں سے ہے شریعت کا عام دستور یہ نہیں ہے [1]

تکبیراتِ جنازہ شاہ نجاشی رح کے جنازہ کی نماز ۹ھ کا واقعہ ہے اور اس میں سب طرق سے چار تکبیرات مروی ہیں یہی امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح کا مسلک ہے دیگر ائمہ نے زائد تکبیرات کو اختیار کیا ہے کیونکہ مختلف حضرات صحابہ رض نے چار تکبیرات سے لیکر سات تکبیرات تک روایت کی ہیں لیکن حضرت عمر رض نے اپنے زمانہ خلافت میں اس معاملہ کو حضرات صحابہ رض کے مجمع میں طے کر دیا تھا آپؓ نے صحابہ رض کو بلا کر مشورہ کیا کہ بتلاؤ اس مسئلہ میں کیا کرنا چاہیئے؟ سب نے مشورہ دیا کہ جنازہ کی نماز میں بھی مثل عید اور بقر عید کی نماز کے چار تکبیرات ہونا چاہیئے اسی پر اجماع ہوگیا [2] اور اس اجماع کی بنیاد دراصل ایک روایت پر ہے جس کو امام طحاوی رح نے ابن عطاء سے بسند حسن روایت کیا ہے کہ

حضور ص نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی اور اس میں آپ نے چار چار تکبیریں کہیں پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان تکبیرات

---

[1] فتح الملہم ص۹۶ ج ۲ [2] فتح الملہم ص۹۷ ج ۲

کو نہ بھولنا یہ بھی مثل جنازہ کی نماز کے چار چار تکبیرات ہیں[1]

اس سے ثابت ہوا کہ عیدین کی نماز میں بھی زوائد تکبیرات ہر رکعت میں چار ہیں اور جنازہ کی نماز میں بھی چار تکبیرات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فتح عظیم مکہ معظمہ

یہ وہ فتح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دین کو غالب کیا اور اسی فتح سے اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہونے شروع ہو گئے اور تمام دنیا اسلام کے نور سے منور ہو گئی۔

اسباب فتح مکہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کو لیکر روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ پر ابورہم کو خلیفہ مقرر کیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر کیا امام اہل السیر ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ اسلام سے قبل بنی بکر نے بنی خزاعہ پر پانی کے معاملہ میں کچھ زیادتی کی اور ان کے کچھ آدمی قتل کر دئیے اور اتفاق سے حضرمی قبیلہ کا ایک آدمی مالک بن عباد تجارت کے لئے بنی خزاعہ میں گیا ہوا تھا انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال لوٹ لیا۔ بنوبکر نے پھر بنوخزاعہ پر حملہ کیا اور ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا بنوخزاعہ نے یہ کیا کہ بنواسود (جنکی شاخیں سلمیٰ، زوبیب، کلثوم تھیں) پر زیادتی کی اور خاص عرفات میں ان کا قتل عام کیا۔ جب صلح حدیبیہ کا وقت آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] معانی الآثار از طحاوی۔

نے اختیار دیدیا تھا کہ جو چاہے مسلمانوں کے شریک ہو جائے اور جو چاہے قریش کے شریک ہو جائے۔ لہذا بنو بکر قریش کے ساتھ ہو گئے اور بنو خزاعہ حضور صلعم کے ساتھ ہو گئے اس صلح کے بعد بنو بکر نے غنیمت جانا کہ اس وقت بنو خزاعہ سے بدلہ لینا چاہیئے لہذا نوفل بن معاویہ دیلی بنو بکر کی ایک جماعت لیکر بنو خزاعہ پر چڑھ گیا اور چند آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ قریش نے بھی ان کی اعانت کی اور کچھ لوگوں نے چھپ کر بنو بکر اور قریش کا ساتھ دیا۔ ابن سعد نے بتلایا ہے کہ جنہوں نے چھپ کر ساتھ دیا اور جنگ کی تھی وہ یہ ہیں صفوان بن امیہ حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص، اور بنو خزاعہ پر اس قدر مار پڑی کہ وہ حرم میں آکر داخل ہو گئے بولے "الحرم الحرم الٰہک الٰہک" نوفل نے کہا تم نے بات تو بہت بڑی کہی ہے لیکن آج کوئی خدا نہیں ہے جب بنو خزاعہ کی پار نہ بسائی تو وہ مکہ میں آکر داخل ہو گئے اور وہاں بدیل بن ورقہ اور رافع کے گھر میں پناہ لی اور عمرو بن سالم خزاعی کسی طرح نکل کر مدینہ منورہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اسوقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے عمرو بن سالم نے ایک طویل قصیدہ جو تمام حالات پر مشتمل تھا کہا ان کے بعد بدیل بن ورقہ چند خزاعی حضرات کو لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قریش اور بنو بکر نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا تھا سب سنا دیا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا: اب ابوسفیان آئیگا تاکہ معاہدہ کو پختہ کرے اور مدت میں اضافہ چاہے گا۔ بدیل بن ورقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ واپس ہو گیا راستہ میں عسفان کے مقام پر ابوسفیان سے ملاقات ہوئی اس کو قریش نے معاہدہ کی پختگی اور مدت میں اضافے کے لئے بھیجا تھا وہ اپنی کرتوت سے ڈر رہے تھے۔

ابوسفیان سے جب بدیل کی ملاقات ہوئی تو دریافت کیا بدیل! کہاں سے آتے ہو؟ (اس کا خیال تھا کہ بدیل مدینہ سے آرہا ہے) بدیل نے کہا میں خزاعہ کے ساتھ ساحل کے قریب اس وادی میں گشت کر رہا تھا، پھر پوچھا کیا "محمد" صلعم کے پاس گئے تھے۔؟ اس نے کہا نہیں جب بدیل مکہ کو چلا گیا تو ابوسفیان پڑاؤ پر آیا جہاں بدیل کے اونٹ بیٹھے تھے اور ان کی مینگنیاں دیکھیں تو ان میں مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں چنانچہ فوراً ہی ابوسفیان مدینہ آیا اور سیدھا اپنی بیٹی ام حبیبہ رضؓ کے پاس پہنچا اور چاہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ جائے تو ام حبیبہ رضؓ نے فوراً ہی بستر لپیٹ دیا تو کہا بیٹی! معلوم نہیں اس بستر کو مجھ سے کیوں بچایا ہے۔ جواب دیا:۔

یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تو مشرک ہے نجس ہے۔

ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم مجھ سے جدا ہونے کے بعد تو بہت شریر ہو گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بات کی آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس آیا تو انہوں نے جواب دیا میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تو عمر بن خطاب رضؓ کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سفارش نہیں کرونگا بلکہ میں تو تمہارے ساتھ جہاد کرونگا، پھر وہ حضرت علی رضؓ کے پاس آیا اس وقت ان کے پاس فاطمہ رضؓ تھیں اور حضرت حسن رضؓ کھیل رہے تھے۔ کہا میں آپ کے پاس قریش کے لئے رحم کی درخواست لیکر آیا ہوں مجھے نا امید واپس نہ فرمائیے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کر لیا ہے اور کوئی آپ کو اس ارادہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ پھر حضرت فاطمہ رضؓ سے مخاطب ہوا اور کہا آپ اپنے

اس صاحبزادہ کو امر فرما دیں کہ یہ مسجد میں جاکر لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر امان دیدیں، یہ آخر زمانہ میں عرب کے سردار ہونگے۔ فرمایا میرا یہ بیٹا امن نہیں دے سکتا پھر حضرت علی رضؓ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا ابوالحسن آج بات بہت دشوار ہوگئی ہے کوئی نصیحت ہی فرما دیجیے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تمہارا چھٹکارا کس طرح ہوگا۔ اے بنی کنانہ کے سردار تو خود ہی مسجد میں جا اور امان کی درخواست کر اور واپس ہوجا۔ بولا کیا یہ طریقہ مفید ہوگا۔ جواب دیا یہ میں نہیں جانتا۔ ابوسفیان اٹھا اور مسجد میں آیا اور لوگوں کے سامنے درخواست کی اور اونٹ پر سوار ہو کر مکہ واپس آگیا جب قریش کے پاس پہونچا تو تمام حالات بیان کیئے اور کہا، میں ابوبکر کے پاس پہونچا ان میں جذبۂ خیر نہ پایا، پھر عمر کے پاس پہونچا وہ تو عداوت قدیم کی وجہ سے بہت سخت ہیں، پھر علی رضؓ کے پاس گیا وہ بہت نرم طبیعت ہیں اور انہوں نے جو مشورہ دیا اس کے مطابق میں نے کیا، میں نہیں جانتا کہ اب اس سے کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں

مکہ معظمہ کو روانگی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو جہاد کی تیاری کے لئے حکم فرمادیا تھا اور اپنے گھر میں بھی امر فرمادیا تھا کہ سامان سفر کریں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے جب حضرت عائشہ رضؓ کو سامان سفر کی تیاری کرتے پایا دریافت کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا ہے۔ بولیں ہاں! پھر دریافت کا کس طرف کا ارادہ ہے جواب دیا یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ پھر لوگوں کو آپ نے بتلا دیا کہ مکہ معظمہ کے سفر کا ارادہ ہے

حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ یہ سنکر لوگوں نے سفر کی تیاری شروع کردی۔ حاطب بن ابی بلتعہ نے فوراً ہی ایک پرچہ قریش کی طرف لکھا جسمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تیاری اور روانگی کا حال تھا اور ایک عورت کو اجرت پر لیکر روانہ کیا اور اس عورت نے اپنے سر کے بالوں کی مینڈھیوں میں اس کو چھپالیا اور جلدی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی خبر مل گئی تو آپ نے حضرت علی رضؓ اور زبیر رضؓ کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں حضرت علی رضؓ اور مقداد رضؓ کو بھیجا تھا اور ارشاد فرمایا:۔

تم دونوں جاؤ اور جب روضۂ خاخ پر پہونچو تو وہاں ایک عورت جاتی ہوئی ملے گی اس کے پاس پرچہ ہے۔

ان دونوں حضرات نے مکان معینہ پر اس عورت کو جاکر پکڑ لیا اور اس کو اونٹ سے اتار لیا اور کہا تیرے پاس خط ہے۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ تلاشی لی گئی تو کوئی چیز نہ تھی حضرت علی رضؓ نے فرمایا، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں بولا ہے یا تو پرچہ نکال دے ورنہ ہم تجھے ننگا کر دینگے۔ جب عورت نے دیکھا کہ نہیں مانتے تو کہا اچھا منہ پھیر لو اور اس نے مینڈھیوں میں سے خط نکال کر دیا یہ دونوں اس خط اور عورت کو لے کر مدینہ منورہ آئے اس مکتوب میں حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے قریش کو خبر دی گئی تھی

آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا حضور! جلدی نہ فرمائیں، میں بتلاتا ہوں قسم خدا کی میں مومن ہوں اور میں مرتد بھی نہیں ہوا ہوں حقیقت یہ ہے کہ میرا قریش سے اس قدر تعلق ہے کہ میرے بیوی بچے اور گھر کے افراد ان کے درمیان رہتے ہیں اور وہاں ان کا کوئی سر پرست نہیں ہے اور آپ کے جو قرابت دار وہاں ہیں تو ان کے رشتہ دار بھی موجود ہیں میں نے چاہا کہ اس احسان کے ذریعہ اپنے بال بچوں کی حفاظت کرلوں حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا حضور! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر قلم کر دوں اس نے خیانت کی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! یہ بدر میں

شریک رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اہل بدر سے خوب واقف ہے اور ان کے لئے فرما دیا ہے :-

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم — جو چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

یہ سنکر حضرت عمر رضؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

اس کے بعد سب نے سفر شروع کر دیا آپ بھی روزے سے تھے اور حضرات صحابہ بھی روزے سے تھے جب مقام "کدید" جس کو لوگ قدید بھی کہتے ہیں پہونچے تو روزہ افطار کیا اور یہاں سے چل کر ظہران پہونچے اور آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا! اللہ تعالے نے اہل قریش سے خبر کو پوشیدہ رکھا وہ لوگ منتظر تھے ایک دن ابو سفیان اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ تلاش میں نکلے اور حضرت عباس رضؓ ان سے پہلے مع اہل وعیال کے مسلمان ہو کر نکل چکے تھے اور جحفہ یا اس کے آگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر ملاقات کی اور جن جن لوگوں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں جاکر ملاقات کی انمیں ابوسفیان بن حارث، عبداللہ بن امیہ۔ انہوں نے "ابواء" میں جاکر ملاقات کی آپ نے ان کو دیکھ کر منھ پھیر لیا کیونکہ انہوں نے بہت برائیاں کی تھیں اور بہت ستایا تھا۔

حضرت ام سلمہ رضؓ نے عرض کیا حضور! یہ آپ کے چچا اور پھوپی کی اولاد ہیں ان کو اور زیادہ بدبخت نہ بنائیے حضرت علی رضؓ نے ابو سفیان کو مشورہ دیا تم حضور کے سامنے جاکر وہی بات کہو جو حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہی تھی۔

تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین — قسم خدا کی اللہ نے آپ کو ہم پر فوقیت دی ہے اور ہم خطاوار ہیں

ابوسفیان نے یہی کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا :۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ	آج تمہاری بربادی نہیں ہے
یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ	اللہ تمہیں معاف کرے وہ بڑا
اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ	ہی رحم کرنے والا ہے۔

اس وقت ابوسفیان نے آپ کی شان میں چند اشعار پڑھے آپ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تو نے پوری طرح مجھے جھڑکا ہے اس کے بعد ابوسفیان بہت اچھے مسلمان ہو گئے اور جب تک زندہ رہے آپ کے سامنے سر نہیں اٹھایا اور آپ بھی ان سے محبت کرتے تھے اور ان کے لئے جنت کی بشارت دی تھی اور فرمایا امید کرتا ہوں کہ تم حمزہؓ کے جانشین ثابت ہو گے جب ان کی وفات کا وقت آیا تو لوگوں کو رونے سے منع فرمایا اور کہا "جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کوئی گناہ نہیں کیا

مکہ میں فاتحانہ داخلہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہران میں اترے تو رات کو آپ نے آگ روشن کرنے کا امر فرمایا تو دس ہزار جگہ آگ روشن ہو گئی (لشکریوں کی تعداد کے مطابق) آپ نے عمر بن خطاب رضؓ کو پہرہ پر مقرر کیا، حضرت عباس رضؓ آپ کے سفید خچر پر سوار ہو کر نکلے کہ شاید کوئی آدمی الیسا مل جائے جس کے ذریعہ قریش کو خبر دی جا سکے تاکہ وہ آئیں اور امن حاصل کریں حضرت عباس رضؓ فرماتے ہیں میں چلتا رہا کہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقہ باتیں کرتے ہوئے ملے وہ کہہ رہے تھے :۔

قسم خدا کی ہم نے آج کے مانند نہ لشکر دیکھا اور نہ اس قدر روشنی دیکھی۔

بدیل نے کہا یہ بنوخزاعہ معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا وہ تو بہت کم ہیں اور بہت کمزور ہیں وہ نہیں ہو سکتے۔ حضرت عباس رضؓ کہتے ہیں

کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی کہا' ابوحنظلہ! اس نے مجھے شناخت کر کے کہا ابوالفضل! میں نے کہا ہاں۔ بولا کیا حال ہے؟ جواب دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا لشکر ہے اور صبح ہوتے ہی قریش کی خیریت نہیں ہے بولا کیا کرنا چاہیئے۔ جواب دیا اگر تجھے دیکھ لیا تو فوراً قتل کر دیا جائیگا۔ تو میری سواری کے پیچھے بیٹھ جا اور حضور سے جا کر امان طلب کر لے! چنانچہ وہ سوار ہو گیا اور اس کے ساتھی واپس ہو گئے جب بھی میں کسی روشنی کے پاس سے گذرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغلہ دیکھ کر کہتے یہ کون ہے؟ جواب ملتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا! یہاں تک کہ جب ہم حضرت عمر رضہ کی آگ کے پاس سے گذرے تو وہ ابوسفیان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور بولے:۔

دشمن خدا کہاں جاتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے آج تجھ پر مجھے غلبہ دیا۔

اور یہ کہہ کر بہت جلدی سے آگے بڑھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں حضرت عباس رضہ فرماتے ہیں میں ایڑ لگا کر ان سے پہلے پہونچ گیا وہ میرے بعد میں داخل ہوئے۔ حضرت عمر رضہ نے کہا اس کو میرے حوالہ کرو میں اس کو قتل کرونگا۔ حضرت عباس رضہ نے کہا حضور میں نے اسکو پناہ دی ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ جب حضرت عمر رضہ نے ابوسفیان کے بارے میں بہت کچھ کہا تو میں نے کہا عمر! اگر کوئی آدمی بنی عدی بن کعب میں سے ہوتا تو آپ یہ نہ کہتے۔ حضرت عمر رضہ نے جواب دیا ٹھہریئے! اے عباس! آپ کا مسلمان ہونا میرے نزدیک اپنے والد خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ آپ کا مسلمان ہونا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے

یہ سب کچھ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا عباس ! اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور صبح حاضر کرو۔ جب صبح کو حاضر کیا تو آپ نے ابوسفیان سے فرمایا "اب بھی کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور میں خدا کا رسول ہوں حضرت عباس رض نے ابوسفیان سے کہا میاں کہہ کیوں نہیں دیتے! اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ چنانچہ ابوسفیان مسلمان ہوگیا۔

حضرت عباس رض نے عرض کیا حضور! ابوسفیان صاحب عزت آدمی ہے اس کا کچھ اعزاز فرما دیجئے آپ نے فرمایا اچھا۔ اور فرمایا:۔

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ مامون، جو گھر کا دروازہ بند کرلے وہ مامون۔ جو مسجد حرام میں داخل ہوجائے وہ مامون۔

اور آپ نے حضرت عباس رض سے فرمایا ابوسفیان کو فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے کر کھڑے ہوجاؤ اس وادی سے لشکر اسلام گذریگا تاکہ وہ لشکر کے گذرنے کو دیکھے حضرت عباس رض کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا جب کوئی قبیلہ گذرتا وہ دریافت کرتے عباس! یہ کون؟ میں نے کہا بنی سلیم پھر ایک قبیلہ گذرا پوچھا یہ کون میں نے کہا مزینہ! غرضکہ تمام قبائل گذر گئے اور وہ یہی دریافت کرتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلعم مہاجرین اور انصار کے ساتھ گذرے سب لوگ لوہے میں غرق تھے صرف لوہا ہی دکھائی دیتا تھا دریافت کیا یہ کون؟ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے ساتھ ہیں۔ پھر بولے ان لوگوں سے مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اے عباس! آج تو آپ کے بھتیجے کی عجیب شان ہے۔ میں نے کہا یہ نبوۃ کی شان ہے، بولے ہاں!

اس دن انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ رض کے ہاتھ میں تھا وہ سب

ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو بولے "آج تو جنگ کا دن ہے آج حرمت حلال ہوگئی ہے، اللہ نے قریش کو ذلیل کیا، ابوسفیان جب رسول اللہ صلعم کے مقابل ہوا تو کہا حضور! آپ نے سنا جو کچھ کہا جا رہا ہے فرمایا کیا؟ عرض کیا یہ یہ کہا جاتا ہے اور حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا حضور! آج ہم کسی کو امن نہیں دینگے آپ نے فرمایا

نہیں! آج کے دن اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عظمت دی ہے اور قریش کو معزز کیا ہے۔

اور آپ نے فوراً ہی حضرت سعدؓ کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے جھنڈا واپس لے لیا اور انکے بیٹے قیس کے سپرد کر دیا غرضکہ جھنڈا سعد اور انصار ہی کے گھر میں رہا۔ ابوعمر کہتے ہیں ان سے جھنڈا لے کر زبیر کے سپرد کر دیا گیا۔ اور ابوسفیان آگے چلا گیا اور نہایت بلند آواز سے پکارا:-

اے قریش! یہ محمد صلعم ہیں ان کے مقابلہ کی تم میں تاب نہیں ہے لہذا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے۔

ابوسفیان کی بیوی ہند بن عتبہ نے جب یہ سنا تو ابوسفیان کی داڑھی پکڑلی اور بولی ارے کوئی ہے کہ اس پاگل کو قتل کر دے' ابوسفیان نے کہا تو جانتی نہیں ہے آج جو حال ہے خیریت اسی میں ہے

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اسے امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امن ہے۔

قریش بولے خدا تیرا برا کرے یہاں بھی تو نے اپنے ہی گھر کو نامزد کیا ہے کہا:-

جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے اور دروازہ بند کرلے اسے امن ہے

جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امن ہے۔
یہ سنکر سب لوگ متفرق ہو گئے اور اپنے گھروں اور مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں اس کی بلندی کی طرف سے داخل ہوئے اور آپ کے لئے خیمہ گاڑ دیا گیا اور آپ نے خالد بن ولید کو امر فرمایا وہ مکہ میں اس کے نیچے کی طرف سے داخل ہوں اور ان کے ساتھ قبیلہ اسلم، سلیم، بنی غفار، مزینہ، جہینہ اور دیگر قبائل عرب کو کیا حضرت ابو عبیدہ رضہ ایک وادی سے ایسی جماعت کو لیکر داخل ہوئے کہ جن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا آپ نے حضرت خالد بن ولید رضہ سے فرما دیا تھا اگر تمہارے ساتھ کوئی تعرض کرے تو ان کو قتل کر دو اور صفا پر پہونچ جاؤ۔ چنانچہ چند غنڈے قسم کے نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں آئے اور "مقام خندمہ" پر مزاحمت کی۔

حماس بن قیس بن خالد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہونے سے پیشتر کچھ ہتھیار جمع کر رکھے تھے، اس کی بیوی نے کہا "تو تو یہ کہا کرتا تھا کہ یہ ہتھیار میں نے محمد (صلعم) اور ان کے صحابہ رضہ کے قتل کرنے کے لئے جمع کئے ہیں! تجھ سے کچھ نہ ہو سکیگا" اس نے کہا قسم خدا کی دیکھ! ابھی ان میں سے کسی نہ کسی کو گرفتار کرکے تیری خدمت کے لئے لاتا ہوں اور رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا نکلا اور کافروں کی اس جماعت نے مسلمانوں کا تھوڑا سا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں میں سے حضرت کرز بن جابر رضہ اور خنیس بن خالد رضہ شہید ہو گئے یہ حضرت خالد بن ولید کے لشکر میں تھے اور ان دونوں نے ایک دوسرا راستہ اختیار کر لیا تھا اور کافروں میں سے بارہ آدمی قتل ہو گئے اور باقی آدمی شکست کھا کر بھاگ گئے اور حماس بھی بھاگ گیا اور گھر میں جا داخل ہوا اور بیوی سے بولا دروازہ بند کرلے!

بیوی نے کہا تو تو یہ کہہ کر گیا تھا۔؟

حضرت ابو ہریرہ رضی کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس طرح داخل ہوئے کہ ایک جماعت کے ساتھ حضرت زبیر رضی کو اور ایک جماعت کے ساتھ حضرت خالد کو کیا اور حضرت ابو عبیدہ رضی کو ایک جماعت پر مقرر کیا اور یہ وادی سے داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو لیکر بڑھے اور قریش کے اوباش لوگ سامنے آگئے یعنی ان سے مقابلہ ہوگیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی ابو ہریرہ! وہ حاضر ہوئے آپ نے فرمایا انصار کو بلاؤ چنانچہ سب انصار آپ کے پاس آگئے آپ نے فرمایا قریش کے اوباشوں کو دیکھتے ہو، ان کو اس طرح پیس دو (آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر فرمایا) اور ہم سے صفا پر آکر ملاقات کرو! چنانچہ حضرات انصار وہاں سے پیدل روانہ ہوئے

حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا جھنڈا مقام حجون پر گاڑ دیا گیا جہاں آج مسجد فتح ہے اسکے بعد مہاجرین اور انصار کو ساتھ لیکر آپ روانہ ہوئے اور مسجد حرام میں داخل ہوئے اور جب آپ حجر اسود کے قریب پہونچے تو اس کو بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ کے ہاتھ میں کمان تھی اور اسوقت بیت اللہ کے گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے آپ ہر ایک بت کے نوک مارتے اور فرماتے

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ حق آیا اور باطل ختم ہوا اور باطل

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا تو ختم ہونے ہی والا ہے۔

اور بت چہرے کے بل گر پڑتے اسوقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور احرام باندھے ہوئے نہیں تھے اور اسوقت آپ نے صرف طواف

ہی کیا اسکو پورا کرنے کے بعد عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا اور اس سے بیت اللہ کی چابیاں طلب فرمائیں اور بیت اللہ میں داخل ہوئے تو وہاں آپ نے بہت سی تمثال دیکھیں حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کی تمثال دیکھی کہ تیر ان کے ہاتھ میں ہیں اور وہ بانٹ رہے ہیں آپ نے فرمایا "قسم خدا کی انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا" وہاں آپ نے لکڑی کے کبوتر بھی دیکھے آپ نے ان کو اٹھاکر توڑ دیا اور امر فرمایا تمام صورتوں کو مٹا دیا جائے اور پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہؓ، بلالؓ تھے اور آپ نے بیت اللہ کی اس دیوار کی طرف منہ کر کے جو دروازے کے سامنے ہے کھڑے ہوئے اور آپ کے اور دیوار کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا نماز پڑھی اور پھر بیت اللہ میں چاروں طرف گشت لگایا اور اللہ کی توحید بیان کی اور پھر دروازہ کھول دیا قریش صحن مسجد میں صفیں بنائے کھڑے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیئے! کیا حکم ملتا ہے آپ نے بیت اللہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر کہا

خطبہ فتح مکہ

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ صدق وعدہٗ نصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ

اور اس کے بعد ایک خطبۂ بلیغ ارشاد فرمایا:

جاہلیت کی رسومات عادات، مال، خون میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں، خبردار رہو! قتل خطا جو کوڑے یا لاٹھی سے ہوا ہو، یا شبہ عمد اس میں دیت مغلظہ ہے سو اونٹ

اے قریش! اللہ تعالےٰ نے تمہارا غرور جاہلیت ختم کر دیا اور آباء کے ذریعہ فخر بھی ختم کر دیا، دیکھو! سب انسان آدم کی اولاد میں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور یہ آیت مبارکہ پڑھی

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ

شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ

اس کے بعد ارشاد فرمایا قریش! کیا چاہتے ہو سب بولے آپ کریم ہیں اخ کریم ابن اخ کریم ہیں فرمایا آج میں تمہارے بارے میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لئے کہا تھا

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ — آج تمہارے اوپر تباہی نہیں

اذهبوا فانتم الطلقاء — ہے جاؤ تم سب آزاد ہو

اس کے بعد آپ مسجد حرام میں بیٹھ گئے اور حضرت علی رضا آپ کے پاس کھڑے ہوئے تھے عرض کیا سقایہ اور دربانی کے بارے میں ارشاد فرمایئے آپ نے عثمان بن طلحہؓ کو طلب فرمایا اور چابیاں ان کو مرحمت فرمائیں اور ارشاد فرمایا یہ چابیاں آج اور ہمیشہ کے لئے تمہارے لئے ہیں ابن سعد نے طبقات میں عثمان بن طلحہؓ سے روایت کیا ہے۔

ہم زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ کو پیر اور جمعرات کے دن کھولا کرتے تھے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کیساتھ داخل ہوئے اور داخل ہونا چاہا۔ میں نے شدت اختیار کی اور آپ کو میں نے بہت حلیم پایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا عثمان! ایک دن یہ چابیاں میرے ہاتھ میں دیکھو گے اور میں جسکو چاہونگا دونگا۔ عثمانؓ نے کہا کیا اس دن قریش ہلاک ہو گئے ہونگے؟ فرمایا نہیں! اور یہ بات میرے دل میں رہی جب فتح مکہ ہوا تو آپ نے چابیاں طلب فرمائیں اور مجھ سے چابیاں لیکر پھر مجھے ہی دیدیں اور اس کے بعد ارشاد فرمایا لو! یہ ہمیشہ کیلئے ہیں اور اب تم سے کوئی ظالم ہی لے سکیگا۔ اے عثمان اللہ نے

تمہیں بیت اللہ کا امین بنایا ہے اس لیئے دستور کے مطابق کھاؤ۔ اور جب میں جاتے لگا تو آواز دیکر پھر فرمایا:

کیا وہ بات یاد ہے جو میں نے تجھ سے ہجرت کے قبل کہی تھی میں نے کہا بیشک اشہد انک رسول اللہ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں اس دن حضرت عباس رضہ نے مفتاح کعبہ لینے کے لئے بہت طویل بات شروع کردی تھی مگر آپ نے عثمان بن طلحہ رضہ ہی کو مرحمت فرمادی اور بلال رض کو امر فرمایا کہ بیت اللہ پر چڑھ کر اذان دو اسوقت ابوسفیان بن حارث، عتاب بن اسید حارث بن ہشام اور دیگر اشراف قریش صحن کعبہ میں بیٹھے تھے۔ عتاب نے کہا:-

اللہ تعالے نے اسید کو بھی عزت بخشی جسکو اس پر غصہ آتا تھا کہ وہ کلمات نہ سنے گا اللہ نے اسکو سنا دیا۔

حارث نے کہا اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ یہ حق ہے تو میں اتباع کرتا ابوسفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا اگر کہوں گا تو یہ سنگریزے گواہی دینگے۔ اتنے ہی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا جو کچھ تم کہہ رہے تھے مجھے معلوم ہے اور پھر سب سنا دیا تب حارث اور عتاب نے کہا نشهد انك رسول الله اس کی تو کسی کو بھی خبر نہیں تھی۔

ام ہانی کے یہاں

یہاں سے فارغ ہو کر آپ ام ہانی رضہ کے یہاں تشریف لے گئے یہاں آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی اور یہ چاشت کا وقت تھا اس سے علماء کو صلوۃ ضحٰے کا خیال ہوتا ہے حالانکہ یہ صلوۃ فتح تھی جس کا اسلام نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی قلعہ یا شہر فتح کیا جائے تو فتح کے بعد یہ نماز پڑھنا

چاہیئے تاکہ اتباع رسول ہوجائے

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز بطور شکرانہ تھی ام ہانی رض کہتی ہیں یہ نماز آپ نے نہ فتح مکہ سے پہلے پڑھی اور نہ بعد میں اور ام ہانی رض نے اپنے دو رشتہ داروں کے لئے امن طلب کی آپ نے فرمایا جس کو ام ہانی امن دیں اس کو ہماری طرف سے امن ہے

بعض اہم واقعات

فتح مکہ کے بعد آپ نے امن عام کا اعلان کر دیا تھا صرف نو آدمیوں کو مستثنیٰ کیا تھا امر فرمایا تھا کہ اگر وہ بیت اللہ کے پردے میں بھی چھپے ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے وہ نو آدمی یہ ہیں:- عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح، عکرمہ بن ابو جہل، عبدالعزیٰ بن خطل، حارث بن نفیل، وہب، مقیس بن صبابہ، ہبار بن اسود، ابن خطل کی دو حبشی باندیاں یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار گایا کرتی تھیں، سارہ بنی عبدالمطلب کی باندی عبداللہ کے لئے تو حضرت عثمان نے امن مانگ لی تھی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے اور آپ نے اسکو امن دیدیا تھا ہجرت سے قبل یہ مسلمان ہو گئے تھے اور مدینہ پہونچ گئے تھے لیکن وہاں سے بھاگ آئے تھے اور مرتد ہو گئے تھے عکرمہ بن ابو جہل کے لئے اس کی عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن مانگ لیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ روپوش ہو گئے تھے جب آپ نے امن دیدیا تو مسلمان ہو گئے اور پھر اچھے مسلمان ثابت ہوئے ابن خطل اور حارث اور مقیس۔ ابن خطل کی دونوں باندیوں کو قتل کر دیا گیا مقیس تو پہلے مسلمان ہو گیا تھا اور پھر مرتد ہو گیا اور مشرکین سے مل گیا تھا، ہبار بن اسود۔ یہ وہ شخص ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رض سے بوقت ہجرت تعرض کیا تھا جس کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا تھا اور بچہ مر گیا تھا یہ بھی فتح مکہ کے وقت بھاگ

گیا تھا لیکن بعد میں مسلمان ہوکر حاضر ہوا آپ نے اسکو امن دیدی اور یہ بھی اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور سارہ اور دو باندیوں میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا تھا آپ نے ان دونوں کو امن دیدیا تھا۔

دوسرا خطبہ | فتح مکہ کے اگلے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

لوگو! اللہ تعالےٰ نے حرم مکہ از پیدائش خلق تا قیامت حرام کیا ہے کسی مسلمان کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے حلال نہیں ہے کہ وہ یہاں خونریزی کرے یا یہاں کی گھاس وغیرہ چیزوں کو کاٹے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کے لئے کہو تو اللہ تعالےٰ نے ان کو اجازت دی تھی تم کو نہیں دی ہے اور میرے لئے بھی دن میں ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا پھر اس کی حرمت بدستور قائم ہوگئی تم میں جو موجود ہوں وہ غائب کو پہونچا دیں۔

جب اللہ تعالےٰ نے مکہ فتح کرادیا جو کہ آپ کی پیدائش گاہ اور وطن ہے تو انصار نے آپس میں کہا دیکھیئے حضور اسکو تقسیم کرتے ہیں یا نہیں اسوقت آپ صفا پر ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہے تھے دعا سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کیا کہہ رہے تھے؟ عرض کیا کچھ نہیں۔ آپنے فرمایا تم یہ یہ کہہ رہے تھے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا

میرا جینا تمہارے ساتھ جینا ہے اور میری وفات بھی تمہارے ہی درمیان ہے

فضالہ بن عمیر بن ملوح کے دل میں خیال ہوا کہ جس وقت آپ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوں آپ کو قتل کر دیا جائے آپ اس خطرے پر آگاہ ہوگئے اور فرمایا فضالہ کیا ہے؟ عرض کیا کچھ نہیں یہ سنکر

آپ مسکرا دیئے۔ فضالہ کہتے ہیں اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسوقت تک رکھ چھوڑا جب تک آپ میرے دل میں تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہو گئے اور میں گھر واپس آیا اور تمام واقعہ اپنی عورت سے آکر بیان کیا

فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل دونوں بھاگ گئے تھے صفوان کے لئے عمیر بن وہب نے امن حاصل کر لیا تھا۔ عمیر بن وہب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عمامہ مرحمت فرمایا تھا جو فتح مکہ کے دن باندھے ہوئے تھے جصفوان بن امیہ کشتی پر سوار ہو کر بھاگنا چاہتا تھا کہ عمیر نے اس کو جا پکڑا اس نے کہا مجھے دو مہینہ کی مہلت درکار ہے عمیر رضؓ نے کہا دو کی نہیں چار کی

عکرمہ بن ابوجہل کے گھر میں ام حکیم بنت حارث تھی وہ مسلمان ہو گئی تھی اس نے امن لے لیا تھا عکرمہ بھاگ کر یمن پہونچ گیا تھا وہاں سے اسکو بلایا گیا۔ عکرمہ اور صفوان دونوں کو ان کے سابقہ نکاحوں پر ہی باقی رکھا گیا اور تجدید نہیں کی گئی [۱]

لطائف اور احکام | صلح حدیبیہ کی حقیقت فتح مکہ سے قبل مقدمۃ الفتح کی تھی اس سے امن عام ہو گیا تھا وہ مسلمان جو مکہ میں چھپے ہوئے طور پر مسلمان تھے انہوں نے .... اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اس کی وجہ سے دین کی دعوت کے لئے آسانیاں پیدا ہو گئیں اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس کو فتح مبین قرار دیا ہے حضرت عمر رضؓ نے دریافت کیا تھا حضور! کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں' اللہ تعالےٰ نے

---

[۱] مسئلہ یہ ہے کہ زوجین میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے اور اگر زوجین کافر ہوں اور پہلے ایک مسلمان ہو پھر دوسرا مسلمان ہو جائے تو اعادہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

مگر اس کو فتح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ	اللہ نے اپنے رسول کی خواب
الرُّؤْيَاء (الی قولہ)	کو سچا کر دیا (الی قولہ)
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا	اسکو وہ معلوم تھا جو تم نہیں
فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ	جانتے تھے اس نے اس کے
فَتْحًا قَرِيْبًا	بعد قریب ہی فتح دی۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عظمت وشان ہے کہ جب وہ اہم امور کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو بطور مقدمات ان سے پیشتر کچھ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ہوا ہے کہ بڑھاپے کی حالت میں ان کو لڑکا مرحمت فرمایا اور حکم قبلہ منسوخ کرنے سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر کا قصہ بیان فرمایا تاکہ بیت اللہ کی عظمت وشان ظاہر ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کرنے سے پہلے ان کو رویا ء صادقہ دکھلائیں، واقعہ فیل ہوا اور کاہنوں نے بشارتیں دیں۔ اسی طرح جہاد کے حکم سے پہلے ہجرت کا حکم دیا اور اس میں بہت زیادہ اسرار وحکم ہیں۔

۲۔ اس میں نقض عہد کے بارے میں بھی ثبوت ملتا ہے اگر کافر عہد توڑدیں تو کوئی ذمہ باقی نہیں رہتا ہے (اس جگہ علامہ نے نقض عہد کے ان تمام جزئیات کو ذکر کر دیا ہے جن کا ذکر فتح خیبر اور اس سے قبل مستقل عنوان کے تحت آچکا ہے تکرار کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا گیا)

۳۔ کافروں کے قاصد کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل نہیں کیا تھا۔

۴۔ کافروں کے دیار میں جا کر قیام کرنا اور وہاں غارت ڈالنا جائز ہے جبکہ ان کو دعوت دی جا چکی ہے اور انہوں نے دعوت کو قبول نہ کیا ہو

۵۔ جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حضرت عمر رضؓ نے حاطب بن بلتعہ کے قتل کے بارے میں جناب رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا تھا اور آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مسلمان ہے اسوجہ سے اس کا قتل حلال نہیں ہے بلکہ ان کو اہل بدر ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا کیونکہ ان کے بارے میں بشارت ہے اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ الآیتہ لہذا جن جاسوسوں کے لیئے یہ موانع نہ ہوں انکو قتل کرنا جائز ہے امام کا یہی مذہب ہے اور یہی ایک روایت امام احمد کی ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعیؒ اور ظاہر مذہب امام احمد میں اسکو قتل نہیں کیا جائیگا ان کا استدلال اسی قصہ سے ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا قتل امام کی رائے پر ہے

۶۔ عورت کو ننگا کرنا جائز ہے جبکہ ضرورت اور مصلحت عامہ اسکی داعی ہو جیسا کہ حضرت علی رضؓ اور مقداد نے کہا تھا

۷۔ اگر مسلمان کو نفاق کیطرف منسوب کیا جائے تو اس کی تاویل کیجائے اور اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی

۸۔ گناہ کبیرہ بڑے عمل صالح سے مٹ جاتا ہے جیسا کہ حاطب بن بلتعہ کی جاسوسی شہود بدر کی وجہ سے مغفور مانی گئی تھی۔ اس جگہ علامہ نے دور تک یہ فلسفہ بیان کیا ہے کہ حسنات مکفر سیئات ہوتے ہیں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا گیا)

۹۔ معاہدین جب عہد توڑ دیں تو ان کو باغی قرار دینا جائز ہے اور بغیر اطلاع کے ان پر غارت ڈالنی جائز ہے۔

۱۰۔ دشمن کے قاصد کے سامنے مسلمانوں کا اظہار شوکت اور قوت جائز ہے جیسا کہ آپ نے مکہ میں داخلہ کے وقت رات کو آگ روشن کرائی تھی اور حضرت عباس رضؓ کو امر فرمایا تھا کہ وہ ابوسفیان کو پہاڑ پر لیکر

کھڑے ہو جائیں

۱۱- مکہ میں بغیر احرام کے داخلہ جائز ہے جبکہ جنگ کے ارادہ سے داخلہ ہو (اور یہ صرف آپ کے زمانہ تک مخصوص تھا) اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جو آدمی حج یا عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہو اسکو احرام باندھ کر ہی داخل ہونا چاہیئے۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ جو کوئی حاجت متکررہ کی وجہ سے مثلاً گھاس، لکڑی وغیرہ کے لئے داخل ہو اسکو احرام باندھ کر داخل ہونا چاہیئے یا بلا احرام کے؟ اس میں تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ بلا احرام کے داخلہ جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب ابن عباس رضؓ، امام احمد رحؒ، امام شافعی رحؒ کا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ بلا احرام کے داخل ہو سکتا ہے۔ یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر داخل میقات ہے تو بلا احرام کے اور خارج میقات ہے تو احرام باندھ کر داخل ہونا چاہیئے یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحؒ کا ہے۔

۱۲- فتح مکہ کے واقعہ سے ثابت ہے کہ مکہ قوت کے ذریعہ فتح کیا گیا ہے (اس جگہ علامہ نے ان تمام اختلافات اور دلائل کا اعادہ کیا ہے جو فتح خیبر وغیرہ کے مواقع پر مذکور ہو چکے ہیں، ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ نہیں کیا ہے)

۱۳- مکہ کی آراضی کی تقسیم اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ وہ دار نسک اور عبادت کی جگہ ہے (اس پر بھی علامہ نے دور تک بحث کی ہے تکرار کی وجہ سے اس کا بھی ترجمہ نہیں کیا ہے

۱۴- اس قصہ میں مذکور ہے کہ جب حضور صؐ نے خطبہ دیا تو ابو شاہ مشہور صحابی رضؓ نے عرض کیا اسکو میرے لئے لکھ دیا جائے۔ اس سے ثابت ہے کہ کتابت علم جائز ہے اور کتابت حدیث کی جو نہی

وارد ہے وہ منسوخ ہے کیونکہ وہ حکم اول اسلام میں تھا تاکہ وحی اور حدیث مخلوط نہ ہو جائیں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ حدیث کی کتابت کیا کرتے تھے اور انہوں نے ایک صحیفہ کتابت کیا تھا جس کا نام صادقہ تھا اسکو عمرو بن شعیب عن ابیہ سے روایت کیا ہے۔

۱۵۔ واقعہ فتح مکہ سے ثابت ہے کہ آپ بیت اللہ میں اسوقت داخل ہوئے جب آپ نے تصاویر کو مٹا دیا تھا اور اس کے بعد نماز پڑھی جس سے ثابت ہے کہ جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۶۔ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اس سے ثابت ہے کہ سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے اسی وجہ سے خلفاء بنی عباس نے درباروں اور حکام کا لباس سیاہ مقرر کیا تھا لیکن سیاہ لباس پہننا یہ آپ سے اور آپ کے صحابہ رضؓ سے دوامًا ثابت نہیں ہے بلکہ فتح مکہ کے دن بقیہ لباس سفید تھا اور جھنڈا بھی سفید تھا

۱۷۔ غزوۂ فتح کے موقعہ پر آپ نے عورتوں سے متعہ کو حرام قرار دیدیا تھا جو پہلے مباح تھا (یہاں علامہ نے پھر اس بحث کا اعادہ کیا ہے جو غزوہ خیبر کے موقعہ پر ذکر کی ہے)

۱۸۔ عورت کا امن طلب کرنا اور کسی کو اپنی جوار میں لینا اور اس کا جواز ثابت ہے جیسا کہ آپ نے ام ہانی کے جوار کو جائز قرار دیا تھا۔

۱۹۔ مرتد کا قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ عبداللہ بن سعد کے رضاعی بھائی ہوتے تھے۔

عبداللہ بن سعد کا واقعہ یہ ہے کہ وہ پہلے مسلمان ہو گئے اور ہجرت

کرکے مدینہ منورہ پہونچے اور کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد ہوئی پھر بعد میں یہ مرتد ہو کر مدینہ سے بھاگ آئے اور کافروں کے ساتھ مل گئے جب فتح مکہ ہوا تو حضرت عثمان ان کو لیکر حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کرانا چاہا آپ نے بہت دیر تک سکوت اختیار کیا اور بعد میں حضرت عثمان رضہ کی وجہ سے بیعت کرلیا۔ بعد میں آپ نے ارشاد فرمایا میں بہت دیر تک اسوجہ سے رکا رہا کہ تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر اسکو قتل کر دے صحابہ رضہ نے عرض کیا حضور! آپ نے اشارہ کیوں نہیں کر دیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کسی رسول کے لئے نظر کی یہ چوری (اشارہ کرنا) جائز نہیں ہے اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن سعد رضہ کے کفر کی غلظت ثابت ہے۔ لیکن قضاء الٰہی اور مصلحت خداوندی سامنے آئی کہ ان کے ہاتھ پر فتوحات ہوئیں) اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے:-

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا	اللہ اس قوم کو کیسے ہدایت دے
كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ	جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئی
وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ	اور انہوں نے گواہی دی کہ رسول
حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ	حق ہے اور ان کے پاس بینات
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ	آئے اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں
الظّٰلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ	دیتا۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر
جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ	فرشتوں کی اور تمام انسانوں
لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ	کی ہمیشہ لعنت ہوگی اور ان کے
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ	عذاب میں کمی نہ ہوگی مگر وہ لوگ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ	جنہوں نے توبہ کرلی اور نیک
عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ	بن گئے پس اللہ معاف کرنے
يُنْظَرُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ	والا اور رحیم ہے

تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ (زاد المعاد از ابن قیم)
وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

فتح مکہ کے موقعہ پر حضورؐ نے تین مرتدوں کے قتل کا حکم فرمایا تھا جن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضؓ (۲) عبدالعزیٰ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ ہیں۔

یہ تین مرتد تھے جنکو حرم میں بھی قتل کر دینے کا حکم تھا اور یہ حکم سنت مشہورہ اور متواترہ سے ثابت ہے اور قرآن پاک کی آیات سے دلالۃً یہ حکم ثابت ہے لہذا یہ کہنا کہ قتل مرتد الٰہی حکم نہیں ہے غلط ہے

نوٹ :- اس بارے میں نیاز فتحپوری نے نگار میں یہ دعویٰ کیا تھا۔ راقم الحروف نے اس کا مدلل جواب دیا تھا جو مدینہ بجنور میں شائع ہوا تھا۔

حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ھ

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے کے بعد صرف ایک ہی حج کیا ہے اس موقعہ پر آپ کے ساتھ بڑا مجمع تھا اس کو ہر ایک راوی نے اپنی اپنی رویت کے اعتبار سے روایت کیا ہے اس جگہ سب کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حج کی فرضیت نازل ہوئی[۱] تو آپ نے لوگوں کو اس کی اطلاع دی تو حوالی مدینہ کے لوگوں نے آپ کے ساتھ چلنے کا عزم کر لیا اور سامان سفر کرنے لگے۔ آپ کے ساتھ آگئی تمام ازواج مطہرات تھیں جن جن لوگوں کو معلوم ہوتا جاتا تھا وہ راستہ میں آکر شریک سفر ہوتے جاتے تھے جن کی شمار مشکل ہے آپ کے آگے پیچھے غرض کہ چہار جانب جہاں تک نظر جاتی لوگوں کا ہجوم تھا

آپ مدینہ منورہ سے ۲۵ ذلقعدہ کو ہفتہ کے دن ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہوئے[۲] اور مدینہ میں آپ نے ظہر کی چار رکعات ادا فرمائیں اور خطبہ دیا اور سر میں تیل لگایا کنگھی کی اور چادر اوڑھی اور کوچ فرما دیا

---

[۱] صحیح روایت یہ ہے کہ آپ نے دو حج ہجرت سے قبل اور ایک حج بعد ہجرت کے سنہ ۱۰ھ میں کیا۔ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے ہر سال حج کرتے تھے [۲] یہ صحیح روایت یہی ہے ورنہ علامہ ابن حزم نے جمعہ کا دن تحریر فرمایا ہے جس پر ابن قیم نے سخت تنقید کی ہے۔

وادی عقیق[1] میں آپ کے پاس فرشتہ آیا اور عصر کی نماز آپ نے ذوالحلیفہ میں[2] دو رکعت ادا فرمائی اور آپ رات کو اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے اور پھر آپ نے احرام کے لیے جنابت کے غسل کے علاوہ غسل کیا[3] اور حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی اور آپ نے تہبند باندھا اور چادر اوڑھی اور ذی الحلیفہ ہی میں آپ نے اگلے دن ظہر کی دو رکعت ادا فرمائیں اور نماز کے بعد مصلےٰ ہی پر حج اور عمرہ کا احرام باندھا[4] اور احرام سے پہلے آپ نے اونٹ کے قلادہ ڈالا[5] اور کوہان میں جبیرہ لگایا[6] اور آپ نے قران کا احرام باندھا تھا[7] بہرحال یہاں سے سوار ہو کر آپ بیداء[8]

---

[1] یہ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پہ ہے۔ عقیق اس وادی کو کہتے ہیں کہ پانی نے زمین کو پھاڑ کر اپنا راستہ بنایا تھا وادی عقیق دو ہیں ایک اصغر اور دوسرے اکبر۔ [2] موجودہ مسافت کے اعتبار سے مدینہ منورہ سے ۹ کیلومیٹر ہے اسکو آبار علی بھی کہا جاتا ہے

[3] احرام کے لئے غسل کرنا حنفیہ، شافیہ، مالکیہ کے نزدیک مسنون ہے اہل ظاہر واجب قرار دیتے ہیں۔

[4] میقات سے احرام باندھنا واجب ہے بلا احرام کے گذرنا جائز نہیں ہے اور میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے [5] جانور کے قلادہ باندھنا مسنون ہے [6] امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جبیرہ لگانا مکروہ ہے صاحبین مسنون کہتے ہیں [7] قران، حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھنا افضل ہے۔ قرآن میں دو طواف اور دو سعی کی جاتی ہیں لیکن علامہ نے نہایت زور لگا کر ثابت کیا ہے کہ ایک سعی اور ایک طواف کافی ہے روایات اس بارے میں مختلف ہیں دونوں فریق کے پاس دلائل ہیں۔

[8] مدینہ منورہ اور مکہ کے درمیان ایک چھوٹی پہاڑی ہے

تشریف لائے کبھی آپ تلبیہ میں حج و عمرہ کا نام لیتے اور کبھی تنہا حج کا نام لیتے تھے آپ نے یہ سفر اونٹ کی سواری پر کجاوہ میں کیا تا کہ تمام لوگ آپ کو بآسانی دیکھ سکیں اور مناسک حج سیکھ سکیں آپ نے احرام کے بارے میں لوگوں کو اختیار دیدیا تھا کہ جیسا چاہے احرام باندھیں یعنی قران کا یا تمتع کا یا حج مفرد کا۔ یہاں بھی حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا کہ لوگ تلبیہ میں آواز بلند کریں۔ یہیں حضرت ابوبکر صدیق رض کی اہلیہ کے یہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد بن ابی بکر ہے۔

یہاں سے کوچ فرما کر آپ ملل ۱ہ تشریف لائے اور یہاں آپ نے اپنے پائے مبارک کی پشت پر پچھنے لگوائے ۲ہ۔ جب آپ روحا پہونچے تو حمار وحشی کا شکار پیش کیا گیا جس کے تقسیم کرنے کے لئے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو امر فرمایا تھا ۳ہ جب آپ اثایہ ۴ہ پہونچے تو یہاں ہرنی کا شکار پیش ہوا اور مقام لحی جمل ۵ہ میں آپ نے سر میں پچھنے لگوائے پھر مقام عرج میں پہونچے تو یہاں آپ کے اور حضرت ابوبکر صدیق رض کے پاس ایک ہی سواری رہ گئی تھی۔ حضرت ابوبکر رض کے غلام

۱ہ مدینہ منورہ سے دو راستے کا راستہ ہے فاصلہ اٹھارہ میل ہے اس کا یہ نام اس وجہ سے ہے کہ پہاڑی سفر کی وجہ سے یہاں آکر آدمی تھک جاتا ہے

۲ہ محرم کو بلا بال منڈائے پچھنے لگوانا جائز ہے اور اگر ضرورت ہو تو بقدر ضرورت بال منڈوا کر بھی پچھنے لگوانا جائز ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگوائے تھے یہی امام ابوحنیفہ رح کا مسلک ہے ۳ہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ شکار حل و حرم کا نہ ہو، محرم نے نہ کیا ہو یا محرم کے اشارے اور مرضی سے نہ کیا ہو ۴ہ اس کے پہلے اوثیہ آتا ہے پھر اثایہ پھر روحا یہ تینوں جگہ مدینہ منورہ سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں ۵ہ مقام لحی جمل مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہے۔

نے ان کی سواری کو کھو دیا تھا جب آپ الواؔ وادی میں پہونچے تو صعب بن جثامہ نے حمار وحشی کے گوشت کی ران پیش کی آپ نے اسکو قبول نہیں فرمایا۔ یہیں حضرت صفیہ کا اونٹ تھک گیا تھا آپ نے حضرت زینب رض کو امر فرمایا تھا کہ ان کو اونٹ دیدیں۔ یہیں حضرت انجشہ رض کا واقعہ پیش آیا تھا۔ جب آپ وادی عسفانؔ میں پہونچے تو حضرت ابوبکر رض سے پوچھا تھا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ یہیں آپ نے فرمایا تھا کہ یہاں حضرت ہود ع اور صالح ع احرام باندھ کر گذرے تھے۔ اسی جگہ سراقہ بن مالک نے حج کے بارے میں سوال کیا تھا جب آپ مقام سرف پہونچے تو حضرت عائشہ رض کو حیض آگیا تھا حضرت عائشہ رض کے حیض آنے کی جگہ میں اتفاق ہے لیکن پاک ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے یہیں پر آپ نے اپنے صحابہ رض سے فرمایا تھا کہ جس کے پاس ہدی کا جانور نہ ہو اور وہ عمرہ کرنا چاہے تو اسی احرام کو عمرہ کا احرام بنا لے اور جس کے پاس ہدی کا جانور ہو وہ ایسا نہ کرے

چار ذی الحجہ کی شب کو آپ ذی طوی پہونچے اور یہیں آپ نے رات گذاری اور صبح کی نماز پڑھی اور غسل کر کے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور یہ دن کا وقت تھا آپ مکہ معظمہ میں اوپر کی جانب سے داخل ہوئےؔ اور جب بیت اللہ پر آپ کی نظر مبارک پڑی تو آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایاؔ

لہ یہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ مدفون ہیں جحفہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر ہے ؎ افسوس کہ حضرت انجشہ کا واقعہ حدی پڑھنے کا ابن قیم نے ذکر نہیں کیا حالانکہ بخاری نے اسکو روایت کیا ہے

سلہ وادی عسفان مکہ معظمہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ کے راستہ پر ہے ؎ موجودہ زمانہ میں اس جگہ کا نام معابدہ ہے

؎ یہ رفع یدین مستحب ہے۔

بہرحال آپ چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے اور سیدھے بیت اللہ کے پاس پہونچے اور آپ نے یہاں تحیۃ المسجد نہیں پڑھی کیونکہ یہاں کا تحیۃ المسجد طواف ہے آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اس طواف میں اول کے تین چکر میں رمل کیا اور جب کبھی آپ طواف میں حجر اسود کے سامنے آتے تو محجن کے اشارے سے اسکو چھوتے اور بوسہ دیتے

جب آپ طواف سے فارغ ہوئے[1] تو مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور یہاں آپ نے دو رکعت ادا کیں[2] اس کے بعد آپ نے پھر حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور یہاں دعا کی اور پھر مروہ پر تشریف لے گئے اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے تکبیر و تہلیل کی اور یہ ایک سعی ہوئی اور سعی پوری کرنے کے بعد آپ نے ہر ایک اس آدمی کو امر فرمادیا جو ہدی نہیں لایا تھا کہ حلال ہو جائے اسی وقت آپ نے ارشاد فرمایا "اگر میں ہدی نہ لایا ہوتا تو حلال ہو جاتا" اسی جگہ آپ نے سر منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ دعا کی اور بال کٹوانے والوں کے لئے صرف ایک مرتبہ دعا کی[3] یہ بات غلط ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حلال ہو گئے تھے۔ اسی جگہ سراقہ بن مالک نے سوال کیا تھا "کیا یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے" حضرت عائشہ رض کے علاوہ آپ کی تمام ازواج افعال عمرہ کر کے حلال ہو گئیں تھیں[4] اور حضرت عائشہ رض حلال

---

[1] چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اسلئے یہ طواف عمرہ کا تھا یہ غلط ہے کہ آپنے ایک ہی طواف کیا قیام منیٰ کے درمیان آپ کا کوئی دن طواف سے خالی نہیں رہا حجۃ الوداع صـ۲۲

[2] امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ دونوں رکعت واجب ہیں [3] اس سے پورے سر کے بال منڈوانے کی فضیلت ثابت ہے۔ [4] اس جگہ علامہ نے فسخ الحج الی العمرہ کے جواز پر بہت دلائل پیش کیے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ مفردہ تھیں انہوں نے احرام حج فسخ نہیں کیا تھا صـ۲۵

نہیں ہوئی تھیں اسی موقعہ پر حضرت علی رضؓ یمن سے تشریف لائے تھے
اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو گئے تھے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی شرقی جانب قیام فرمایا
اور یہاں چار دن مقیم رہے تھے اور نماز میں قصر کیا تھا جمعرات کے دن
چاشت کے وقت منیٰ کے لئے کوچ فرمایا اور یہاں رات گذاری جب
سورج نکل آیا تو عرفات تشریف لے گئے یہ سفر آپ نے ضب کی پہاڑی
کی طرف سے کیا اور واپسی دوسرے راستہ سے ہوئی عرفات میں آپکے
لئے پہلے ہی سے ڈیرہ گاڑ دیا گیا تھا اس میں آپ نے قیام فرمایا جب
سورج ڈھل گیا تو بطن لہ وادی میں تشریف لائے اور ایک عظیم خطبہ
دیا خطبہ پورا کرنے کے بعد آپ نے حضرت بلال کو امر فرمایا اور انہوں نے
اذان دی اس جگہ آپ نے ظہر اور عصر کی دو رکعت ادا کیں
علامہ ابن قیم نے اس جگہ بہت زور لگایا ہے کہ قصر کے لئے کوئی تحدید
نہیں ہے کیونکہ مکہ والوں نے بھی یہاں قصر کیا اور یہ بھی کہا ہے کہ یہاں
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتمام کا حکم نہیں دیا حالانکہ حضرت
عمران بن حصین رضؓ کی حدیث ابوداؤد طیالسی رح نے روایت کی ہے لہ

شہدت مع رسول اللہ	میں جناب رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حُنَیْنًا	علیہ وسلم کے ہمراہ حنین اور
والطائف فکان یصلی	طائف میں تھا آپ نے دو
رکعتین ثم حججت معہٗ	رکعت ادا کیں پھر میں نے آپ
واعتمرت ثم قال یا اھل	کے ساتھ حج اور عمرہ کیا آپ نے

لہ بطن وادی عرفات کے میدان سے ایک الگ جگہ ہے اسکو ارض عرینہ بھی کہتے ہیں
لہ حضرت امام مالک صاحب رح کا ایک قول ہے کہ مکہ والے منیٰ میں قصر کرینگے اور منیٰ والے مکہ
میں قصر کرینگے اور قصر جو ہے نسک کی وجہ سے ہے نہ کہ سفر کی وجہ سے

مكة اتموا صلوٰتكم فانا	فرمایا تھا اہل مکہ! میں مسافر ہوں[1]
قوم سفر ثم حججت مع ابی بكر	تم اپنی نماز پوری کرلو پھر میں نے
واعتمرت فصلی رکعتین	حضرت ابوبکر رضہ کے ساتھ حج اور
ثم قال اتموا صلوٰتكم	عمرہ کیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا
فانا قوم سفر	تھا

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ موقف تشریف لائے اور قبلہ رُخ ہوکر کھڑے ہوگئے اسوقت آپ سوار تھے اسی جگہ نجد والے آکر شریک ہوئے تھے اور اسی جگہ آپ نے امت کی مغفرت کے لئے دعا کی تھی اسی جگہ ایک آدمی نے اپنی سواری سے گرجانے کی وجہ سے وفات پائی تھی اسی جگہ آیت مبارکہ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ الخ" نازل ہوئی تھی

جب سورج غروب ہوگیا تو آپ نے یہاں سے کوچ فرمایا اور مازم[1] کے راستہ سے مزدلفہ تشریف لائے تھے راستہ میں آپ نے پیشاب بھی فرمایا اسی جگہ حضرت اسامہ رضہ نے نماز کیلئے کہا تھا لیکن آپ نے مزدلفہ میں آکر مغرب اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں ادا کی تھی اور پھر استراحت فرمائی گئی یعنی آپ تہجد کی نماز کے لئے نہیں اٹھے

آپ نے اپنے کمزور اور ضعیف متعلقین کو حکم دیدیا تھا کہ چاند غروب ہونے کے بعد طلوع فجر سے قبل منیٰ پہونچ جائیں اور سورج نکلنے کے بعد

---

[1] مازم عرفات اور مزدلفہ کے درمیان ایک جگہ ہے ۱۲ اس سے ان لوگوں کا مدعا ثابت ہے جن لوگوں نے یہ کہا ہے صلوٰۃ تہجد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض یا واجب نہیں تھی اس وجہ سے آپ نے اسکو نہیں پڑھا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے پڑھا ہے راوی نے اپنے علم کو بیان کر دیا ہے ورنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی مجامع کے موقعہ پر آپ بہت سے مستحبات لوگوں کو دکھا کر ادا نہیں کرتے تھے حالانکہ آپ تنہائی میں ادا فرمالیا کرتے تھے۔

رمی کریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں غلس یعنی صبح صادق ہوتے ہی نماز فجر ادا فرمائی اس کے بعد آپ نے مزدلفہ سے منیٰ کیطرف کوچ فرمایا اسوقت فضل بن عباس رضؓ آپ کے ردیف تھے اسی راستہ میں ایک عورت نے آپ سے اپنے والد کے حج کے بارے میں دریافت کیا تھا آپ نے اس سے فرمایا اپنے والد کی طرف سے حج ادا کرلینا۔ ایک آدمی نے اپنی ماں کے بارے میں دریافت کیا تھا

جب آپ بطن وادی محسّر میں پہونچے تو آپ نے اپنی اونٹنی کی رفتار تیز کردی تھی یہاں تک کہ آپ جمرہ عقبہ کے پاس آئے اور رمی فرمائی اور یہ رمی سوار ہوکر سورج نکلنے کے بعد فرمائی تھی

اسی حجۃ الوداع کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ	آج میں نے تم پر اپنا دین کامل
اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ	کردیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا
رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ	کردیا اور تمہارے لئے دین اسلام
دِیْنًا (مائدہ)	کو پسند کیا

اس لئے اس اعلان کے بعد اگر کوئی مسلمان دوسروں کی روش اختیار کرے اور اسلامی معاشرت کو چھوڑ کر غیر اسلامی معاشرت کرے اسکے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

جو کوئی اسلام کے علاوہ دوسرا دین اختیار کریگا وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہے (آل عمران) بلکہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ — دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب کو اسلام کامل کی توفیق عطا فرمائے۔ جب تک زندہ رکھے اسلام پر قائم رہیں اور جب خاتمہ ہو تو ایمان اور اسلام پر ہو۔ آمین۔

فہرست عنوانات